سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ

کی زندگی کے

سنہرے واقعات

عبدالمالک مجاہد

دار السلام
DARUSSALAM

اسلامی کتب کا نیا انداز

سیّدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ کی زندگی کے سنہرے واقعات

دارُالسّلام
کتاب وسنت کی اشاعت کا عالمی ادارہ
DARUSSALAM

سعُودی عرَب (ہیڈآفس)

پوسٹ بکس: 22743 الریاض: 11416 سعودی عرب فون: 4033962-4043432 1 00966 فیکس: 4021659
info@darussalamksa.com riyadh@darussalamksa.com
www.darussalamksa.com

- الریاض۔ العلیا۔ فون: 4614483 01 فیکس: 4644945
- الملز فون: 4735220 01
- سویلم فون: 2860422 01
- مندوب الریاض: موبائل: 0503459695
- قصیم (بریدہ): فون/فیکس: 3696124 06 موبائل: 0503417156
- مکہ مکرمہ: موبائل: 0502839948
- مدینہ منورہ فون: 8234446 04 فیکس: 8151121 موبائل: 0504296740
- جدہ فون: 6879254 02 فیکس: 6336270
- الخبر فون: 8692900 03 فیکس: 8691551
- ینبع البحر فون/فیکس: 3908027 04
- خمیس مشیط فون/فیکس: 2207055 07

شارجہ فون: 5632623 6 00971 امریکہ ہوسٹن: 7220419 713 001 • نیویارک: 6255925 718 001
لندن فون: 4885 539 208 0044 آسٹریلیا فون: 4040 9758 2 0061

پاکستان ہیڈآفس ومرکزی شورُوم

36- لوئر مال، سیکرٹریٹ سٹاپ، لاہور
فون: 37232400-37240024-37324034 42 0092 فیکس: 37354072 موبائل: 0322-8484569
Website: www.darussalampk.com E-mail: info@darussalampk.com

- غزنی سٹریٹ، اُردو بازار، لاہور فون: 37120054 فیکس: 37320703 موبائل: 0321-4439150
- Y-260 بلاک کمرشل ایریا، فیز III ڈیفنس، لاہور فون: 35692610 موبائل: 0321-4212174

کراچی مین طارق روڈ، (D.C.HS / 110,111-Z) ڈالمن مال سے (بہادرآباد کی طرف) دوسری گلی، کراچی
فون: 34393936 فیکس: 34393937 موبائل: 0321-2441843

اسلام آباد F-8 مرکز، اسلام آباد فون/فیکس: 2281513 موبائل: 0321-5370378

سیّدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ کی زندگی کے سُنہرے واقعات

عبدالمالِک مُجاہد

DARUSSALAM
دارُالسّلام
کتاب وسنّت کی اشاعت کا عالمی ادارہ
ریاض • جدہ • شارجہ • لاھور • کراچی
اسلام آباد • لندن • ھیوسٹن • نیو یارک

بسم الله الرحمن الرحيم

اللہ کے نام سے (شروع) جونہایت مہربان، بہت رحم کرنے والا ہے۔

فهرسة مكتبة الملك فهد الوطنية أثناء النشر

مجاهد ، عبدالمالك

قصص ذهبية من حياة سيدنا عمر الفاروق رضي الله عنه/

عبدالمالك مجاهد - الرياض ، ١٤٣٢هـ

ص:٣١٩،مقاس ١٧ x ٢٤ سم

ردمك: ٨-١٤٥-٥٠٠-٦٠٣-٩٧٨

(الكتاب باللغة الأردية)

١-عمر بن الخطاب بن نفيل ، ت ٢٣ هـ ٢-التاريخ الإسلامي-

عصر صدر الاسلام أ.العنوان

ديوي ٢٣٩،٩ ١٤٣٢/٧٩٤٣

رقم الإيداع: ١٤٣٢/٧٩٤٣

ردمك: ٨-١٤٥-٥٠٠-٦٠٣-٩٧٨

فہرست عناوین

موضوع	صفحہ نمبر
عرض ناشر	15
سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے جد امجد کا خصوصی مقام	18
سخت گیر والد	19
سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ کی شکل وشباہت	20
چالیسواں مسلمان	21
سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے والد کی بتوں سے شدید محبت	21
سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ کا لڑکپن اور جوانی	22
عائلی زندگی	23
ایک دانا اور بہادر خاتون سے شادی	24
حالت اسلام میں شادیاں	24
آل رسول سے رشتہ داری	25
جفا سے وفا کی طرف	26
بہن اور بہنوئی کے قبول اسلام پر ردعمل	28
آسمان میں فیصلہ	28
سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کی مردم شناسی	31
اللہ کے رسول ﷺ کی خدمت میں حاضری	32
قریش کو سیدنا عمر فاروق کے اسلام لانے کی اطلاع	33
دفاع اسلام میں سیدنا عمر کی کوششیں	34
دو بڑے اعزاز	34
راہ حق میں سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کی استقامت	35
دنیا کی سب سے قیمتی چیز	35
فاروق کا لقب	36
سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کے مسلمان ہو جانے سے دعوت کے کام پر اثرات	36
سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ کی تواضع	37
سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ کا علم	38
سیدنا صہیب رومی رضی اللہ عنہ کا بیان	38
سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ کا سفر ہجرت	39
سیدنا عمر فاروق کی فراست	40
تیرے لیے اللہ ہی کافی ہے	41
سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ کی دوراندیشی	42
بے سود ریاضت پر اظہار تأسف	44
اطاعت رسول ﷺ میں مستعدی	45
غزوہ احد میں دشمن کو مسکت جواب	46
سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ کا رعب ودبدبہ	47
سیدنا عمر رضی اللہ عنہ اور ابو جندل	48
سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کا امتیازی کردار	49
اسلام دشمنوں کے لیے ننگی تلوار	50
سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کی دانشمندانہ رائے	52

فہرست عناوین

موضوع	صفحہ نمبر
غزوہ حنین میں سیدنا عمر ؓ کی ثابت قدمی	54
خیر کے کاموں میں سبقت	55
سیدنا عمر فاروق بحیثیت راوی حدیث	56
سیدنا عمر فاروق ؓ کا سلسلہ نسب اور کنیت	56
سیدنا عمر ؓ کے لیے رسول اللہ ﷺ کا تحفہ	57
سیدنا عمر کی فقہی بصیرت	58
بیٹے کی حوصلہ افزائی	60
جنت کے محل کی بشارت	60
اپنی جان سے بڑھ کر عزیز	61
قرآن کریم کی تدوین	62
دور جاہلیت میں عمر ؓ کی خوبیاں	63
سیدنا عمر ؓ سے شیطان کی مرعوبیت	64
بہترین انتخاب	65
شہادت کے لیے دعا	65
نیک شگون	65
ابو مسلم خولانی کے بارے میں سیدنا عمر کے جذبات	66
آج کسی انسان کی حاکمیت نہیں	66
تراشے	67
معاذ ؓ کی یمن سے واپسی پر سیدنا عمر ؓ کی رائے	68

موضوع	صفحہ نمبر
نبی کریم ﷺ کی وفات کا صدمہ	70
سیدنا عمر فاروق کا قائدانہ کردار	72
سیدنا عمر فاروق ؓ کی نامزدگی کے لیے مشاورت	74
سیدنا صدیق اکبر ؓ کی وصیت	76
جا کر گھر کی خبر لو	78
سیدنا عمر فاروق ؓ کی قیمتی نصیحتیں	79
سیدنا عمر فاروق ؓ کا انداز خطابت	79
سیدنا عمر فاروق ؓ کی سیاسی حکمت عملی	80
عہد فاروقی میں اسلامی ریاست کی حدود	80
پہلا خطبہ خلافت	81
اللہ تعالیٰ کی تقدیر سے اللہ تعالیٰ کی تقدیر کی طرف	82
بادشاہ اور خلیفہ میں فرق	83
اصلی مساوات	84
یہ مال تمہارے باپ کی کمائی کا نہیں	85
اسلام میں کوئی زبردستی نہیں	86
عیسائی غلام سے حسن سلوک	86
خدام کے ساتھ برتاؤ	87
کافر سپہ سالار سے ایفائے عہد	88
غیر مسلموں کو امان نامہ	89

موضوع	صفحہ نمبر
اسلام کی عزت ہمارے لیے کافی ہے	90
سرکاری اہل کاروں کا محاسبہ	92
یہودیت سے بیزاری اور حنیفیت سے وابستگی	92
بے مثال نظام حکومت	93
دشمن کے ساتھ عمدہ سلوک	94
دانش مندانہ پالیسی	94
امیر المؤمنین کا مشاہرہ	96
سن ہجری کا آغاز	97
محاسبہ نفس کا ایک اور انداز	98
بعد کے خلفاء کو مشقت میں ڈال دیا	99
حدود حرم کا احترام	100
مضروب کو راضی کرو یا قصاص دو	102
اچھے اور برے حکمران کا فرق	103
تراشے	103
کسریٰ کا لباس ایک بدو سردار کے جسم پر	104
امیر المؤمنین کا لقب	105
بیت المال کی اونٹنی کا دودھ	106
بیت المال کا شہد	106
رعایا کے سامنے جوابدہی	107

موضوع	صفحہ نمبر
اللہ کے رسول ﷺ کا غایت درجہ احترام	108
جو مشرق سے مغرب تک کے فرمانروا تھے	109
زہد و تقویٰ	110
تراشے	110
سیدنا عمر ؓ کے اقوال زریں	111
تراشے	112
اجتہادی آراء کا احترام	113
کلمہ حق کہنے والے کی حوصلہ افزائی	113
اللہ کی نعمتوں سے استفادہ زہد کے منافی نہیں	114
گورنروں کے وظائف	115
سیدنا عمر فاروق کی رائے اور تائید الٰہی	116
بے حد فروتنی اور سادگی	116
سیدنا ابوبکر صدیق ؓ کا احترام	117
امیر المؤمنین کے بیٹے کا اونٹ	118
بیٹی کو تنبیہ	118
اہل خانہ کی تربیت	119
بیٹے پر سیدنا اسامہ بن زید ؓ کو ترجیح	119
اللہ کا خوف اور خشیت	120
بیٹے کو تجارت کی ترغیب	120

فہرست عناوین

موضوع	صفحہ نمبر
اُم سلیط کی قدردانی	121
ازواج مطہرات سے حسن سلوک	122
سیدنا علی بن ابی طالب ؓ اور ان کی اولاد کی توقیر	124
صدقے کے اونٹوں کی خدمت	125
فخر وغرور سے نفرت	125
عبداللہ بن عباس ؓ سے محبت	126
سیدنا عبداللہ بن عباس کا علمی مقام ومرتبہ	127
وفاداری کا صلہ	128
امانت کا شدید احساس	129
عہد فاروقی میں عورتوں کا مرتبہ ومقام	130
سرِ راہ عورت سے گفتگو پر سرزنش	131
بیت المال کے قرض سے گریز	132
مجاہدین کی ڈاک	134
شہید بیٹوں کا وظیفہ ان کی ماں کے نام	135
مجاہدین کے گھرانوں کی سرپرستی	135
ہند بنت عتبہ کی گواہی	136
سیدہ خولہ بنت ثعلبہ ؓ اور سیدنا عمر فاروق ؓ	137
سیدنا ابوبکر ؓ اور سیدنا عمر فاروق ؓ میں فرق	138
رسول اللہ ﷺ کا خواب	139

موضوع	صفحہ نمبر
سیدنا علی ؓ بطور مشیر خاص	139
اے عمر! اللہ سے ڈرتے رہنا	140
تراشے	141
خزانے کی مساویانہ تقسیم	142
اصلاحات عمر	142
مجوسی غلام کی دھمکی	143
انصاف اور بے خوفی	144
دنیا انہیں مائل نہ کرسکی	144
کیا میں خائن حکمران بن جاؤں؟	145
سیدنا عمر فاروق ؓ کے ہاں آدمی کو جانچنے کا معیار	146
اس مہم کے لیے میں حاضر ہوں	147
دنیا وآخرت کے ساتھی	147
عدی بن حاتم ؓ کی تحسین	148
ماں کا فرمانبردار مجاہد	149
اویس قرنی رحمہ اللہ سے دعا کی درخواست	150
نصیحت قبول کرنے کا حوصلہ	151
سیدنا عمر فاروق اور عبداللہ بن حذافہ ؓ	152
بیت المقدس کی فتح کے موقع پر فراخدلانہ طرزِ عمل	154
ایک غلام کی قریشی عورت سے شادی	155

موضوع	صفحہ نمبر
قبولِ اسلام میں سبقت کرنے والوں کو ترجیح	156
ایک زخم خوردہ مجاہد کی عزت افزائی	156
سیدنا علی ؓ کے سر کو بوسہ	157
عورتوں کے حقوق	158
سیدنا عمر ؓ کی دلی آرزو	159
زہد اور تقوی	159
ایک میت کے بارے میں گواہی	160
سیدنا عمر ؓ کا رعب ودبدبہ	161
تراشے	161
اولاد رسول ﷺ کی تکریم	162
بیٹے کا احتساب	163
عسکری قوانین کی ابتدا	164
آخرت کے لیے فکرمندی	165
شہروں میں سرکاری چراگاہیں	166
غلامی کے خاتمے کی کاوش	167
عیینہ بن حصن کی بے بسی	168
ابوسفیان ؓ اور ان کا مکی گھر	168
شریک حیات کے انتخاب میں جذبات کا احترام	169
تراشے	169

موضوع	صفحہ نمبر
اپنی صحت کا خیال نہ رکھنے پر تنقید	170
بچوں کی تربیت	170
بچوں پر شفقت	171
ایک شرابی کو نصیحت	172
ایسی چال ترک کردو!	173
سیدنا عمر کی خود احتسابی	173
تراشے	174
ایک پتھر ہے نقصان دے سکتا ہے نہ نفع!	175
بیٹے کا مال بیت المال میں جمع کرنے کا حکم	176
خلیفہ کے لیے متفقہ لقب	177
خلیفہ کے اخراجات کی حد	178
اسباب کو اختیار کرنا توکل کے منافی نہیں	178
آثارِ انبیاء کو مساجد کا درجہ دینے کے نقصانات	179
بیعت رضوان والے درخت کی کٹائی	179
فتنوں کی بیخ کنی	180
اللہ تعالیٰ ہر چیز پر قادر ہے	181
تراشے	181
نمازوں میں خشوع وخضوع	182
نمازوں کا اہتمام	183

فہرست عناوین

موضوع	صفحہ نمبر
نماز جمعہ کا اہتمام	183
اتباع نہ کہ اختراع	184
رسول اللہ ﷺ کا خواب	184
مسجد رسول اللہ ﷺ کا احترام	185
رسول اللہ ﷺ کے احکامات کا احترام	186
عمر فاروق ؓ کا احساس ذمہ داری	187
نماز تہجد کا اہتمام	188
تہجد کی قضا	188
سیدنا عمر فاروق کی آرزوئیں	189
ملکہ روم کا سیدنا عمر ؓ کی بیوی ام کلثوم ؓ کو تحفہ	190
باجماعت نماز تراویح	192
سیدنا عمر فاروق ؓ کا ذوق عبادت	193
اجتہاد	193
اسلام کی پہلی سرکاری مضاربت	194
تراشے	195
سیدنا عمر فاروق ؓ اور حج	196
رسول اللہ ﷺ کا خواب	196
گرانی کی روک تھام	197
ذخیرہ اندوزی کا انسداد	197

موضوع	صفحہ نمبر
تجارت اور بازاروں کی خبر گیری	198
ادھار کی صورت میں سونے چاندی کا تبادلہ سود ہے	199
ذخیرہ اندوزی کی ممانعت	200
تراشے	201
تجارتی اصلاحات کی تنفیذ	202
تجارتی نظام کی سخت نگرانی	203
تراشے	203
آسمان سے سونے چاندی کی برسات نہیں ہوگی	204
مسلمانوں کی سرکردہ شخصیات کو تجارت کی ترغیب	204
محنت اور کمائی کی ترغیب	205
ماہرین فن کی عزت افزائی	206
اہل کمال کی قدردانی	207
دو آدمی دو ہزار کے برابر	207
ریکارڈ رکھنے کی ابتدا	208
تراشے	209
نومولودوں کے وظیفے کا اجرا	210
یتیموں کی خبر گیری	210
جانور کو پسینہ آنے پر اظہار ملال	211
وہ تمہیں دیکھ تو نہیں رہے	212

موضوع	صفحہ نمبر
کوتاہی کا تدارک	213
کیا تم قیامت کے دن میرا بوجھ اُٹھاؤ گے؟	214
امیر المؤمنین! اپنے دوست کو بیٹے کی خوشخبری سنائیے!	216
تراشے	217
سیدنا عمر ؓ اور علی ؓ کے درمیان مکمل ہم آہنگی	218
رفاہی حکومت	219
امت کے چار قاضی	219
انصاف پسند حکمران	220
حاضر جوابی اور معاملہ فہمی	221
اسماء الرجال کے علم کی بنیاد	221
دوسروں کی رائے کا احترام	222
دین اور دنیا ساتھ ساتھ	223
سیدنا عبداللہ بن عباس کی قرآن فہمی	224
غوطہ خور! غوطہ لگا!	225
سیدنا عباس بن عبدالمطلب ؓ کا احترام	226
ابن عباس ؓ کے کمالات	226
تراشے	227
عہد فاروقی میں علم کے سرچشمے	228
علماء کا احترام	228

موضوع	صفحہ نمبر
علم کی اشاعت وترویج	229
مساجد کی تعمیر	230
علمی مراکز کی تعمیر	231
تعلیم دین میں مسجد کا کردار	231
حصول علم بھی عبادت ہے	232
فن خطاطی اور املاء کا اہتمام	232
عمدہ شعراء کی تعریف	233
زندہ دلی	233
مسجد حرام کی توسیع	234
مسجد نبوی کی توسیع	235
مساجد کا اہتمام	236
مسافروں کے لیے سہولتیں	237
نہروں کی کھدائی	237
دارالدقیق	237
ازواج مطہرات کا حد درجہ احترام	238
دانیال علیہ السلام کی قبر	239
تلاوت قرآن سے محبت	239
خلیج امیر المؤمنین	240
بری وبحری وسائل نقل وحمل کی نگہداشت	241

فہرست عناوین

موضوع	صفحہ نمبر
یتیم کا مال	241
بے شمار غنیمت کا مال	242
چھاؤنیوں کی تعمیر	243
غذائی گودام کی وسعت	243
رمادۃ کے سال پناہ گزینوں کے لیے کیمپ	244
بحران میں خلیفہ وقت کا مثالی کردار	245
امت کی پریشانیوں کا احساس	246
حاکم عام مسلمانوں جیسا ہی ہے	246
مریضوں اور کمزوروں کی نگہداشت	247
امیر المؤمنین......عوام کا خادم	247
دیگر شہروں سے مدد کا حصول	248
قحط سالی سے نجات کی دعائیں	249
عمال کی کارکردگی رپورٹ	249
آرزوئے شہادت	250
یہاں کوئی اونچ نیچ نہیں ہے	252
سیدنا حسن وحسین سے محبت	254
کامیابی کا راز بے لاگ انصاف	255
اقرباء پروری کی خرابیاں	255
کیا میں نے نماز مکمل کر لی تھی؟!	256

موضوع	صفحہ نمبر
سیدنا عمر ؓ کی نظر میں علم کی اہمیت وفضیلت	258
سیدنا عمر فاروق کا ایک قیمتی قول	259
نیک دل گورنر، ماں سے بھی زیادہ شفیق	260
بچوں سے شفقت نہ کرنے والا عامل نہیں ہوسکتا	261
اذان کے لیے قرعہ اندازی	261
سابقہ حکام کا احترام	262
لوگوں کا ذکر بیماری	262
مکران کی فتح (23ھ)	263
قیمتی جواہرات سے بھرے دو ٹوکرے	264
کسریٰ کے خاص پھل عام کسانوں کے لیے	264
نئے جنگی طریقے اور حربی چالیں	265
ام حکیم ؓ کا مجاہدانہ کردار	266
سپہ سالار اور عام سپاہیوں کے لیے ایک کھانا	267
مقوقس کی بیٹی ارمانوسہ	268
سیدنا عمر فاروق کے اقوال زریں	269
فتنوں کے پھیلاؤ میں مضبوط رکاوٹ	270
سیدنا عمر ؓ کی فتوحات پر اہل فارس کا ردعمل	272
مسلمانوں کا وفد کسریٰ کے دربار میں	274

موضوع	صفحہ نمبر
جاہلیت اور اسلام میں عرب وعجم کا فرق	277
اذان سن کر رستم کی بوکھلاہٹ	278
حکمت کی باتیں	279
گورنری کے لیے معیار	279
بے لگام خواہشات کے خطرات	280
دوسروں کی آنکھ کا تنکا اور اپنی آنکھ کا شہتیر	280
یہ ان کا زہد تھا	281
میانہ روی	282
فقراء کا مالداروں کے پاس جانا	282
عوام الناس کی فکر	283
کم ہمتی کے خطرناک نتائج	283
حق بحق دار رسید	284
میرے لیے دعا کرو	284
بیویوں کے ساتھ حسن سلوک	285
گوشت کا نشہ	285
ایسا پیٹ جو جہنم میں لے جائے	286
اقرباء پروری سے نفرت	286
ابو عیسیٰ کنیت پر سرزنش	286
آپ کے والد میرے والد سے بہت بہتر تھے	287

موضوع	صفحہ نمبر
ہمیں اللہ یاد کراؤ	287
سیدنا عمر ؓ کا سیدنا صہیب ؓ سے مکالمہ	288
باپ کی قسم	288
زندگی ایک سفر	289
حکمران امانت دار تو رعایا دیانت دار	289
جنت کی خوش خبری	290
جاہلوں سے اعراض	291
اب علی کو آنا چاہیے	292
دین کے معاملے میں سب سے پختہ	292
شیاطین خوف کے مارے سرپٹ بھاگ رہے ہیں	293
خلافت وشہادت	294
نابغہ روزگار شخصیت	294
ابو موسیٰ اشعری ؓ کا خواب	295
خدمت خلق	296
رسول اللہ ﷺ کا ادب واحترام	296
یہ تو وہی ہیں جنھوں نے مشک اٹھائی تھی	297
یہ تمہاری مشک کا نام تو نہیں؟!	297
بابا جی آپ ٹھیک کہتے ہیں	298
نرمی اور شفقت	300

رست عناوین

موضوع	صفحہ نمبر
ادھیڑ عمر جنتیوں کے سردار	300
شہداء کے ورثاء کی تکریم	301
باغ کا صدقہ	301
دیرینہ خواہش	302
تراشے	302
سیدنا عمر فاروق کی گواہی	303
اللہ کی طرف سے ایک اور موافقت	304
تراشے	304
ہم تینوں ان واقعات کی تصدیق کرتے ہیں	305
امت کی رہنمائی	305
بابرکت تجویز	306
الہامی شخصیت	307
ابوعبید کی بیوی کا سچا خواب	307
تراشے	307
مجھے بھی اپنی دعا میں شامل کرلیں	308
فیصلے سے پہلے اللہ سے دعا	308
وہ اپنی سست روی کو ملامت کرے	309
فتنوں کے متلاشیوں کا علاج	310
حاجت مند کا حق	310
سلمہ ہذلی سے حلف لیا جائے	311

موضوع	صفحہ نمبر
میں ان کی راہ سے نہ ہٹوں گا	311
تین خوش نصیب مسافر	312
آپ خاص مہمان ہیں	312
مٹھاس چلی جائے گی کڑواہٹ باقی رہے گی	313
قحط کی مشکلات تک گھی سے پرہیز	314
مشرکین کی نقل سے اجتناب	314
ابن خطاب! اللہ سے ڈرتے رہو	314
بے قراری اور غم کی شکایت صرف اللہ سے	315
اللہ تعالیٰ کے حساب لینے سے پہلے اپنا محاسبہ	315
جو چاہے مٹادے جو چاہے ثابت کردے	316
خیر کا کلمہ	316
گھر والوں کو نماز کی تاکید	317
سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کی نصیحت	317
بچوں سے مشورہ	317
جب جانیں ملائی جائیں گی	318
حسب ونسب یاد رکھو	318
تراشے	318
تب تک وہ بھلائی پر رہیں گے	319
سچی توبہ	319
برے دوست سے تنہائی اچھی	319

عرض ناشر

سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے رسالت مآب ﷺ کی زبان اقدس سے عبقری شخصیت کا خطاب پایا، وہ بلاشبہ عبقری شخصیت تھے۔ قدرت نے انہیں ایک عظیم الشان کام کے لیے منتخب کیا۔ انہوں نے نہایت حکمت و دانش اور جانبازی سے قیصر وکسریٰ کی سطوت وحشمت اور قوت کو پاش پاش کر دیا۔ میری خوش قسمتی ہے کہ بچپن سے ہی والدین نے میرے دل میں صحابہ کرام کی محبت ڈالی تھی۔ زمانہ طالب علمی میں میرے لیے سب سے اہم کتاب علامہ شبلی نعمانی کی ''الفاروق'' تھی۔ علمائے کرام اور واعظین سے بھی سیرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ پر الحمدللہ بہت ساری تقاریر سنیں۔ جب سن شعور کو پہنچا تو ان کی سیرت کے حوالے سے متعدد کتب اور مضامین پڑھے اور پھر ان کے بارے میں لکھنے کی سعادت بھی حاصل کی اور جب بھی موقع ملا تو ان کے بارے میں بعض پروگراموں اور مجالس میں گفتگو بھی کی۔

کئی سال پہلے مکہ مکرمہ اور مدینہ طیبہ کے مکتبات پر سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے بارے میں متعدد کتب دیکھنے کا اتفاق ہوا۔ جن میں ان کی زندگی کے متعدد واقعات

بیان کیے گئے تھے۔ کئی مرتبہ خیال آیا کہ نوجوان نسل کے لیے مختلف کتابوں سے صحیح واقعات کا مجموعہ اکٹھا کروں۔ بازار میں ان کے واقعات کے جو مجموعات پر مشتمل کتب دیکھیں تو محسوس ہوا کہ ان واقعات پر ابھی خاصی محنت کی ضرورت ہے۔

اسی دوران سیرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ پر دو جلدوں میں دارالسلام سے کتاب شائع کی گئی۔ یہ کتاب ڈاکٹر علی محمد الصلابی کی ہے۔ جس میں انہوں نے کمال محنت سے ان کی سیرت کو تسلسل سے بیان کیا گیا ہے۔ میں نے اس کتاب کو شروع سے آخر تک پڑھا تھا چنانچہ جن واقعات کو نوجوان نسل کے لیے مناسب سمجھا ان پر نشان لگا دیا۔ اور پھر اسے اپنی زبان میں ڈھالنے کی کوشش کی اور کچھ نہ کچھ تبدیلی بھی کی۔

الفاروق کو پھر پڑھا اور اس میں سے بہت سارے واقعات کو نشان لگا دیا۔ پھر مختلف کتابوں کو پڑھنا شروع کیا۔ متعدد واقعات امام طبری کی کتاب (الرِّيَاضُ النَّضِرَةُ) سے لیے۔ کچھ واقعات الرحیق المختوم، کچھ واقعات ڈاکٹر عائض القرنی کی کتاب (الْمِسْكُ وَالْعَنْبَرُ فِي خُطَبِ الْمِنْبَرِ) سے لیے۔ چند ایک واقعات (مَوْسُوعَةُ الْقَصَصِ الْوَاقِعِيَّةِ) سے لیے ہیں۔ اس طرح مختلف کتابوں کے واقعات کو جمع کرنے کے بعد یہ بڑا خوبصورت گلدستہ بن گیا ہے۔ میری یہ پرانی عادت ہے کہ جب میں کوئی کتاب پڑھتا ہوں تو اہم واقعات پر نشان لگا دیتا ہوں۔ ان نشان زدہ واقعات سے کتاب کو مرتب کرنے میں خاصی مدد ملتی ہے۔

شام کے مشہور خطیب اور مؤلف محترم شیخ علی طنطاوی میرے نہایت پسندیدہ مؤلف ہیں۔ ان کی کتاب «أَخْبَارُ عُمَرَ» سے بھی کچھ واقعات لیے ہیں۔ میرا ہدف نوجوان نسل ہے۔ حتی الامکان میں نے کوشش کی ہے کہ واقعات میں تکرار نہ ہو۔ مگر بعض اوقات ایسا ہوا کہ ایک ہی واقعہ کو مختلف مؤلفین نے اپنے اپنے انداز میں بیان کیا اور سبھی نے عمدہ بیان کیا۔ اس لیے ممکن ہے کہ چند ایک ایسے واقعات بھی مل جائیں جو کسی اور انداز میں دوبارہ ذکر کیے جائیں۔

کتاب مرتب کرنے کا خیال آیا تو میں اس ادھیڑ بن میں تھا کہ اس کا ڈیزائن کس طرح کا ہو کہ قارئین ایک نئے انداز میں کتاب کو پڑھ سکیں۔ میں نے دارالسلام کے سینئر ڈیزائنر جناب شہزاد احمد سے اس کا ذکر کیا تو انہوں نے میری مشکل کو حل کر دیا۔ اور کہنے لگے: اس کتاب کا سائز بڑا کر دیں۔ ہم اس کتاب کو کسی خوبصورت میگزین کی طرح ڈیزائن کریں گے۔ چھوٹے چھوٹے واقعات کو علیحدہ خوبصورت ڈیزائنوں میں لکھیں گے۔

ایک مدت سے میری خواہش ہے کہ اسلامی کتب کو اس طرح شائع کیا جائے کہ وہ اپنی جاذبیت اور کشش کی بنا پر نوجوانوں میں مقبول ہو جائیں اور وہ ذوق وشوق سے ان کا مطالعہ کریں۔ یہ فیصلہ تو ہمارے محترم قارئین کریں گے کہ ہم اس مقصد میں کہاں تک کامیاب رہے ہیں۔ میرے ساتھ اس ای میل ایڈریس پر رابطہ کیا جا سکتا ہے:

abdulghaffar@darussalamksa.com

اس کتاب کے واقعات کی ترتیب کو میں نے جان بوجھ کر آزاد چھوڑ دیا ہے تاکہ ہر واقعہ آسانی سے قارئین کے مطالعہ میں آجائے۔ میں اس طریقہ کو اسلامی کتب کے مطالعے کا نیا طریقہ قرار دیتا ہوں۔

اس کام میں میرے ساتھ حسب سابق دارالسلام لاہور اور ریاض کے ساتھیوں نے بھرپور تعاون کیا۔ بطور خاص پروفیسر محمد ذوالفقار، قاری محمد اقبال عبدالعزیز اور شہزاد احمد کا شکر گزار ہوں کہ انہوں نے میرے ساتھ اس کتاب کو شائع کرنے میں خاصا تعاون کیا اور مدد فرمائی۔ اللہ ان کو جزائے خیر عطا فرمائے۔

عبدالمالک مجاہد

جون 2011
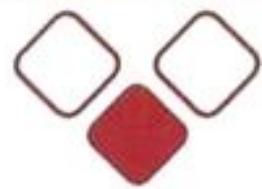
سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے جدامجد کا خصوصی مقام

عرب میں دستور تھا کہ برابر کے دو رئیسوں میں سے کسی کو افضلیت کا دعویٰ ہوتا تو ایک لائق اور پایہ شناس ثالث مقرر کیا جاتا اور دونوں اس کے سامنے اپنی ترجیح کے دلائل بیان کرتے۔ کبھی کبھی ان جھگڑوں کو اس قدر طول ہوتا کہ مہینوں معرکے قائم رہتے، جو لوگ ان معرکوں میں حکم مقرر کیے جاتے ان میں معاملہ فہمی کے علاوہ فصاحت اور زورِ خطابت کا جوہر بھی درکار ہوتا، یہ دونوں خوبیاں بنو عدی میں نسلاً بعد نسلٍ چلی آ رہی تھیں۔

سیدنا عمر کے دادا نفیل بن عبدالعزی نے اپنے اسلاف کی طرح ان خدمات کو نہایت قابلیت سے انجام دیا، اور اس وجہ سے بڑے بڑے عالی رتبہ لوگوں کے مقدمات ان کے پاس فیصلہ کرنے کے لیے آتے

تھے۔ رسول اللہ ﷺ کے جدامجد سردار عبدالمطلب اور حرب بن امیہ میں جب ریاست کے دعویٰ پر نزاع ہوا تو دونوں نے نفیل ہی کو حکم مانا، نفیل نے عبدالمطلب کے حق میں فیصلہ کیا۔

(سبل الهدىٰ والرشاد:1/264)

سخت گیر والد

سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ کا خاندان بنی عدی قریش کے دس ممتاز گھرانوں میں سے ایک تھا۔ اگرچہ یہ خاندان بنو امیہ اور بنو ہاشم کی طرح نمایاں اور ممتاز نہیں تھا۔ اسلام سے قبل مکہ کی انتظامی تقسیم میں سفارت کاری کا شعبہ ان کے پاس تھا۔ اسی پرانے خاندانی پس منظر کا لحاظ رکھتے ہوئے نبی کریم ﷺ نے حدیبیہ کے موقع پر سیدنا عمر کو سفیر بنا کر مکہ بھیجنے کا ارادہ کیا۔ سیدنا عمر کے والد خطاب بن نفیل انتہائی سخت مزاج تھے۔ سیدنا عمر بتاتے ہیں کہ میں اپنے والد کے اونٹ چرایا کرتا تھا، ذرا سی کوتاہی پہ وہ بُری طرح مارا کرتے تھے۔ ان کی والدہ کا نام حنتمہ بنت ہاشم بن مغیرہ تھا اور وہ بنو مخزوم سے تھیں۔

(طبقات ابن سعد:266-293، والفاروق مع النبي ﷺ للدكتور عاطف لماضة، ص:6)
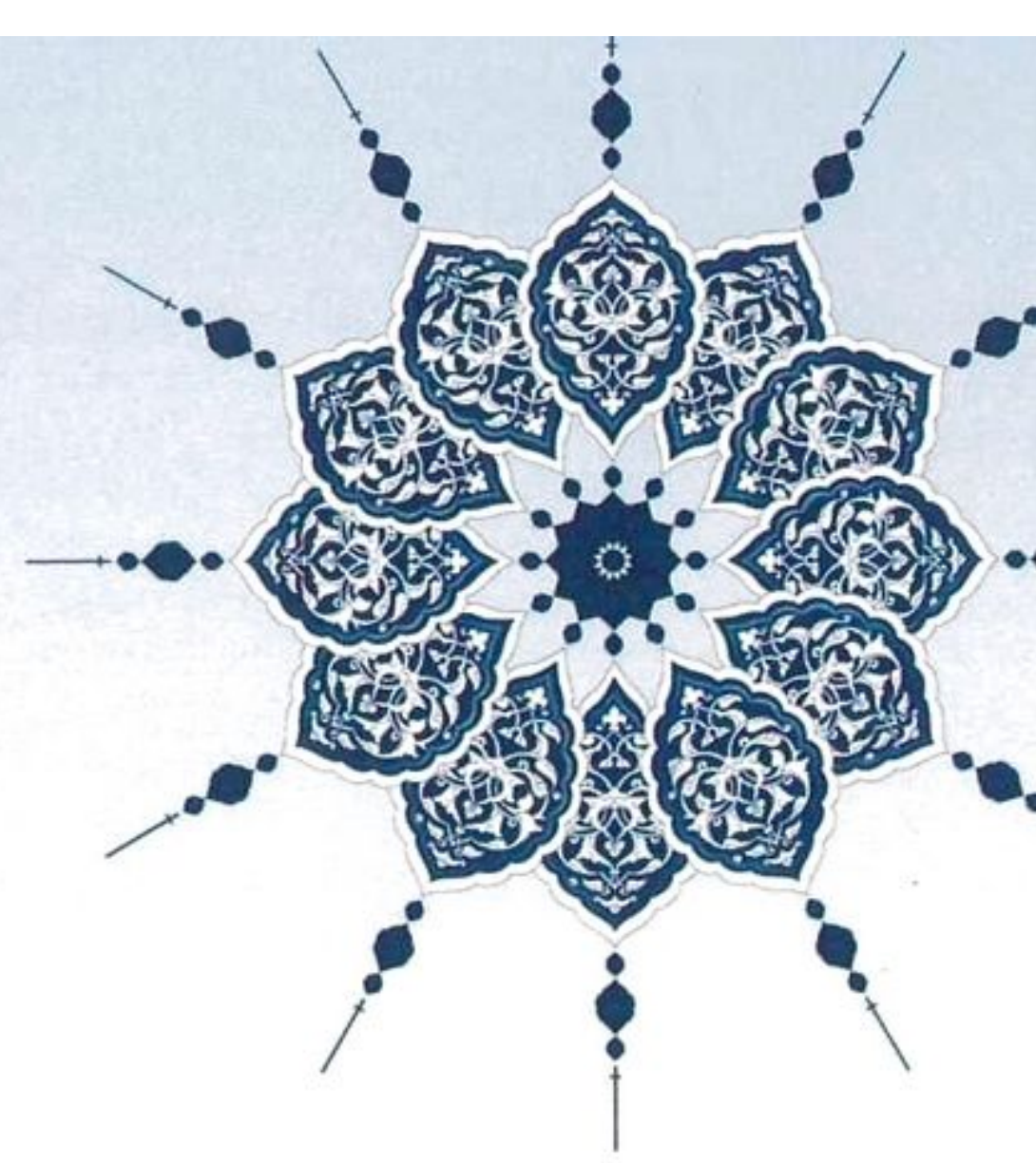
سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ کی شکل وشباہت

امیر المؤمنین سیدنا عمر فاروق کا حلیہ مبارک کیسا تھا؟ ان سے محبت اور عقیدت رکھنے والا ہر شخص خواہش رکھتا ہے کہ وہ ان کی شکل وشباہت کے بارے میں معلوم کرے۔

سیرت نگاروں نے بڑی تفصیل سے ان کے حلیہ کے بارے میں جو لکھا ہے آیئے اس کا خلاصہ پڑھتے ہیں۔

سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ عام الفیل سے تیرہ برس بعد پیدا ہوئے۔ ان کا رنگ نہایت سرخ وسفید تھا۔ آپ کا چہرہ سرخ گالوں، خوبصورت ناک اور پرکشش آنکھوں کا حسین امتزاج تھا۔ سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ دراز قد اور مضبوط جسم کے مالک تھے۔ آپ کے ہاتھ پاؤں خاصے بھاری تھے جنہیں دیکھ کر صحت مندی کا احساس ہوتا تھا۔ سر کے بال سامنے سے جھڑے ہوئے تھے۔

لمبے قد کی وجہ سے آپ ہر جگہ نمایاں نظر آتے۔ ہجوم میں آپ کو دیکھ کر ایسا محسوس ہوتا کہ آپ سوار ہیں اور دوسرے لوگ پیدل چل رہے ہیں۔ اپنی داڑھی کو مہندی لگاتے تھے مونچھیں قدرے لمبی تھیں۔

سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کی والدہ کے دادا مغیرہ اس رتبہ کے آدمی تھے کہ جب قریش کسی سے لڑنے کے لیے جاتے تو فوج کا اہتمام انہی کے ہاتھ میں ہوتا تھا۔ سیدنا خالد بن ولید رضی اللہ عنہ انہی کے پوتے تھے۔ مغیرہ کے بیٹے ہاشم بھی جو سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کے نانا تھے ایک ممتاز آدمی تھے۔

چلتے وقت تیز تیز قدم اٹھاتے اور بلند آواز سے گفتگو کرتے۔ آخری عمر تک وہ ایک طاقتور مضبوط اور توانا انسان تھے۔ بہت کم ہنستے تھے۔ کسی سے مذاق وغیرہ بالکل نہیں کرتے تھے۔

(الخليفة الفاروق عمر بن الخطاب، للدكتور العاني ص: 15- تهذيب الأسماء للنووي: 2/ 14)

چالیسواں مسلمان

سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے نبوت کے چھٹے سال ذوالحجہ کے مہینے میں 27 سال کی عمر میں اسلام قبول کیا۔ وہ سیدنا حمزہ بن عبد المطلب کے اسلام لانے کے تین دن بعد مسلمان ہوئے۔ فرماتے ہیں: ''میں جس دن مسلمان ہوا مسلمانوں کی تعداد 39 تھی۔ میں نے مسلمان ہو کر ان کی تعداد 40 کر دی۔ اللہ تعالی نے دین کو تقویت بخشی اور دین اسلام کھل کر سامنے آ گیا''۔

اُس وقت مسلمان ہونے والی عورتوں کی تعداد گیارہ تھی۔ چونکہ اہل مکہ کے ڈر سے کئی لوگ اپنے ایمان کو چھپاتے تھے۔ خصوصًا عورتوں کے قبول اسلام کے بارے میں لوگ کچھ نہیں جانتے تھے اس لیے سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے صرف مردوں کا ذکر کیا۔

(شرح المواهب: 1/ 317، والطنطاويات: ص22)

سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے والد کی بتوں سے شدید محبت

ابن ہشام کہتے ہیں: خطاب بتوں سے شدید محبت کرنے والا تھا جب کہ اس کے بھتیجے زید بن عمرو بن نفیل بتوں سے شدید نفرت کرتے تھے اور لوگوں کو ان کی عبادت سے روکتے تھے۔ وہ قریش کو ''حنیفیت'' یعنی ابراہیم علیہ السلام کے اصلی دین کی طرف بلاتے تھے۔ انہوں نے مکہ چھوڑنے کا ارادہ کیا تو خطاب بن نفیل نے صفیہ بنت الحضرمی کو ان پر نظر رکھنے کے لیے کہا۔ زید جب بھی مکہ چھوڑنے کا ارادہ کرتے صفیہ خطاب کو خبر کر دیتی۔ خطاب فورًا پہنچ جاتے اور زید کو سختی سے مکہ چھوڑنے سے منع کرتے۔

جب متعدد بار انہوں نے مکہ چھوڑنے کا ارادہ کیا اور باز نہ آئے تو خطاب نے حراء کے قریب پہاڑوں میں ان کو محبوس کر دیا۔ مکہ کے شریروں اور لونڈیوں سے کہا کہ اس کی رکھوالی کریں اسے کہیں جانے دیں نہ ہی مکہ میں داخل ہونے دیں تا کہ یہ لوگوں کو گمراہ نہ کر سکے۔

(طبقات ابن سعد: 266-293، والفاروق مع النبي ﷺ للدكتور عاطف لماضة، ص: 6)

سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ کا لڑکپن اور جوانی

آپ کو پہلوانی اور کشتی کے فن میں بھی کمال حاصل تھا‘ یہاں تک کہ عکاظ کے دنگل میں بڑی معرکے کی کشتیاں لڑتے تھے‘ عکاظ جبل عرفات کے پاس ایک مقام تھا جہاں سال کے سال اس غرض سے میلہ لگتا تھا کہ عرب کے تمام اہل فن جمع ہو کر اپنے کمالات کے جوہر دکھاتے تھے‘ اس لیے وہی لوگ یہاں پیش ہو سکتے تھے جو کسی فن میں کمال دکھاتے تھے‘ نابغہ ذبیانی‘ حسان بن ثابت‘ قس بن ساعدہ ایادی، سیدہ خنساء بنت عمرو‘ جن کو شاعری اور ملکہ تقریر میں تمام عرب مانتا تھا‘ اسی تعلیم گاہ کے تعلیم یافتہ تھے۔ سیدنا عمر کے بارے میں علامہ بلاذری نے کتاب الاشراف میں نقل کیا ہے کہ وہ عکاظ کے دنگل میں کشتی لڑا کرتے تھے‘ اس سے قیاس ہوسکتا ہے کہ حضرت عمر نے اس فن میں پورا کمال حاصل کیا تھا۔

شہسواری میں ان کا کمال تسلیم شدہ ہے۔ چنانچہ جاحظ نے لکھا ہے کہ وہ گھوڑے پر اچھل کر سوار ہوتے تھے اور گھڑ سواری میں مہارت کا مظاہرہ کرتے۔

ان کی خطیبانہ مہارت کی اگرچہ کوئی واضح شہادت موجود نہیں لیکن یہ امر تمام مؤرخین نے بالاتفاق لکھا ہے کہ اسلام لانے سے پہلے قریش نے ان کو سفارت کا منصب دے دیا تھا اور یہ منصب صرف اس شخص کو مل سکتا تھا جو خطابت اور معاملہ فہمی میں کمال رکھنے والا ہوتا تھا۔ (الفاروق،ص:47)

مکہ مکرمہ کے نزدیک واقع سوق عکاظ کے آثار

عائلی زندگی

سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے زمانہ جاہلیت میں تین شادیاں کیں۔ اُن کی پہلی شادی سیدنا عثمان بن مظعون کی ہمشیرہ سیدہ زینب بنت مظعون سے ہوئی، جنھوں نے اسلام قبول کیا اور ہجرت کی سعادت حاصل کی۔ انہی سے سیدہ حفصہ پیدا ہوئیں۔ سیدہ حفصہ کو اللہ کے رسول ﷺ کی زوجہ محترمہ بننے کا اعزاز حاصل ہوا۔ اس رشتے سے سیدہ زینب بنت مظعون آپ ﷺ کی خوش دامن تھیں۔ سیدہ حفصہ کے علاوہ ان سے عبداللہ، عبدالرحمٰن اور اکبر پیدا ہوئے۔ عبداللہ رضی اللہ عنہ نے تمام اولاد سے زیادہ شہرت پائی۔ سیدنا عمر نے قریبہ بنت ابی امیہ سے بھی شادی کی یہ ام المؤمنین سیدہ اُم سلمہ کی بہن تھیں۔

آپ نے تیسری شادی مُلیکہ بنت عمرو بن جرول الخزاعیہ سے کی جس سے عبیداللہ پیدا ہوئے۔ قریبہ بنت ابی اُمیہ اور مُلیکہ بنت عمرو نے اسلام قبول نہیں کیا۔ صلح حدیبیہ کے بعد یہ حکم نازل ہوا:

﴿وَلَا تُمْسِكُوا بِعِصَمِ الْكَوَافِرِ﴾

کافر عورتوں کو اپنی زوجیت میں نہ رکھو۔ سیدنا عمر نے ان دونوں غیر مسلم بیویوں کو طلاق دے دی۔

(فصل الخطاب في سيرة ابن الخطاب، للدكتور علي محمد الصلابي، وتفسير ابن كثير، الممتحنة:10)

ایک دانا اور بہادر خاتون سے شادی

سیدنا عمر فاروق نے ام حکیم بنت الحارث مخزومیہ سے بھی شادی کی یہ پہلے عکرمہ بن ابوجہل کی بیوی تھیں۔ فتح مکہ کے موقع پر اسلام قبول کیا۔ ان کے خاوند عکرمہ بن ابوجہل مسلمانوں کے ڈر سے یمن کی طرف فرار ہو گئے۔ ام حکیم نے رسول اللہ ﷺ سے عکرمہ کو امان دینے کی درخواست کی جو رسول اللہ ﷺ نے کمال شفقت اور رحمت کا مظاہرہ کرتے ہوئے قبول کر لی۔ ام حکیم عکرمہ بن ابوجہل کو واپس لانے کے لیے یمن کی طرف روانہ ہوئیں۔ حسن اتفاق سے عکرمہ انہیں واپس آتے ہوئے ملے۔ ام حکیم پوچھنے لگیں۔ کیا ماجرا ہے، تم واپس آ رہے ہو؟ عکرمہ بتانے لگے کہ جب ہماری کشتی بھنور میں پھنس گئی تھی تو کشتی والے کہنے لگے:

أَخْلِصُوا، فَإِنَّ آلِهَتَكُمْ لَا تُغْنِي عَنْكُمْ هٰهُنَا شَيْئًا

''خالص اللہ کو پکارو، یہاں تمہارے معبود کام نہیں آ سکتے''۔

حالت اسلام میں شادیاں

سیدنا عمر فاروق ؓ نے مدینہ طیبہ آ کر جمیلہ بنت ثابت انصاریہ سے شادی کی۔ یہ قبیلہ اوس سے تعلق رکھتی تھیں ان کا نام عاصیہ (گنہگار) تھا۔ رسول اللہ ﷺ نے ان کا نام بدل کر جمیلہ رکھا، ان سے عاصم پیدا ہوئے۔

سیدنا عمر فاروق ؓ نے اپنے چچازاد کی بیٹی عاتکہ بنت زید سے بھی شادی کی۔ یہ خاتون نہایت خوبصورت اور فصاحت و بلاغت میں یکتا تھیں۔ یہ سیدنا عمر فاروق ؓ کے بہنوئی سعید بن زید کی چھوٹی بہن تھیں۔

میں نے سوچا اگر ہمارے معبود سمندر میں کام نہیں آ سکتے تو یہ خشکی پر کیسے کام آ سکتے ہیں۔ اگر میری جان بچ گئی تو میں محمد ﷺ کی خدمت میں حاضر ہو کر ان کے دست مبارک پر بیعت کر لوں گا۔ ام حکیم اپنے خاوند کو لے کر جب رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئیں تو آپ ﷺ نے ان کا بھرپور استقبال کیا۔ یہ نہایت بہادر خاتون تھیں جنہوں نے مرج الصُّفر کی جنگ میں خیمہ کی لکڑی سے سات رومیوں کو قتل کر دیا۔ سیدنا عمر فاروق ؓ نے معرکہ یرموک میں عکرمہ کے شہید ہونے کے بعد ان سے نکاح کیا۔ ام حکیم سے ان کی بیٹی فاطمہ پیدا ہوئیں۔

(البداية والنهاية:144/7، اسد الغابة-الاصابة)

آل رسول سے رشتہ داری

سیدنا عمر فاروق ؓ کی خواہش تھی کہ ان کی آل رسول ﷺ سے رشتہ داری ہو جائے کیونکہ انہوں نے آپ ﷺ سے سن رکھا تھا:

كُلُّ سَبَبٍ وَنَسَبٍ وَصِهْرٍ يَنْقَطِعُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ إِلَّا سَبَبِي وَنَسَبِي وَصِهْرِي

ہر تعلق، نسب اور رشتہ داری قیامت کے دن منقطع ہو جائے گی سوائے میرے تعلق، نسب اور رشتہ داری کے (یہ قیامت کے دن بھی قائم رہیں گے)

سیدنا عمرو بن عاص نے ان کو مشورہ دیا کہ آپ سیدہ فاطمہ کی بیٹی ام کلثوم بنت علی سے شادی کر لیں۔ آپ کی آل رسول ﷺ سے رشتہ داری ہو جائے گی۔ سیدنا عمر فاروق ؓ نے یہ تجویز منظور کر لی اور نکاح کا پیغام بھیجا جو قبول کر لیا گیا۔ اس طرح ان کا نکاح سیدہ ام کلثوم بنت علی ؓ سے ہو گیا۔ انہوں نے چالیس ہزار درہم بطور حق مہر ادا کیے۔ ان سے ''زید الاکبر'' اور ''رقیہ'' پیدا ہوئیں۔ سیدنا عمر فاروق کی ایک شادی سیدہ سبیعہ بنت الحارث سے بھی ہوئی۔ ایک یمنی خاتون سیدہ ''لُهَیَّہ'' سے بھی شادی کی۔ ان کے بطن سے عبدالرحمٰن اصغر یا عبدالرحمٰن اوسط پیدا ہوئے۔

(أخبار عمر، للشيخ علي الطنطاوي۔)

(الإصابة، للحافظ ابن حجر -4/444-492، ومناقب أمير المؤمنين عمر بن الخطاب لابن الجوزي 206، وغيرهم)

جفا سے وفا کی طرف

اسلام قبول کرنے سے پہلے عمر بن خطاب اسلام کے شدید دشمن تھے۔جس شخص کے بارے میں معلوم ہوتا کہ اس نے اسلام قبول کرلیا ہے تو اس پر خوب ظلم کرتے اسے مارتے اور تنگ کرتے تھے۔انہوں نے اپنے خاندان آل خطاب پر خوب ظلم کیا۔جب پہلی ہجرت حبشہ ہوئی تو ان نفوس قدسیہ میں عامر بن ربیعہ اوران کی اہلیہ ام عبداللہ بھی شامل تھیں۔یہ دونوں سیدنا عمر فاروق ؓ کے رشتہ دار تھے۔جب یہ ہجرت حبشہ کی تیاری کر رہے تھے تو ایک دن سیدنا عمر فاروق ان کے گھر آئے عامر بن ربیعہ کسی کام سے گھر سے باہر تھے۔

سیدہ اُم عبداللہ لیلی بنت ابی حثمہ فرماتی ہیں کہ ہم عمر کی طرف سے بڑی تنگی، تکلیف اور ظلم برداشت کر چکے تھے۔عمر مجھ سے کہنے لگے ام عبداللہ کہیں جانے کا ارادہ ہے؟ میں نے کہا ہاں، اللہ کی قسم ہم اللہ کی زمین میں نکل جائیں گے، یہاں تک کہ اللہ ہمارے لیے کشادگی کا سامان فراہم فرمادے۔تم نے ہمیں تکلیف دی ہے، ہم پر ظلم کے پہاڑ توڑے ہیں۔میری بات سن کر سیدنا عمر ؓ نے دعائیہ کلمات کہے کہ اللہ تمہارا نگہبان ہو۔میں نے سیدنا عمر ؓ کو اس دن ایسی رقت آمیز حالت میں دیکھا کہ اس سے پہلے کبھی نہ دیکھا تھا۔عامر بن ربیعہ جب واپس آئے تو میں نے سارا قصہ کہہ سنایا۔عامر نے کہا شاید تیرا خیال ہے کہ عمر مسلمان ہوجائے گا؟ میں نے کہا ہاں، میرا یہی خیال ہے۔اُس نے کہا: میرے خیال میں تو ان کا مسلمان ہونا بہت مشکل ہے۔

سیدنا عمر فاروق ؓ کے بارے میں اندازہ لگانے میں لیلی ؓ اپنے خاوند سے زیادہ دور اندیش ثابت ہوئیں۔کمزور مسلمانوں کی ثابت قدمی نے کئی لوگوں کے دلوں میں اسلام کی جوت جگا دی تھی۔جاہلی عصبیت آہستہ آہستہ دلوں سے ہٹ رہی تھی۔سیدنا عمر فاروق ؓ ایک مرتبہ رات کے وقت حرم کعبہ میں تشریف لائے۔ان کی خوش قسمتی کے کیا کہنے کہ گھر سے تو شراب کی تلاش میں نکلے تھے؛ اُن کا منصوبہ یہ تھا کہ پہلے شراب پئیں گے پھر گپ شپ کے لیے عمر بن عمران مخزومی کے محلے میں جمنے والی مجلس میں بیٹھیں گے لیکن

قدرت کو کچھ اور ہی منظور تھا۔پہلے اُنہیں شراب فراہم کرنے والا بندہ نہ ملا۔پھر وہ مجلس کی طرف گئے وہاں بھی اُنہیں کوئی نظر نہ آیا۔چاروناچار اُن کے قدم خانہ کعبہ کی طرف اُٹھ گئے۔وہاں نبی کریم ﷺ نماز پڑھ رہے تھے۔سیدنا عمر فاروق خانہ کعبہ کے پردے کے پیچھے گھس کر قرآن سننے لگے۔رسول اللہ ﷺ سورۃ الحاقۃ کی تلاوت کررہے تھے۔سیدنا عمر فاروق قرآن کے الفاظ اوران کے معانی کی وسعت پر حیرت زدہ رہ گئے۔ان کا بیان ہے کہ میں نے دل میں سوچا: خدا کی قسم یہ تو شاعر ہے جیسا کہ قریش کہتے ہیں۔لیکن اتنے میں آپ نے یہ آیت تلاوت فرمائی:

﴿إِنَّهُ لَقَوْلُ رَسُولٍ كَرِيمٍ ﴿٤٠﴾ وَمَا هُوَ بِقَوْلِ شَاعِرٍ قَلِيلًا مَا تُؤْمِنُونَ﴾

یہ ایک بزرگ رسول کا کہا ہوا ہے۔یہ کسی شاعر کا قول نہیں ہے۔تم لوگ کم ہی ایمان لاتے ہو۔
(الحاقۃ: 40-41)

سیدنا عمر فاروق ؓ کہتے ہیں میں نے اپنے دل میں کہا: شاید یہ کوئی کاہن ہے۔لیکن اتنے میں آپ نے یہ آیت تلاوت فرمائی:

﴿وَلَا بِقَوْلِ كَاهِنٍ قَلِيلًا مَا تَذَكَّرُونَ ﴿٤٢﴾ تَنزِيلٌ مِّن رَّبِّ الْعَالَمِينَ﴾

''یہ کسی کاہن کا قول نہیں۔تم لوگ کم ہی نصیحت قبول کرتے ہو۔یہ تو رب العالمین کی طرف سے نازل شدہ ہے''۔

(الحاقۃ: 42 - 43)

سیدنا عمر فاروق ؓ کا بیان ہے کہ اسی وقت سے میرے دل میں اسلام جاگزیں ہونا شروع گیا۔
(سیرۃ ابن ہشام: 216/1، والریاض النضرۃ في مناقب العشرۃ: 279)

بہن اور بہنوئی کے قبول اسلام پر ردعمل

سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ کی بہن سیدہ فاطمہ بنت خطاب اور ان کے خاوند سیدنا سعید بن زید شروع میں ہی اسلام کی نعمت سے مالا مال ہو گئے تھے۔ سیدنا سعید رضی اللہ عنہ عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے چچازاد بھائی کے بیٹے تھے۔ ان کا دادا نفیل تھا اور یہ بنو عدی سے تعلق رکھتے تھے۔

جب سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے یہ سنا کہ ان کی بہن اور بہنوئی مسلمان ہو گئے ہیں تو وہ آگ بگولا ہو گئے۔ اور فوراً ان

آسمان میں فیصلہ

سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے بارے میں نبی ﷺ نے دعا فرمائی تھی اور آپ ﷺ کی دعا کے بارے آسمان میں فیصلہ ہو چکا تھا۔ ان کے اسلام لانے میں بنیادی طور پر نبی ﷺ کی دُعا کا اثر تھا۔ آپ ﷺ نے دعا فرمائی تھی:

"اَللّٰهُمَّ أَعِزَّ الْإِسْلَامَ بِأَحَبِّ الرَّجُلَيْنِ إِلَيْكَ،
بِأَبِي جَهْلِ بْنِ هِشَامٍ، أَوْ بِعُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ"

"اے اللہ ابوجہل بن ہشام یا عمر بن خطاب میں سے جو تجھے زیادہ پسند ہے اُسے اسلام کی توفیق دے کر اسلام کو قوت عطا فرما"۔

سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ اللہ تعالیٰ کو محبوب تھے۔ اللہ تعالیٰ نے ان کے لیے قبولِ اسلام کے اسباب فراہم فرما دیے۔

(صحیح سنن الترمذی حدیث:3681)

کے دروازے پر پہنچ کر دستک دی۔ اندر سے پوچھا گیا: کون؟

خطاب کا بیٹا عمر، جواب ملا۔ اس وقت گھر کے اندر موجود افراد قرآن کریم کی تلاوت میں مصروف تھے۔ انہوں نے عمر کی آواز سنی تو جلدی سے چھپ گئے اور قرآن مجید کے صفحات اسی طرح پڑے رہ گئے۔ عمر نے گھر میں قدم رکھا۔ بہن نے عمر کے تیور دیکھے تو جلدی سے قرآن کے صفحات کو چھپا لیا۔ عمر بن خطاب نے پوچھا: یہ کھسر پھسر کیسی تھی جو میں نے ابھی سنی ہے؟ اہلِ خانہ اس وقت سورۂ طٰہٰ کی تلاوت سے دلوں اور روحوں کی دنیا کو منور کر رہے تھے۔ انہوں نے کہا: کیا آپ کوئی اور بات نہیں کر سکتے؟ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے فوراً کہا: مجھے پتہ چلا ہے کہ تم لوگ بے دین ہو چکے ہو۔ یہ سُن کر سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کے بہنوئی نے کہا:

أَرَأَيْتَ يَا عُمَرُ، إِنْ كَانَ الْحَقُّ فِي غَيْرِ دِينِكَ؟

"عمر تم یہ کیوں نہیں سوچتے کہ ہو سکتا ہے کہ حق تمہارے ساتھ نہ ہو"۔

یہ سننا تھا کہ عمر نے اپنی جگہ سے چھلانگ لگائی اور اپنے بہنوئی کو داڑھی سے پکڑ لیا۔ دونوں آپس میں گتھم گتھا ہو گئے۔ عمر سعید سے طاقتور تھے۔ انہوں نے اپنے بہنوئی سعید کو پکڑ کر زمین پر پٹخ دیا، پاؤں سے روندا اور سینے پر چڑھ کر بیٹھ گئے۔

اسی اثنا میں سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کی بہن بھی اندر سے نکل آئیں تا کہ اپنے خاوند کو بچا سکیں۔ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے انہیں یکبارگی دور دھکیل دیا۔ وہ گر پڑیں اور زخمی ہو گئیں، پھر بہن نے غصے کی حالت میں کہا:

"اللہ کے دشمن کیا تو ہمیں اس لیے مارتا ہے کہ ہم ایک اللہ کو معبود مانتے ہیں؟" عمر نے گرجتے ہوئے کہا: ہاں اسی لیے، تو وہ بولیں:

مَا كُنْتَ فَاعِلاً فَافْعَلْ، أَشْهَدُ أَنْ لَا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ وَأَنَّ مُحَمَّدًا رَسُولُ اللّٰهِ

"جو جی میں آئے کر گزرو، میں تو یہی گواہی دیتی ہوں کہ اللہ کے سوا کوئی معبود برحق نہیں اور محمد ﷺ اللہ کے رسول ہیں"۔

لَقَدْ أَسْلَمْنَا عَلَى رَغْمِ أَنْفِكَ

"ہم تیری مرضی کے برعکس مسلمان ہو چکے ہیں"۔

جب سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے اپنی بہن کی یہ جرأت مندانہ باتیں سنیں تو سعید رضی اللہ عنہ کے سینے سے اٹھ کھڑے ہوئے اور سیدھے ہو کر بیٹھ گئے، پھر نرمی سے کہا:

أَعْطُونِي هَذِهِ الصَّحِيفَةَ الَّتِي عِنْدَكُمْ فَأَقْرَأَهَا

''مجھے اپنا وہ صحیفہ دیجیے، میں بھی اسے پڑھنا چاہتا ہوں''۔

بہن نے صحیفہ دینے سے انکار کر دیا۔ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے لہجے کو نرم کرتے ہوئے کہا: بہن دراصل تمہاری باتیں میرے دل میں گھر کر گئی ہیں۔ میں اس کلام کو دیکھنا چاہتا ہوں اور وعدہ کرتا ہوں کہ میں اس کی توہین نہیں کروں گا۔ بہن بولی: تم پلید ہو، اسے صرف پاکیزہ لوگ ہی چھو سکتے ہیں۔ اٹھو پہلے غسل کرو۔ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ اسی وقت گئے، غسل کیا اور بہن کے پاس آئے تو انہوں نے صحیفہ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کے ہاتھ میں دے دیا۔ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے اس صحیفے میں سورہ طٰہٰ اور دیگر کئی سورتیں پڑھیں۔ آغاز میں بسم اللہ الرحمٰن الرحیم پڑھی، ''الرحمٰن الرحیم'' ہی کہا تھا کہ اللہ کی ذات اور قرآن کی ہیبت اُن کے دل میں بیٹھ گئی، صحیفہ ہاتھ سے چھوٹ گیا، دوبارہ ہمت کر کے تلاوت شروع کی، یہ سورۂ طہٰ کی ابتدائی آیات تھیں۔ انہیں پڑھا تو تعجب سے کہا: حیرت ہے کہ قریش ایسے عمدہ کلام سے بھاگتے تھے پھر مسلسل پڑھتے رہے اور جب آیت نمبر 16 پر پہنچے تو یک دم بول اُٹھے۔

يَنْبَغِي لِمَنْ يَقُولُ هَذَا أَلَّا يُعْبَدَ مَعَهُ غَيْرُهُ، دُلُّونِي عَلَى مُحَمَّدٍ

''جس کا ایسا عمدہ کلام ہے اس کے علاوہ کسی اور کی عبادت نہیں ہونی چاہیے۔ مجھے محمد ﷺ کے پاس لے چلو''۔

(فضائل الصحابة، للإمام أحمد: 1/334، الطنطاويات: 17۔)

سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کی مردم شناسی

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں، سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کی زبان سے جب بھی یہ جملہ نکلتا کہ (إِنِّي لَأَظُنُّهُ كَذَا) میرا گمان اس طرح ہے۔ تو وہ گمان سچ ثابت ہو جاتا۔ آپ کے دور خلافت کا واقعہ ہے کہ ایک غیر معمولی شکل و شباہت کا آدمی آپ کے قریب سے گزرا۔ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے اُسے دیکھ کر فرمایا:

''میرا گمان ہے کہ یہ شخص دور جاہلیت میں کاہن تھا۔ اسے میرے پاس لاؤ''۔ جب اسے سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کے پاس لایا گیا تو آپ نے اس سے اپنے خیال کی تصدیق چاہی۔ وہ کہنے لگا۔

سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے اس سے سوال کیا کہ ماضی میں وہ کیا کرتا تھا؟ اس نے کہا: (كُنْتُ كَاهِنَهُمْ فِي الْجَاهِلِيَّةِ) اس نے اعتراف کیا کہ زمانہ جاہلیت میں وہ کاہن تھا۔ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے اس سے سوال کیا: ہمیں کوئی ایسی عجیب اور انوکھی بات بتاؤ جس کی خبر تمہیں تمہارے جن نے دی ہو۔ وہ کہنے لگا:

میں ایک دن بازار میں جا رہا تھا کہ میرا موکل جن گھبرایا ہوا میرے پاس آیا۔ اس نے کہا: کیا آپ کو خبر ہے کہ جنات ایک انقلاب کے آنے کے بعد نہایت خوف زدہ اور نا اُمید سے ہو گئے ہیں۔ وہ اپنا رخت سفر تک باندھ چکے ہیں۔ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے اس کی تائید کرتے ہوئے فرمایا:

یہ سچ کہتا ہے۔ ایک دفعہ میں ان کے بتوں کے پاس سویا ہوا تھا۔ اچانک ایک شخص آیا۔ اُس نے بتوں کے نام پر وہاں ایک بچھڑا ذبح کیا، پھر ایک چیخنے والے نے زور سے چیخ ماری۔ یہ اس قدر بلند چیخ تھی کہ اس سے بلند چیخ میں نے اپنی زندگی میں پہلے کبھی نہیں سنی تھی۔ وہ کہنے لگا:

ہائے ہم مارے گئے۔ ایک صائب الرائے اور فصیح شخص آ گیا ہے جو ''لا الٰہ الا اللہ'' کا اعلان کرتا ہے۔

سیدنا عمر فاروق کہتے ہیں: میں وہاں سے چل دیا، پھر تھوڑے عرصے بعد ہم نے سنا کہ ایک نبی کا ظہور ہوا ہے جو ''لا الٰہ الا اللہ'' کہتا ہے۔

سیرت نگاروں کے مطابق یہ واقعہ بھی سیدنا عمر فاروق کو اسلام کے قریب لانے کا سبب بنا۔

(صحيح البخاري حديث: 3866)

اللہ کے رسول ﷺ کی خدمت میں حاضری

سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ نبی کریم ﷺ کے سامنے اپنے ایمان کا اقرار کرنے کے لیے سعید بن زید کے گھر سے نکلے۔ تلوار آپ کے ہاتھ میں تھی۔ رسول اللہ ﷺ نے دار ارقم کو اُس وقت اپنا مرکز بنا رکھا تھا...... سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے دروازہ کھٹکھٹایا۔ وہاں موجود لوگوں نے سیدنا عمر کی آواز سنی تو گھبرا گئے۔ کوئی بھی آگے بڑھ کر دروازہ کھولنے کی جرأت نہ کر سکا کیونکہ سب جانتے تھے کہ عمر دین اسلام اور پیغمبر اسلام کا کس قدر دشمن ہے۔ لوگوں کو خوف زدہ دیکھ کر سیدنا حمزہ رضی اللہ عنہ آگے بڑھے...... پوچھا: کون ہے؟ اُنہوں نے کہا: عمر بن خطاب ہے۔ حمزہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: دروازہ کھول دو...... اگر اللہ کی طرف سے اس کے نصیب میں بھلائی لکھی ہے تو وہ مسلمان ہو جائے گا بصورت دیگر اُسے قتل کرنا کوئی مشکل کام نہ ہوگا۔ لوگوں نے دروازہ کھول دیا۔ حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ اور ایک دوسرے صحابی نے عمر بن خطاب کے دونوں کندھے جکڑ لیے اور مضبوطی سے پکڑ کر رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں پیش کر دیا۔ آپ ﷺ نے انہیں چھوڑنے کا حکم دیا، اور بنفس نفیس اٹھ کر آگے بڑھے اور اپنے دست مبارک سے سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کی کمر اور چادر کو پکڑ کر جھٹکا دیا اور دریافت فرمایا:

مَا جَاءَ بِكَ؟ يَا ابْنَ الْخَطَّابِ، وَاللّٰهِ! مَا أَرَى أَنْ تَنْتَهِيَ حَتّٰى يُنْزِلَ اللّٰهُ بِكَ قَارِعَةً

''ابن خطاب، کس ارادے سے آئے ہو؟ اللہ کی قسم! مجھے محسوس ہوتا ہے کہ تم اس وقت تک اپنی حرکتوں سے باز نہ آؤ گے جب تک اللہ کی طرف سے تم پر کوئی بڑی آفت نہ آن پڑے۔''

سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کہنے لگے: اللہ کے رسول! میں تو اللہ پر، اس کے رسول ﷺ پر اور اس کی کتاب پر ایمان لانے کے لیے حاضر ہوا ہوں۔ یہ سن کر اللہ کے رسول ﷺ نے بلند آواز سے اللہ اکبر کا نعرہ لگایا۔ اب سب سمجھ گئے کہ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ بھی دین اسلام میں داخل ہو گئے ہیں۔

(فضائل الصحابة للإمام أحمد: 344/1)

رسول اللہ ﷺ کے بعد مسلمانوں نے اس قدر زور سے تکبیر کہی کہ ان کی آواز مکہ کی گلیوں تک سنی گئی۔

رسول اللہ ﷺ نے اپنا ہاتھ تین مرتبہ حضرت عمر کے سینے پر مارا اور تینوں مرتبہ یہ دعا فرمائی:

اللّٰهُمَّ أَخْرِجْ مَا فِي صَدْرِهِ مِنْ غِلٍّ، وَأَبْدِلْهُ إِيمَانًا

''اے اللہ! عمر کے سینے میں موجود کینہ صاف کر دے اور ایمان سے بدل دے۔''

قریش کو سیدنا عمر فاروق کے اسلام لانے کی اطلاع

سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ جب میرے والد نے اسلام قبول کیا تو لوگوں سے پوچھا: مکہ میں سب سے زیادہ ادھر کی بات ادھر پھیلانے کی عادت کس شخص کی ہے؟ انہیں بتایا گیا: جمیل بن معمر جمحی یہ کام بہت شوق سے کرتا ہے۔ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ فوراً اس کی طرف چل دیے۔ میں ان کے پیچھے پیچھے تھا۔

سیدنا عمر رضی اللہ عنہ جمیل کے پاس پہنچے اور کہا: جمیل! کچھ سنا تم نے...... میں مسلمان ہو گیا ہوں۔

یہ سننا تھا کہ وہ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ سے کوئی بات کیے بغیر ہی فوری طور پر اپنی چادر گھسیٹتا ہوا کھڑا ہوا۔ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ اس کے پیچھے اور میں سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کے پیچھے تھا۔ مسجد حرام کے دروازے پر پہنچا اور چلا چلا کر کہنے لگا: قریشیو! خبردار ہو جاؤ۔ خطاب کا بیٹا بے دین ہو چکا ہے۔ لوگ کعبہ کے گرد اپنی مجلسوں میں بیٹھے تھے۔ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے جب اس کی بات سنی تو بولے: یہ جھوٹ بولتا ہے میں بے دین نہیں ہوا بلکہ مسلمان ہوا ہوں اور میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ کے سوا کوئی سچا معبود نہیں اور محمد ﷺ اللہ کے رسول ہیں۔ یہ سنتے ہی وہ سب سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کو مارنے کے لیے ان کی طرف بڑھے۔

سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے عتبہ بن ربیعہ کو پکڑ کر زمین پر دے مارا۔ اس کے سینے پر چڑھ کر بیٹھ گئے اور اسے مارنے لگے۔ انہوں نے اپنی انگلیاں اس کی آنکھوں میں زور سے چبھوئیں تو عتبہ درد کے مارے چلانے لگا۔

لوگ پیچھے ہٹ گئے۔ اب سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کھڑے ہو گئے اور کفار میں سے جو بھی آگے بڑھنے کی جرأت کرتا، کوئی نہ کوئی سردار اسے منع کر دیتا۔ آہستہ آہستہ سب ڈر کے مارے پیچھے ہٹ گئے۔ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے ان تمام مجالس میں جن میں وہ زمانہ کفر میں بیٹھا کرتے تھے اپنے قبولِ اسلام کا اعلان کیا۔

(الرياض النضرة: ص 319، و الرحيق المختوم: ص 150، 151)

دفاع اسلام میں سیدنا عمر کی کوششیں

سیدنا عمر فاروق فرماتے ہیں: جس روز میں نے اسلام قبول کیا، اسی وقت میں بیت اللہ میں گیا اور اپنے اسلام کا بہانگ دہل اعلان کر دیا۔ کچھ لوگ مجھ سے لڑنے کے لیے اٹھے۔ میں نے بھی ان کا مقابلہ شروع کر دیا۔ جب میرے ماموں نے یہ منظر دیکھا تو بولا: ''یہ کون لوگ ہیں؟'' لوگوں نے کہا: ''خطاب کا بیٹا بے دین ہو گیا ہے...'' میرا ماموں حطیم میں کھڑا ہوا اور بولا: ''میں نے اپنے بھانجے کو پناہ دے دی ہے کوئی اس کے نزدیک نہ آئے..'' میرے ماموں کا اعلان سن کر لوگ پیچھے ہٹ گئے۔''

میں دیکھ رہا تھا کہ مسلمانوں کو ان کے اسلام کی وجہ سے جا بجا اذیت دی جا رہی ہے، جبکہ مجھے کوئی نہیں مار رہا۔ میں نے اپنے دل میں کہا: مصیبتوں کے جو پہاڑ غریب مسلمانوں پر توڑے جا رہے ہیں وہ مجھ پر بھی ٹوٹنے چاہییں۔ میں تھوڑی دیر ٹھہر گیا۔ جب لوگ دوبارہ حطیم میں بیٹھ گئے تو میں اپنے ماموں کے پاس آیا اور ان سے کہا: ''سنو.'' وہ بولا: ''میں کچھ نہیں سن رہا..'' میں نے کہا: ''میں تمہاری پناہ تمہیں واپس کرتا ہوں.'' وہ بولا: ''میرے بھانجے! ایسا مت کر..'' میں نے کہا: ''میں تمہاری پناہ تمہیں واپس کرتا ہوں۔'' ''تو پھر جو چاہو کرو'' اس نے کہا۔

اس کے بعد سے یہی ہوتا رہا کہ کبھی قریش مجھے مارتے اور کبھی میں قریش کو مارتا...... اسلام کے غلبے تک یہی صورتحال رہی۔

(شرح المواهب: 320/1، وتاريخ ابن عساكر (مخطوط)، وأسد الغابة: 55/4۔)

دو بڑے اعزاز

امام نووی ؒ بیان کرتے ہیں: سیدنا عمر ؓ کا شمار اُن صحابہ کرام میں ہوتا ہے جو نبوت کے ابتدائی برسوں میں مسلمان ہوئے۔ آپ عشرہ مبشرہ میں سے ایک ہیں۔ خلفاء راشدین میں سیدنا ابوبکر صدیق ؓ کے بعد آپ کا نمبر آتا ہے۔ آپ کو رسول اللہ ﷺ کا سسر ہونے کا شرف حاصل ہے۔ آپ کی بیٹی سیدہ حفصہ ؓا امہات المومنین میں شامل ہیں۔

راہ حق میں سیدنا عمر ؓ کی استقامت

اسلام لانے کے بعد ایک مرتبہ ایسا بھی ہوا کہ سیدنا عمر ؓ کی مشرکین مکہ سے جھڑپیں طلوع صبح سے لے کر غروب آفتاب تک جاری رہیں۔ اس کے بعد آپ تھک کر بیٹھ گئے۔ انہیں بیٹھا دیکھ کر مشرکین آپ کے پاس آ کر کھڑے ہو گئے۔

آپ نے فرمایا: ''تم جو چاہو کرو...... اللہ کی قسم! اگر ہماری تعداد تین سو تک پہنچ جائے تو تمہارے اور ہمارے درمیان مکمل فیصلہ ہو جائے گا یا تو پھر تم رہو گے یا ہم رہیں گے''۔ ابھی وہ سب ایسے ہی کھڑے تھے کہ ایک معزز شخص ریشمی چادر اور کڑھائی والی قمیص پہنے آیا اور بولا: ''کیا بات ہے؟'' لوگوں نے کہا: ''خطاب کا بیٹا بے دین ہو گیا ہے۔''

وہ شخص بولا: ''خاموشی اختیار کرو...... ایک شخص نے اپنے لیے اپنی مرضی سے ایک دین پسند کیا ہے۔ کیا تم سمجھتے ہو کہ بنی عدی اسے تمہارے حوالے کر دیں گے؟''

اس شخص کا یہ جواب سن کر وہ سب آناً فاناً رفو چکر ہو گئے اور مطلع بالکل صاف ہو گیا۔

ابن عمر ؓ کہتے ہیں: میں نے ایک دفعہ مدینے میں آپ سے پوچھا: ''ابا جان! اُس دن آپ کو ان لوگوں سے چھڑانے والا شخص کون تھا؟'' حضرت عمر ؓ نے فرمایا: ''میرے بیٹے! وہ عاص بن وائل سہمی تھا۔''

(أسد الغابة: 56/4، وسيرة ابن هشام: 219/1، وغيرهما۔)

دُنیا کی سب سے قیمتی چیز

ایک مرتبہ سیدنا عمر فاروق ؓ عمرہ ادا کرنے کے لیے مکہ مکرمہ روانہ ہونے لگے تو اللہ کے رسول ﷺ نے فرمایا:

لَا تَنْسَانَا يَا أُخَيَّ فِي دُعَائِكَ

''اے میرے پیارے بھائی! ہمیں اپنی دعاؤں میں یاد رکھنا''۔

سیدنا عمر فاروق ؓ فرماتے ہیں کہ مجھے روئے زمین کی تمام قیمتی اشیاء رسول اللہ ﷺ کے اس لفظ «يَا أُخَيَّ» کے مقابلے میں ہیچ نظر آتی ہیں۔

(سنن أبي داود، حديث: 1498۔)

فاروق کا لقب

اسلام قبول کرنے کے فوراً بعد سیدنا عمر فاروق نے اللہ کے رسول ﷺ کی خدمت میں عرض کیا: اللہ کے رسول، کیا ہم لوگ حق پر نہیں ہیں؟

آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: ''بلاشبہ! اس ذات کی قسم جس کے قبضے میں میری جان ہے، تم لوگ حق پر ہو۔''

''پھر ہم چھپ کر کیوں رہیں؟ اللہ کی قسم! تم سب لوگ باہر نکلو گے''۔ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ جذبہ ایمانی سے سرشار ہو کر بولے۔

جب رسول اللہ ﷺ نے دیکھا کہ عمر رضی اللہ عنہ اسلام قبول کر چکے ہیں، اور آپ کے پیچھے اللہ کے شیر حمزہ رضی اللہ عنہ کی طاقتور شخصیت بھی موجود ہے اور اب اسلامی دعوت اس مرحلے پر پہنچ چکی ہے ، جہاں وہ اپنا دفاع کرنے اور راستے کی تکالیف دور کرنے کی صلاحیت رکھتی ہے، تو آپ ﷺ نے حضرت عمر کی تجویز قبول کر لی۔

چنانچہ مسلمان دو صفیں باندھ کر باہر نکلے۔ ایک صف کے آگے سیدنا حمزہ رضی اللہ عنہ تھے، جبکہ دوسری صف کی قیادت سیدنا عمر رضی اللہ عنہ فرما رہے تھے۔ جب مسلمان مسجد حرام میں داخل ہوئے اور قریش کی نظریں حمزہ بن عبد المطلب اور عمر بن خطاب رضی اللہ عنہما پر پڑیں، تو ان کے چہرے مرجھا گئے۔ اس دن آپ ﷺ نے سیدنا عمر بن خطاب کو ''فاروق'' کا لقب عطا فرمایا اور کہا:

إِنَّ اللَّـهَ قَدْ جَعَلَ الْحَقَّ عَلَى لِسَانِ عُمَرَ وَقَلْبِهِ، وَهُوَ الْفَارُوقُ فَرَّقَ اللَّهُ بِهِ بَيْنَ الْحَقِّ وَالْبَاطِلِ

''اللہ تعالیٰ نے عمر کی زبان اور دل پر حق جاری کر دیا ہے۔ وہ ''فاروق'' ہیں، جن کے ذریعہ اللہ تعالیٰ حق اور باطل کے درمیان فرق واضح کر دیتا ہے۔''

(الرياض النضرة: 188/1 ،شرح المواهب: 320/1)

سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کے مسلمان ہو جانے سے دعوت کے کام پر اثرات

سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

''جب سیدنا عمر رضی اللہ عنہ مسلمان ہوئے تو ہم طاقتور ہو گئے۔ اس سے پہلے ہم بیت اللہ کا طواف کر سکتے تھے نہ ہی ہمیں وہاں نماز پڑھنے کی اجازت تھی۔ جب سیدنا عمر رضی اللہ عنہ مسلمان ہوئے تو انہوں نے مشرکین کو للکارا، پھر ہم نے مسجد حرام میں نماز بھی پڑھی اور بیت اللہ کا طواف بھی کیا''۔

ایک اور روایت کے الفاظ یہ ہیں: سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کا اسلام لانا عظیم الشان فتح تھی...... ان کی ہجرت فتح کی نوید اور ان کی امارت باعث رحمت تھی۔ مجھے یاد ہے کہ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کے اسلام لانے سے پہلے ہم بیت اللہ کا طواف کر سکتے نہ اس کے قریب نماز پڑھ سکتے تھے۔ جب سیدنا عمر رضی اللہ عنہ مسلمان ہو گئے تو ہم نے مشرکین سے لڑائی کی یہاں تک کہ انہوں نے ہمارا راستہ چھوڑ دیا اور ہم نے حرم میں نماز ادا کی۔

(فضائل الصحابة للإمام أحمد: 344/1۔)

سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ کی تواضع

سیدنا عمر بن خطاب کا بچپن خاصا مشکل حالات میں گزرا۔ یہ کوئی خوشحال گھرانہ نہیں تھا۔ سخت گیر والد کے اونٹ چرانے کے علاوہ اپنی خالہ کی بکریاں بھی چرایا کرتے تھے۔ ان کی خالہ بنو مخزوم سے تعلق رکھتی تھیں۔

اپنی خلافت کے دور میں ایک دن ان کے دل میں یہ احساس پیدا ہوا کہ میں امیر المومنین ہوں۔ امت میں مجھ سے بڑا منصب کس کے پاس ہے؟ میرے اوپر اللہ کے سوا کوئی نہیں' یہ خیال آتے ہی انہوں نے لوگوں کو بلوایا، جب لوگ اکٹھے ہو گئے تو اللہ اکبر کہہ کر منبر پر چڑھ گئے' اللہ رب العزت کی حمد وثنا بیان کی اور آپ ﷺ پر درود وسلام پڑھنے کے بعد کہنے لگے: لوگو...... میں اپنی خالہ کی بکریاں چرایا کرتا تھا وہ مجھے اس کے عوض ایک مٹھی کھجور یا منقی دے دیا کرتی تھی۔

(ابن سعد: 293/3)

قارئین کرام یہ وضاحت انہوں نے اس لیے کی کہ ان کے دل میں خیال آ گیا تھا کہ میں بڑا آدمی ہوں اس لیے انہوں نے اصلاح نفس کے لیے فوری طور پر خود کو پست کر کے پیش کیا۔

سیدنا عمر فاروق کا علم

سیدنا عمر رضی اللہ عنہ قرآن وحدیث کی تعلیم، رہنمائی یا کسی بھی علم کے حصول کے موقع پر کبھی کسی سے پیچھے نہ رہے۔ وہ خود فرماتے ہیں:

میں اور میرا ایک انصاری پڑوسی جو میرے ساتھ مدینہ کے مضافات میں رہتا تھا۔ ہم دونوں، باری باری ایک ایک دن رسول اللہ ﷺ کی مجلس میں حاضر ہوتے تھے۔ جب میری باری ہوتی تو اس روز میں دن بھر اللہ کے رسول ﷺ سے علم حاصل کرتا اور جب اس کی باری ہوتی تو وہ بھی ایسا ہی کرتا تھا، پھر ہم تبادلہ خیالات کر لیتے تھے۔ (عمر بن الخطاب للدكتور أبي النصر، ص: 87، وصحيح البخاري، حديث: 89)

نبی ﷺ نے بذات خود سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کی وسعت علمی کی گواہی دی تھی۔ نبی ﷺ نے ارشاد فرمایا:

میں ایک دفعہ سو رہا تھا کہ خواب میں میرے پاس دودھ کا ایک پیالہ لایا گیا۔ میں نے اس پیالے سے دودھ پیا حتی کہ اس کی سیرابی کا اثر اپنے ناخنوں میں ظاہر ہوتا دیکھا، پھر میں نے باقی ماندہ دودھ عمر بن خطاب کو دے دیا۔ لوگوں نے آپ ﷺ سے سوال کیا۔ اللہ کے رسول۔ آپ نے اپنے اس خواب کی کیا تعبیر فرمائی؟ نبی ﷺ نے فرمایا: میں اس کی تعبیر علم سے کرتا ہوں۔ (صحيح البخاري، حديث: 7006، 7007۔)

سیدنا صہیب رومی رضی اللہ عنہ کا بیان

صہیب بن سنان رومی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: جب سیدنا عمر رضی اللہ عنہ مسلمان ہوئے تو اسلام کھل کر سامنے آ گیا اور سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے لوگوں کو علانیہ اسلام کی طرف بلایا۔ ہم بیت اللہ کے گرد حلقوں کی شکل میں بیٹھے، ہم نے بیت اللہ کا طواف کیا اور جس نے ہم سے سختی کی ہم نے اس کا ڈٹ کر مقابلہ کیا۔ (الطبقات الكبرى: 3/269۔)

سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ کا سفر ہجرت

سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے علانیہ ہجرت فرمائی۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں: مجھے حضرت علی رضی اللہ عنہ نے بتایا کہ سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ وہ شخص ہیں جنہوں نے علانیہ ہجرت کی جبکہ دیگر مہاجرین نے خفیہ ہجرت کی۔ انہوں نے کس شان سے ہجرت کی آیئے تاریخ کی روشنی میں پڑھتے ہیں:

جب ہجرت کا ارادہ فرمایا تو تلوار گلے میں لٹکائی، کندھے پر کمان رکھی، ہاتھ میں تیر تھامے، نیزہ پہلو میں رکھا اور سیدھے بیت اللہ کے پاس پہنچے۔ لوگ مسجد حرام کے صحن میں بیٹھے تھے۔ انہوں نے سب کی موجودگی میں بیت اللہ کے گرد اطمینان سے سات چکر مکمل فرمائے، پھر مقام ابراہیم پر پہنچے اور تسلی سے نماز ادا کی، پھر باری باری ہر مجلس میں پہنچے اور کہا: چہرے بد شکل ہو جائیں، اللہ تعالیٰ تم جیسے لوگوں کی ناک خاک آلودہ کریں۔ جو چاہتا ہے کہ اس کی ماں اسے گم پائے، اس کے بچے یتیم ہو جائیں اور اس کی بیوی بیوہ ہو جائے، وہ حرم سے باہر وادی میں آ کر میرا مقابلہ کرے۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: چند کمزور مسلمانوں کے سوا وہاں کوئی نہ آیا۔ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے انہیں تسلی دی اور پھر عازم سفر ہو گئے۔ (صحيح التوثيق في سيرة وحياة الفاروق: ص 30۔)

سیدنا عمر فاروق کی فراست

سیدنا عمر رضی اللہ عنہ خود بیان فرماتے ہیں کہ جب ہم نے ہجرت کا ارادہ کیا تو میں، عیاش بن ابی ربیعہ اور ہشام بن عاص بن وائل سہمی نے بنوغفار کے محلے میں ''تناضب'' نامی جگہ پر اکٹھے ہونے کا فیصلہ کیا۔ یہ علاقہ ''سرف'' نام کے ایک مقام سے کچھ اوپر واقع تھا۔ ہم نے طے کیا کہ ہم میں سے جو بھی پیچھے رہ گیا، دوسرے احباب اس کا انتظار نہیں کریں گے اور مدینہ کی طرف چل دیں گے۔ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

میں اور عیاش بن ابی ربیعہ مقررہ مقام پر پہنچ گئے۔ ہشام کو روک لیا گیا۔ وہ آزمائش میں مبتلا ہو گیا تھا۔ ہم مدینہ طیبہ پہنچ گئے، یہاں بنوعمرو بن عوف کے محلے میں آئے۔ یہ محلّہ قباء کے پاس تھا؛ ہم نے وہیں قیام کیا۔ اُدھر ابوجہل بن ہشام اور حارث بن ہشام مکہ سے عیاش بن ابی ربیعہ کے تعاقب میں نکلے۔ عیاش ان کا چچازاد بھائی تھا۔ وہ دونوں اس کے تعاقب میں مدینہ پہنچ گئے۔ اُس وقت نبی صلی اللہ علیہ وسلم مکہ ہی میں تھے۔ ان دونوں نے عیاش بن ربیعہ سے یہ گفتگو کی: تیری ماں نے نذر مانی ہے کہ وہ اس وقت تک سر میں کنگھی کرے گی نہ سائے میں آئے گی جب تک وہ تجھے نہ دیکھ لے۔

یہ سُن کر عیاش کا دل موم ہو گیا۔ میں نے اسے سمجھایا: اللہ کی قسم! یہ صرف تمہیں تمہارے دین سے بھٹکانے آئے ہیں...... ان سے بچ کر رہو۔ اللہ کی قسم! تمہاری ماں کو جب سر کی جوئیں تنگ کریں گی اور مکہ کی شدید دھوپ بے قرار کردے گی تو وہ کنگھی بھی کرے گی اور سائے میں بھی آجائے گی، لیکن عیاش نے کہا: نہیں، میں اپنی ماں کی قسم پوری کرنا چاہتا ہوں۔ میرا مکہ میں بہت سا مال بھی رہ گیا ہے وہ بھی لیتا آؤں گا۔ یہ سن کر سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: دیکھ! تجھے علم ہے کہ میرے پاس بہت زیادہ مال ہے تم ان کے ساتھ نہ جاؤ۔ میں تجھے اپنا آدھا مال دے دوں گا لیکن عیاش رضی اللہ عنہ نہ مانے۔ اس نے واپس جانے ہی پر اصرار کیا۔ آخر کار میں نے اس سے کہا: دیکھ! اگر تو نے ان کے ساتھ واپس جانے کا مصمم ارادہ کر ہی لیا ہے تو یہ میری اونٹنی لے جا۔ یہ بڑی اچھی اور تجربہ کار ہے اس سے نیچے نہ اُترنا۔ اگر تجھے ان سے دھوکے کے آثار نظر آئیں تو اسی اونٹنی پر نکل بھاگنا۔

عیاش اس اونٹنی پر سوار ہو کر ابوجہل اور حارث کے ساتھ واپس چل دیا۔ ابھی وہ راستے ہی میں تھے کہ ابوجہل نے اُس سے کہا: میرے بھائی! اللہ کی قسم! میرا اونٹ تنگ کرنے لگا ہے کیا تو مجھے اپنے ساتھ سوار نہیں کرسکتا؟ عیاش نے کہا۔ کیوں نہیں، اُس نے اونٹنی کو بٹھا دیا۔ ابوجہل نے بھی اپنا اونٹ بٹھا دیا تاکہ وہ اتر سکے اور عیاش کی اونٹنی پر سوار ہو سکے لیکن اچانک اسی اثنا میں دونوں نے عیاش پر حملہ کر دیا اور اُسے رسیوں سے جکڑ دیا۔ اسی حالت میں وہ اسے لے کر مکہ پہنچ گئے۔

مکہ پہنچ کر ابوجہل نے کہا: مکہ والو، اپنے بیوقوفوں کے ساتھ ایسا ہی کرو جیسا ہم نے اپنے اس بے وقوف کے ساتھ کیا ہے۔ ابوجہل اور حارث بن ہشام نے بھرپور منصوبہ بندی کی اور عیاش کو دھوکہ دینے میں کامیاب رہے، مگر سیدنا عمر فاروق نے اپنی خداداد فراست سے پہچان لیا کہ اس کے ساتھ دھوکا ہوگا اور اسے قید کر لیا جائے گا۔ یہ ان کی بے حد ذہانت اور فراست کا منہ بولتا ثبوت ہے۔

(السيرة النبوية الصحيحة: 205/1، والرحيق المختوم، للشيخ صفي الرحمن المباركفوري)

سیدنا عمر فاروق کی دور اندیشی

قریش کا مشہور سالار عمیر بن وہب معرکہ بدر کے بعد رسول اللہ ﷺ کو قتل کرنے کے ارادے سے مدینہ طیبہ آیا۔ اس وقت سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ چند لوگوں کے ساتھ بیٹھے بدر کے واقعات کی یاد تازہ کر رہے تھے۔ اللہ تعالیٰ نے اُس دن اہل اسلام کو جو عزت عطا فرمائی اس کا تذکرہ ہو رہا تھا۔ اچانک سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کی نگاہ شیطان قریش عمیر بن وہب پر پڑی۔ اُس نے مسجد کے دروازے پر اپنی سواری بٹھائی۔ اُس کے ہاتھ میں برہنہ تلوار تھی۔ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے کہا:

یہ کتا تو اللہ کا دشمن عمیر بن وہب ہے۔ ہو نہ ہو یہ کسی بُرے ارادے سے آیا ہے۔ یہی وہ شخص ہے جس نے کفار کو بھڑکا کر مسلمانوں کے خلاف میدان جنگ میں لا کھڑا کیا۔ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ پھرتی سے رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں گئے اور عرض کیا: اللہ کے رسول: اللہ کا دشمن عمیر بن وہب ننگی تلوار لیے آرہا ہے۔

نبی ﷺ نے فرمایا: اسے میرے پاس لاؤ۔ عمر رضی اللہ عنہ نے اسے اس کی تلوار کے نیام کی پٹی سے، جو اس کی گردن میں حمائل تھی، مضبوطی سے پکڑ کر قابو میں کر لیا، پھر انصاری ساتھیوں سے کہا:

اسے اسی حالت میں اللہ کے رسول ﷺ کے پاس لے چلو اور وہاں بٹھا دو۔ اس خبیث کا خیال رکھنا کیونکہ اس کا کوئی اعتبار نہیں۔ وہ لوگ اسے اپنی گرفت میں لے کر رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ جب نبی ﷺ نے اسے اس حالت میں دیکھا تو صحابہ کرام سے فرمایا:

اسے چھوڑ دو...... اب آپ ﷺ عمیر سے مخاطب ہوئے: عمیر، میرے قریب آجاؤ۔ وہ قریب آیا تو اس نے اِنْعَمُوا صَبَاحًا (صبح بخیر) کہا۔ یہ اہل جاہلیت کا آپس میں سلام کرنے کا طریقہ تھا۔ نبی کریم ﷺ نے فرمایا:

أَكْرَمَنَا اللّٰهُ بِتَحِيَّةٍ خَيْرٍ مِنْ تَحِيَّتِكَ يَا عُمَيْرُ، بِالسَّلَامِ، تَحِيَّةِ أَهْلِ الْجَنَّةِ. فَقَالَ: فَمَا جَاءَ بِكَ يَا عُمَيْرُ؟

عمیر! ہمیں اللہ تعالیٰ نے تم سے بہتر سلام عطا فرمایا ہے جو اہل جنت کا سلام ہے۔ پھر آپ ﷺ نے پوچھا: عمیر! تم یہاں کس غرض سے آئے ہو؟

عمیر نے کہا: میں بدر کی جنگ میں گرفتار ہونے والے اپنے قیدی بیٹے کی خبر لینے آیا ہوں۔ آپ اس سے اچھا سلوک کیجیے۔ نبی کریم ﷺ نے پوچھا: اگر تم اسی کام کے لیے آئے ہو تو پھر تمہارے پاس اس تلوار کا کیا کام؟ وہ بولا: اللہ ان تلواروں کا برا کرے جنھوں نے ہمیں کوئی فائدہ ہی نہیں پہنچایا۔ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: عمیر، سچ سچ بتاؤ، تم یہاں کس مقصد سے آئے ہو؟ اس نے پھر باصرار کہا: میں تو اسی کام کے لیے آیا ہوں۔ تب نبی ﷺ نے فرمایا: عمیر...... تم غلط کہہ رہے ہو۔ کیا یہ سچ نہیں کہ تم اور صفوان بن امیہ حطیم میں بیٹھے تھے۔ تم نے بدر کے مقتول قریشی سرداروں کو ذلت کے ساتھ کنویں میں پھینکے جانے کا تذکرہ کیا...... پھر تم نے کہا: اگر مجھے اپنے قرضے اور اہل وعیال کا ڈر نہ ہو تو میں مدینے جا کر محمد ﷺ کو قتل کر سکتا ہوں۔ صفوان بن امیہ نے مجھے قتل کرنے کی شرط پر تمہارا قرضہ ادا کرنے اور تمہارے بچوں کی پرورش کا ذمہ لے لیا۔ عمیر، یاد رکھو اللہ میرے اور تمہارے درمیان حائل ہے۔

یہ سن کر عمیر حیران وششدر رہ گیا۔ وہ فوراً بول اُٹھا: میں گواہی دیتا ہوں کہ آپ اللہ کے رسول ہیں۔ اللہ کے رسول! ہم آپ کے اس دعوے کو جھٹلاتے تھے کہ آپ کے پاس آسمان سے خبریں آتی ہیں۔ میرے اور صفوان کے درمیان ہونے والے معاملہ کی ہم دونوں کے سوا کسی کو کانوں کان خبر نہیں تھی۔ اللہ کی قسم! مجھے یقین ہو گیا ہے کہ آپ ﷺ کے پاس یہ خبر آسمان ہی سے آئی ہے۔ یقیناً تعریف کے لائق ہے وہ ذات جس نے مجھے ہدایت عطا فرمائی، سیدھی راہ پر چلا دیا اور اس کے اسباب بھی فراہم فرما دیے۔ عمیر نے اس کے بعد حق کی شہادت دی۔ نبی ﷺ نے ارشاد فرمایا: اپنے بھائی کو دین کی تعلیم دو، اسے قرآن سکھلاؤ اور اس کا قیدی بھی چھوڑ دو۔ صحابہ رضی اللہ عنہم نے اسی طرح کیا۔ (صحيح السيرة النبوية لإبراهيم العلي: 259-)

اس قصے سے سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کی فہم وفراست اور بیداری کا پتہ چلتا ہے جو اُنہی کا خاصہ تھی۔ جب عمیر آئے تو فوراً خبردار ہو گئے، اس سے محتاط رہنے کی تلقین کی اور اعلان کر دیا کہ یہ شیطان ہے۔ یہ کسی بُرے ارادے سے آیا ہے کیونکہ اس کی سابقہ زندگی سے سیدنا عمر رضی اللہ عنہ بخوبی آگاہ تھے۔

بے سود ریاضت پر اظہار تأسف

عیسائی راہب اپنے مذہب پر کار بند رہنے اور اسے پھیلانے کے لیے بڑی محنت اور مشقت کرتے ہیں۔
ایک دن سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ ایک راہب کے عبادت خانے کے قریب سے گزرے اور اُسے پکارا: اے راہب! آواز سن کر راہب بالاخانے سے جھانکنے لگا۔ سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے اس کی طرف دیکھا کچھ غور کیا...... اور پھر ان کی آنکھوں میں آنسو آگئے۔ دیکھنے والوں نے پوچھا: امیر المؤمنین آپ کی آنکھوں میں آنسو؟ ارشاد فرمایا: اس راہب کو دیکھ کر مجھے اللہ تعالیٰ کا فرمان یاد آگیا۔

﴿ عَامِلَةٌ نَّاصِبَةٌ ۝٣ تَصْلَىٰ نَارًا حَامِيَةً ﴾

"(کچھ چہرے اس دن) سخت محنت کے باعث تھکے ہوں گے اور بھڑکتی ہوئی آگ میں داخل ہوں گے"۔

میری آنکھوں میں اس لیے آنسو آگئے کہ اس قدر محنت اور مشقت کرنے والے راہب کل جہنم کی بھڑکتی ہوئی آگ میں ڈالے جائیں گے۔ حالانکہ انہوں نے عبادت و ریاضت بہت کی ہوگی۔ مگر یہ عبادت اور جدوجہد غلط طریقے پر کرتے رہے۔ (تفسیر ابن کثیر: 444/6)

واضح رہے کہ اس آیت کے مصداق وہ بدعتی لوگ بھی ہیں جو نیک عمل کی محنت تو بہت کرتے ہیں مگر یہ نیک اعمال سنت مطہرہ کے مطابق نہیں کرتے اور قرآن وسنت کو چھوڑ کر اپنے پیشواؤں کے پیچھے لگ جاتے ہیں۔
اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

﴿ يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا أَطِيعُوا اللَّهَ وَأَطِيعُوا الرَّسُولَ وَلَا تُبْطِلُوا أَعْمَالَكُمْ ﴾ (محمد-۳۳)

اے ایمان والو! اللہ اور رسول کی اطاعت کرو اور اپنے اعمال کو ضائع مت کرو۔
یعنی جو کام اللہ کے مقرر کردہ طریقے اور رسول اللہ ﷺ کی سنت کے مطابق نہیں ہونگے، وہ سب بے کار اور برباد ہیں۔

اطاعت رسول ﷺ میں مستعدی

غزوہ بدر کے قیدیوں میں ایک شخص سہیل بن عمرو بھی تھا۔ یہ شخص قریش کا سردار ہی نہیں بلکہ ان کا خطیب بھی تھا۔ یہ اللہ کے رسول ﷺ کے بارے میں ہرزہ سرائی کیا کرتا تھا۔ جس سے سیدنا عمر فاروق بخوبی واقف تھے اس لیے انہوں نے اللہ کے رسول ﷺ سے عرض کی:
اللہ کے رسول! مجھے اجازت مرحمت فرمائیں، میں اس کے اگلے دونوں دانت توڑ ڈالوں۔ اسے اپنے الفاظ پر پورا کنٹرول نہیں رہے گا اور یہ آپ ﷺ کے خلاف کبھی ہرزہ سرائی نہیں کر سکے گا۔ نبی ﷺ نے فرمایا:
"میں اس کی شکل نہیں بگاڑوں گا، کہیں ایسا نہ ہو کہ اللہ تعالیٰ میرے ساتھ بھی یہی سلوک کرے حالانکہ میں اس کا نبی ہوں۔ ممکن ہے کہ وہ آنے والے وقت میں مسلمان ہو جائے"۔
پھر ایسا ہی ہوا کہ وہ فتح مکہ کے موقع پر اسلام کی نعمت سے بہرہ ور ہوگئے۔ ان کا اسلام اس قدر پختہ ہوا کہ اللہ کے رسول ﷺ کی وفات کے بعد جب مکہ کے چند افراد نے اسلام سے مرتد ہونے کا ارادہ کیا اور مکہ کے گورنر عتاب بن اسید ان لوگوں سے خائف ہو کر چھپ گئے تو سہیل بن عمرو نے ان سے خطاب کیا۔ اللہ کی حمد وثنا بیان کی، پھر نبی ﷺ کی وفات کا تذکرہ کیا اور کہا کہ آپ ﷺ کی وفات سے اسلام کمزور نہیں ہوا بلکہ مزید طاقتور ہوا ہے۔ جس نے ہمارے دین میں شک کیا، ہم اس کی گردن اڑا دیں گے۔ ان کے اس جاندار موقف کے بعد ان لوگوں نے اپنی رائے بدل ڈالی اور اسلام پر قائم رہے۔
(البداية والنهاية: 311/3۔ التاريخ الاسلامی للحمیدی: 181/4)

غزوہ احد میں دشمن کو مسکت جواب

سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ کی ایک نمایاں خوبی یہ تھی کہ وہ جہاد کے میدانوں میں ہمت نہیں ہارتے تھے۔ وہ نہایت بلند ہمت تھے اور ذلت ورسوائی کا راستہ ہرگز اختیار نہیں کرتے تھے، چاہے انہیں شکست کے واضح آثار ہی نظر آنے لگیں۔ ہر حال میں وہ ثابت قدم رہتے تھے۔

احد کے دن ایسا ہی معاملہ پیش آیا۔ غزوہ اُحد دوسرا بڑا معرکہ تھا جس میں رسول اللہ ﷺ بنفس نفیس شریک تھے۔ معرکے کے اختتام پر ابوسفیان ایک جگہ کھڑا ہو گیا اور بولا: کیا تم لوگوں میں محمد موجود ہیں؟

نبی ﷺ نے فرمایا: اسے جواب نہ دینا۔

پھر بولا: کیا تم لوگوں میں ابوقحافہ کا بیٹا موجود ہے؟

آپ ﷺ نے فرمایا: اس کا جواب نہ دو۔

پھر اس نے سوال کیا: کیا تم لوگوں میں خطاب کا بیٹا ہے؟

جب آپ ﷺ نے ہر دفعہ جواب دینے سے منع فرما دیا تو وہ بولا:

یہ سب قتل ہو گئے...... اگر زندہ ہوتے تو جواب دیتے۔

یہ سن کر سیدنا عمر رضی اللہ عنہ ضبط نہ کر سکے اور کڑک کر بولے۔ اللہ کے دشمن! تو جھوٹ بولتا ہے۔ اللہ نے تیری رسوائی کا بہت کچھ سامان باقی رکھا ہوا ہے۔

ابوسفیان نے کہا: أُعْلُ هُبَلُ ''ہبل! تو بلند ہو''۔

نبی کریم ﷺ نے فرمایا: اسے جواب دو۔ لوگوں نے پوچھا: کیا جواب دیں؟ نبی ﷺ نے فرمایا:

قُولُوا: اللّٰهُ أَعْلَى وَأَجَلُّ

''کہو: اللہ سب سے بلند اور بزرگ تر ہے''۔

ابوسفیان نے کہا: لَنَا عُزّٰى وَلَا عُزّٰى لَكُمْ

''ہمارے پاس عُزّیٰ ہے اور تمہارے پاس عُزّیٰ نہیں ہے''۔

نبی کریم ﷺ نے فرمایا: أَجِيبُوهُ ''اس کا جواب دو''۔

صحابہ نے پوچھا: کیا جواب دیں؟ نبی کریم ﷺ نے فرمایا:

قُولُوا: اللّٰهُ مَوْلَانَا وَلَا مَوْلَى لَكُمْ

''تم جواب دو کہ اللہ ہمارا کارساز ہے اور تمہارا کوئی کارساز نہیں''۔

ابوسفیان نے کہا: آج کا دن بدر کے دن کا بدلہ ہے اور لڑائی میں تو ایسا ہوتا رہتا ہے کبھی فتح تمہاری کبھی ہماری، ہاں البتہ تم اپنے مقتولین کی نعشوں کے بعض اعضاء کٹے ہوئے پاؤ گے، جس کا میں نے حکم نہیں دیا...... لیکن یہ کام مجھے بُرا بھی نہیں لگا۔

ایک روایت میں ہے کہ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے کہا: ہمارا تمہارا معاملہ برابر نہیں ہے۔ ہمارے مقتولین جنت میں اور تمہارے جہنم میں ہیں۔

پھر ابوسفیان آگے بڑھا اور پوچھا: عمر! میں تمہیں قسم دیتا ہوں۔ بتاؤ کیا ہم نے محمد ﷺ کو قتل کر دیا ہے؟

سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے کہا: اللہ کی قسم! ہرگز نہیں، بلاشبہ وہ اس وقت تمہاری باتیں سن رہے ہیں۔

ابوسفیان نے کہا: تم میرے نزدیک ابن قمئہ سے زیادہ سچے اور قابل اعتبار ہو۔ ابن قمئہ نے مجھ سے کہا تھا کہ اس نے محمد ﷺ کو قتل کر دیا ہے۔

(السيرة النبوية الصحيحة: 392/2، والرحيق المختوم للشيخ صفي الرحمن المباركفوري۔)

سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ کا رعب ودبدبہ

1۔ قریش کے تمام قبائل معرکہ بدر میں مسلمانوں کے بالمقابل آئے، لیکن بنوعدی یعنی حضرت عمر کے قبیلے میں سے ایک شخص بھی شریک نہیں ہوا۔ یہ امر جہاں تک قیاس کیا جا سکتا ہے صرف حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے رعب ودبدبہ کے باعث تھا۔

2۔ سب سے پہلے جو شخص اس معرکہ میں شہید ہوا وہ مہجع نامی سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کا غلام تھا۔

سیدنا عمر رضی اللہ عنہ اور ابوجندل

صلح حدیبیہ میں رسول اللہ ﷺ اور سہیل بن عمرو کے درمیان معاہدہ طے پایا۔ معاہدے کی ایک شرط یہ تھی کہ اگر اپنے سرپرست کی اجازت کے بغیر اہل مکہ میں سے کوئی شخص مسلمانوں سے آن ملے گا، تو مسلمان اسے واپس کرنے کے پابند ہوں گے۔

ابھی یہ معاہدہ لکھا ہی جا رہا تھا کہ سہیل بن عمرو کا اپنا بیٹا ابوجندل بن سہیل اپنی بیڑیاں گھسیٹتے ہوئے رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں آ پہنچا۔ وہ مکہ کے نشیبی علاقے سے نکل کر آیا تھا۔ یہاں پہنچ کر وہ مظلومیت کی تصویر بن کر مسلمانوں کے درمیان آ موجود ہوا۔

سہیل نے کہا: یہ پہلا معاملہ ہے جس کے ذریعے آپ کے اور میرے درمیان معاہدے کا امتحان ہوگا۔ معاہدے کی رو سے آپ اسے واپس کرنے کے پابند ہیں۔ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: ابھی تو ہمارے درمیان تحریر مکمل بھی نہیں ہوئی؟! اس نے کہا: اگر آپ نے اسے واپس نہ کیا تو میں آپ سے صلح کا کوئی معاملہ طے ہی نہیں کروں گا۔ آپ ﷺ نے فرمایا: سہیل...... تم اسے میری خاطر ہی چھوڑ دو۔ اس نے کہا: میں آپ کی خاطر بھی نہیں چھوڑ سکتا۔ آپ نے اصرار کیا تو سہیل نے بیٹے کے منہ پر ایک زوردار طمانچہ رسید کیا۔ اور مشرکین کی طرف واپس کرنے کے لیے ان کی قمیص کا گلا پکڑ کر اپنی طرف گھسیٹا۔ ابوجندل نے مسلمانوں کی طرف منہ کر کے فریاد کی اور چیخ کر کہنے لگے: کیا میں مشرکین کے حوالے کر دیا جاؤں گا؟ تاکہ وہ مجھے میرے دین سے برگشتہ کرنے کی کوشش کریں۔

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ابوجندل! صبر کرو، اور اس تکلیف کو اجر وثواب کا باعث سمجھو۔ اللہ تعالیٰ تمہارے لیے اور دوسرے کمزور و بے بس مسلمانوں کے نجات کا راستہ پیدا فرمائے گا۔ ہم نے قریش سے صلح کر لی ہے اور انہیں اللہ کا عہد دے رکھا ہے لہذا ہم بدعہدی نہیں کر سکتے۔

یہ دردناک منظر دیکھ کر سیدنا عمر اچھل کر ابوجندل کے قریب آ پہنچے وہ ان کے پہلو میں چلتے جا رہے تھے اور کہتے جا رہے تھے: ابوجندل! صبر کرو۔ یہ مشرک لوگ ہیں ان کا خون بے قیمت ہے۔ اور ساتھ ساتھ اپنی تلوار کا دستہ بھی ان کے قریب کرتے جا رہے تھے۔ سیدنا عمر کا خیال تھا کہ ابوجندل ان کی تلوار لے کر اپنے باپ سہیل کی گردن اڑا دیں گے، لیکن وہ باپ کے بارے میں ایسی جرأت نہ دکھا سکے اور معاہدہ نافذ ہوگیا۔

(الرحيق المختوم، للشيخ صفي الرحمن المباركفوري: ص 467۔)

سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کا امتیازی کردار

غزوہ بنو مصطلق میں سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کا کردار بہت نمایاں تھا۔ ہوا یوں کہ رسول اللہ ﷺ غزوہ سے فارغ ہو کر ابھی مُریسیع کے چشمہ پر ہی قیام پذیر تھے کہ کچھ لوگ چشمہ سے پانی لینے گئے۔ ان میں سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ کا ایک مہاجر مزدور جہجاہ بن قیس غفاری بھی تھا۔ اس کی ایک انصاری سنان بن وبر جہنی کی پانی لینے پر تکرار ہوگئی اور دونوں آپس میں لڑ پڑے۔

سنان جہنی نے اپنے لوگوں کو پکارا اور ندا لگائی: يَا مَعْشَرَ الْأَنْصَارِ! ''انصار کے لوگو، مدد کے لیے پہنچو''۔ ادھر جہجاہ نے آواز دی: يَا مَعْشَرَ الْمُهَاجِرِينَ! ''مہاجر بھائیو، مدد کو پہنچو''۔ اللہ کے رسول ﷺ خبر پاتے ہی وہاں تشریف لے گئے اور فرمایا: اور میں یہ کیسی آوازیں سن رہا ہوں۔ ایسے تو زمانہ جاہلیت میں لوگ اپنے قبیلوں کو پکارا کرتے تھے۔ دَعُوهَا فَإِنَّهَا مُنْتِنَةٌ ''اس پکار کو چھوڑ دو یہ متعفن ہے۔''

رئیس المنافقین عبداللہ بن ابی نے سنا تو بولا: کیا واقعی اس مہاجر نے ایسا کیا ہے؟ خبردار! اللہ کی قسم! جب ہم واپس مدینہ پہنچیں گے تو ہم میں سے عزت والا ذلت والے کو مدینہ سے نکال باہر کرے گا۔ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے اس کی یہ بات سن لی۔ وہ نبی ﷺ کی خدمت میں آئے اور کہا: اللہ کے رسول مجھے اجازت دیجیے، میں اس منافق کی گردن اتار دوں۔ نبی ﷺ نے فرمایا: اسے چھوڑ دو۔ ایسا نہ ہو کہ لوگ کہیں: محمد اپنے ہی ساتھیوں کو قتل کرنے لگا ہے۔

(السيرة النبوية لابن هشام: 319/3۔)

اسلام دشمنوں کے لیے ننگی تلوار

رمضان المبارک 8 ہجری میں اللہ کے رسول ﷺ اپنے صحابہ کرام کے ساتھ مکہ مکرمہ کی طرف پیش قدمی کر رہے تھے۔ جب آپ ﷺ مَرُّ الظَّهْرَان نامی جگہ تشریف لائے تو ابوسفیان کو اپنی جان کا ڈر پیدا ہو گیا۔ اللہ کے رسول ﷺ کے چچا سیدنا عباس ؓ نے رسول اللہ ﷺ کی طرف سے معافی نامہ دلوانے کی پیشکش کی تو ابوسفیان اس پر آمادہ ہو گیا۔ سیدنا عباس ؓ اس قصے کو بیان کرتے ہوئے کہتے ہیں:

میں نے ابوسفیان سے کہا: تیرا ستیاناس! اللہ کے رسول ﷺ تو اب سر پر آن پہنچے۔ اللہ کی قسم، قریشیو! اپنی جانیں بچاؤ ورنہ مارے جاؤ گے۔ ابوسفیان بولا: عباس! تم پر میرے ماں باپ قربان! اب کونسا حیلہ اختیار کرنا ہوگا؟ میں نے جواب دیا: اگر تو پکڑا گیا تو رسول اللہ ﷺ ضرور تجھے قتل کر دیں گے۔ تم میرے خچر پر سوار ہو جاؤ میں تجھے رسول اللہ ﷺ سے امان لے دیتا ہوں۔ ابوسفیان میرے پیچھے سوار ہو گیا۔ میں اسے لے کر چلا۔ راستے میں جب ہم مسلمانوں کے کسی روشن الاؤ کے قریب سے گزرتے تو انہوں نے کہا: یہ کون ہے؟ جب لوگ رسول اللہ ﷺ کے خچر پر مجھے دیکھتے تو صرف اتنا کہتے: اللہ کے رسول کے خچر پر آپ ﷺ کے چچا ہیں،

پھر وہ راستے سے ہٹ جاتے تھے۔ جب میں سیدنا عمر ؓ کے قریب سے گزرا تو انہوں نے کہا: یہ کون ہے؟ عباس ؓ فرماتے ہیں: سیدنا عمر ؓ فوراً میری طرف بڑھے۔ ابوسفیان کو میرے پیچھے سوار دیکھا تو چیخ اٹھے: اللہ کا دشمن ابوسفیان! اللہ کا شکر ہے کہ تو کسی پیشگی عہد اور امان کے بغیر ہی قابو آ گیا۔ یہ سُن کر ابوسفیان بھاگ کھڑا ہوا اور جلدی سے رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں پہنچ گیا۔ سیدنا عمر ؓ بھی اس کا پیچھا کرتے ہوئے آ پہنچے۔ سیدنا عمر ؓ نے کہا: اللہ کے رسول! ابوسفیان کسی عہد کے بغیر ہی قابو آ گیا ہے۔ مجھے اجازت دیجیے میں اس کی گردن اُڑا دوں۔

سیدنا عباس ؓ کہتے ہیں: میں نے کہا اللہ کے رسول! ابوسفیان کو میں نے پناہ دی ہے۔ جب سیدنا عمر ؓ زیادہ جذباتی ہو گئے تو میں نے سیدنا عمر ؓ سے کہا: عمر ٹھہر جاؤ، اگر بنو عدی کا کوئی آدمی ہوتا تو تیرا رویہ اتنا سخت نہ ہوتا۔ بنو عبد مناف سے ہونے کی وجہ سے تم ابوسفیان کے قتل کے درپے ہو۔

سیدنا عمر ؓ نے سیدنا عباس ؓ کو مخاطب کیا اور یوں گویا ہوئے: ٹھہرو عباس! سن لو۔ جس دن تم مسلمان ہوئے میں بہت خوش ہوا۔ تمہارا مسلمان ہونا مجھے اپنے باپ خطاب کے مسلمان ہونے سے زیادہ پسند ہے۔ کیونکہ مجھے علم ہے کہ تمہارا اسلام لانا پیغمبر ﷺ کو خطاب کے اسلام لانے سے زیادہ محبوب ہے۔ نبی ﷺ نے یہ بحث سن کر فرمایا:

اِذْهَبْ بِهِ يَا عَبَّاسُ إِلَى رَحْلِكَ فَإِذَا أَصْبَحْتَ فَأْتِنِي بِهِ

''عباس! اب اسے اپنی قیام گاہ پر لے جاؤ صبح ہوتے ہی اسے میرے پاس لے آنا''۔

اس قصے سے سیدنا عمر ؓ کی غیرت ایمانی کا اندازہ ہو سکتا ہے کہ اللہ کا ایک دشمن حضرت عباس ؓ کی آڑ میں مجاہدین اسلام کے قریب سے ذلت و رسوائی کی حالت میں گزر رہا ہے۔ سیدنا عمر ؓ اللہ کی رضا اور جہاد فی سبیل اللہ کے جذبہ سے غیرت کا مظاہرہ کرتے ہوئے اس کی گردن اُڑا دینا چاہتے تھے لیکن اللہ تعالیٰ نے ابوسفیان کی قسمت میں بھلائی رکھی تھی، اس لیے اللہ تعالیٰ نے انہیں اسلام کی توفیق عنایت فرمائی اور نہ صرف اُن کا خون اور مال محفوظ کر دیا، بلکہ ان کی آخرت بھی سنوار دی۔

(الفاروق مع النبي ﷺ، للدكتور عاطف لمّاضة: ص 42)

سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کی دانشمندانہ رائے

حضرت ابوہریرہ ؓ فرماتے ہیں: ہم اللہ کے رسول کے گرد جمع تھے۔ اس اجتماع میں ابوبکر ؓ اور عمر ؓ بھی موجود تھے۔ نبی ﷺ اچانک مجلس سے اٹھ کر کہیں چلے گئے۔ کافی دیر تک جب واپسی نہ ہوئی تو ہمیں بڑی فکر دامن گیر ہوئی۔ ہم ڈر گئے کہ کہیں نبی ﷺ کے ساتھ کوئی حادثہ تو پیش نہیں آ گیا۔ ہم سب فوری طور پر آپ کی تلاش میں نکل کھڑے ہوئے۔ سب سے پہلے میں گھبرا کر آپ ﷺ کی تلاش میں نکلا اور ایک باغ کے قریب پہنچا۔ یہ باغ انصار کے قبیلے بنونجار کا تھا۔ میں نے باغ کے گرد چکر لگایا لیکن اندر داخلے کا کوئی راستہ نہ ملا۔ اچانک میں نے دیکھا کہ پانی کا ایک نالہ باہر سے باغ کے اندر جا رہا ہے۔ میں نے اپنا جسم سکیڑا اور اسی نالے کے سوراخ سے اندر داخل ہو گیا۔ اللہ کے رسول ﷺ باغ میں موجود تھے۔

نبی کریم ﷺ نے سوال کیا: آنے والا شخص ابوہریرہ ہے؟ میں نے عرض کیا: جی ہاں، اللہ کے رسول! نبی کریم ﷺ نے فرمایا: کیا بات ہے؟ میں نے عرض کیا: آپ ہمارے ساتھ تھے، پھر آپ اٹھ کر چل دیے، دیر تک واپس نہ آئے، ہم گھبرا گئے، مبادا آپ کو کوئی حادثہ پیش آ گیا ہو۔ میں سب سے پہلے آپ کی تلاش میں نکلا۔ اس باغ تک آ پہنچا اور لومڑی کی طرح سکڑ کر اس نالے سے رینگتا ہوا اندر آ گیا۔ دوسرے لوگ بھی میرے پیچھے آ رہے ہیں۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

اِذْهَبْ بِنَعْلَيَّ هَاتَيْنِ؛ فَمَنْ لَقِيتَهُ مِنْ وَّرَاءِ الْحَائِطِ
يَشْهَدُ أَنْ لَّا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ مُسْتَيْقِنًا بِهَا قَلْبُهُ فَبَشِّرْهُ بِالْجَنَّةِ

(ابوہریرہ میرے پیغام کی تصدیق کے لیے) میرے یہ نعلین لے جاؤ اور اس باغ سے باہر تمہیں ملنے والا ہر وہ شخص جو یقین کے ساتھ یہ گواہی دیتا ہو کہ اللہ کے علاوہ کوئی معبود برحق نہیں، اسے جنت کی بشارت دے دو۔

میں نکلا تو سب سے پہلے مجھے سیدنا عمر ؓ ملے۔ اور پوچھنے لگے: یہ نعلین کیسے ہیں؟ میں نے کہا یہ اللہ کے رسول ﷺ نے بنفس نفیس مجھے عطا فرمائے ہیں اور ارشاد فرمایا ہے کہ جو شخص بھی مجھے ایسا ملے جو دل کے یقین سے یہ گواہی دیتا ہو کہ اللہ کے سوا کوئی معبود برحق نہیں، اسے میں جنت کی بشارت دے دوں۔

سیدنا عمر ؓ نے اپنا ہاتھ میرے سینے پر مارا۔ میں پشت کے بل زمین پر گر پڑا، پھر سیدنا عمر ؓ نے کہا: ابوہریرہ! واپس چلو۔ میں رسول اللہ ﷺ کے پاس واپس آیا اور سیدنا عمر ؓ کی شکایت کرنے ہی لگا تھا کہ پیچھے سے عمر بھی آ گئے۔ مجھے دیکھتے ہی رسول اللہ ﷺ نے دریافت فرمایا: ابوہریرہ کیا ہوا؟ میں نے عرض کیا: میری ملاقات سیدنا عمر ؓ سے ہوئی۔ میں نے انہیں آپ کا پیغام سنایا تو انہوں نے میرے سینے پر ہاتھ مارا۔ میں پشت کے بل زمین پر گر پڑا۔ نبی ﷺ سیدنا عمر ؓ کی طرف متوجہ ہوئے اور وجہ دریافت فرمائی۔ سیدنا عمر ؓ نے عرض کیا:

آپ نے ابوہریرہ کو یہ پیغام دے کر بھیجا تھا؟ نبی ﷺ نے فرمایا: ہاں! اس پر سیدنا عمر ؓ نے عرض کیا: اللہ کے رسول ﷺ! ایسا نہ کیجیے۔ مجھے ڈر ہے کہ ایسی باتیں سن کر لوگ عمل میں سستی کریں گے۔ یہ سن کر نبی ﷺ نے ابوہریرہ ؓ کو منع فرما دیا۔

(صحيح مسلم، حديث:31، محض الصواب في فضائل أمير المؤمنين عمر بن الخطاب:258/1-)

غزوہ حنین میں
سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کی ثابت قدمی

غزوہ حنین میں جب مشرکین نے اچانک مسلمانوں پر حملہ بول دیا تو لوگوں میں افراتفری پھیل گئی۔ جس کا جدھر منہ اٹھا، ادھر ہی بھاگ کھڑا ہوا۔ اس موقعے پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میدان کے دائیں طرف چلے گئے، پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

أَيُّهَا النَّاسُ؟ هَلُمُّوا إِلَيَّ...... أَنَا رَسُولُ اللَّهِ! أَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِاللَّهِ

''اے لوگو! میری طرف آؤ۔ میں اللہ کا رسول ہوں۔ میں محمد بن عبداللہ ہوں۔''

لیکن لشکر اسلام میں ابتری اس قدر پھیل چکی تھی کہ کسی نے بھی آپ کی آواز نہیں سنی۔ اونٹ ایک دوسرے کے اوپر چڑھے جا رہے تھے اور لوگ اِدھر اُدھر بھاگ رہے تھے۔ ایسے میں چند ہی لوگ ایسے تھے جو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ثابت قدم رہے۔ ان خوش نصیب و باہمت لوگوں میں سیدنا عمر فاروق بھی تھے۔ جو لوگ ہر حال میں آپ کے ساتھ رہے ان میں مہاجرین و انصار کے بعض لوگ اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے اہل بیت شامل تھے۔ سیدنا عمر فاروق کے علاوہ ان میں سیدنا ابوبکر تھے اور آپ کے اہل بیت میں سے سیدنا علی بن ابی طالب، اور عباس بن عبدالمطلب، ان کے بیٹے فضل، ابوسفیان بن حارث، ان کے بیٹے، ربیعہ بن حارث رضی اللہ عنہم اور کچھ دیگر صحابہ شامل تھے۔

(سيرة ابن هشام: 289/2، وتاريخ الطبري: 128/3، وغيرهما.)

خیر کے کاموں میں سبقت

سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کو خیبر سے ایک قطعہ اراضی حصہ میں ملا۔ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کیا: اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم! مجھے ایسا مال ملا ہے کہ پہلے کبھی ایسا مال نہیں ملا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم مجھے اس بارے میں کیا مشورہ دیں گے؟ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

إِنْ شِئْتَ حَبَسْتَ أَصْلَهَا وَتَصَدَّقْتَ بِهَا

''اگر تم مناسب سمجھو تو زمین کی ملکیت اپنے پاس رکھو اور اس کی پیداوار کو صدقہ کر دو''۔

چنانچہ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے اس کا پھل فقراء، غلاموں، عزیز و اقارب، مسافروں اور مہمانوں کے لیے صدقہ کر دیا، جبکہ اس کی زمین کے بارے میں کہا: یہ فروخت ہو گی نہ ہبہ کی جا سکے گی اور نہ وراثت میں دی جا سکے گی۔ اس کا نگران اس کا پھل ضرورت کے مطابق کھا لے یا اپنے کسی دوست کو کھلا دے تو اس میں کوئی حرج نہیں، لیکن ذخیرہ کرنے کے لیے پھل لے جانے کی اجازت نہیں ہو گی۔

(صحيح البخاري، حديث: 2772۔)

خلافت کی ذمہ داریاں سنبھالنے سے قبل سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ تجارت کیا کرتے تھے۔ وہ ایک کامیاب تاجر تھے۔ اس پیشے کی آمدنی نے انہیں مکہ کے مالدار افراد میں شامل کر دیا تھا۔ وہ تجارت کی غرض سے جس شہر کا رخ کرتے تجارت کے ساتھ ساتھ اس کے خصائص و معارف کا علم بھی حاصل کر لیتے تھے۔ وہ گرمیوں میں شام اور سردیوں میں یمن جایا کرتے تھے، مگر خلیفہ بننے کے بعد انہوں نے تجارت چھوڑ دی۔

(عمر بن الخطاب
للدكتور محمد احمد ابو النصر ص:17)

سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کے اس کردار سے ان کی فضیلت کے ساتھ ساتھ بھلائی کے کاموں میں بڑھ چڑھ کر حصہ لینے کا اندازہ ہوتا ہے اور یہ بھی پتا چلتا ہے کہ وہ دنیائے فانی پر آخرت کو ترجیح دیتے تھے۔

سیدنا عمر فاروق بحیثیت راوی حدیث

سیدنا عمر ؓ نبی ﷺ کی مجلس میں بڑے ادب اور دھیان سے بیٹھتے تھے۔ مسائل کی وضاحت طلب فرماتے اور ہر خاص وعام معاملہ کی اچھی طرح تحقیق کرتے تھے۔ انہوں نے نبی ﷺ سے پانچ سو انتالیس 539 احادیث روایت کی ہیں۔ ایک دوسری روایت کے مطابق یہ تعداد پانچ سو سینتیس 537 ہے۔ ان میں سے صحیح بخاری میں چونتیس 34 اور صحیح مسلم میں اکیس روایات موجود ہیں۔ چھبیس 26 روایات ایسی ہیں جو صحیح بخاری اور صحیح مسلم دونوں میں موجود ہیں اور بقیہ روایات دیگر کتب حدیث میں موجود ہیں۔

(عمر بن الخطاب للدكتور علي الخطيب، ص 112,109)

سیدنا عمر فاروق ؓ کا سلسلہ نسب اور کنیت

سیدنا عمر فاروق ؓ کا نسب نامہ اللہ کے رسول ﷺ کے ساتھ کعب بن لؤی بن غالب پر پہنچ کر ایک ہو جاتا ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے اسلام قبول کرنے کے بعد کئی صحابہ کے نام تبدیل کیے یعنی اُن کے نام اسلامی تعلیمات کے مطابق نہیں تھے۔ سیدنا عمر ؓ کا نام زمانہ جاہلیت میں عمر تھا اور اسلام قبول کرنے کے بعد بھی یہی رہا۔ ان کی کنیت ابوحفص تھی۔ یہ کنیت رسول اللہ ﷺ نے انہیں غزوہ بدر والے دن عطا فرمائی۔ آپ کا لقب فاروق تھا۔ اس لقب کی وجہ تسمیہ یہ تھی کہ سیدنا عمر فاروق ؓ نے مکہ مکرمہ میں سب کے سامنے اپنے اسلام لانے کا اعلان کیا اللہ تعالیٰ نے ان کی وجہ سے کفر اور ایمان کے درمیان واضح فرق اور امتیاز پیدا کر دیا۔

(الشيخان ابوبكر و عمر براوية البلاذري ص:2271)

سیدنا عمر ؓ کے لیے رسول اللہ ﷺ کا تحفہ

حضرت عبداللہ بن عمر ؓ فرماتے ہیں: ایک دفعہ سیدنا عمر ؓ نے ایک آدمی کو ریشم کا حلہ فروخت کرتے ہوئے دیکھا۔ سیدنا عمر ؓ کو اچھا لگا تو اس تاجر کو لے کر نبی ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کیا: اللہ کے رسول ﷺ! اسے خرید لیجیے تاکہ وفود کی آمد کے وقت آپ ﷺ اسے پہن سکیں۔ نبی ﷺ نے فرمایا:

إِنَّمَا يَلْبَسُ الْحَرِيرَ مَنْ لَّا خَلَاقَ لَهُ فِي الآخِرَةِ

''ریشم تو وہ پہنتا ہے جس کا آخرت میں کوئی حصہ نہ ہو''۔

کچھ عرصہ بعد نبی کریم ﷺ نے اسی جیسا ایک حلہ سیدنا عمر ؓ کی طرف بھیج دیا۔ سیدنا عمر ؓ اسے اٹھائے ہوئے نبی ﷺ کے حضور پیش ہوئے اور عرض کیا:

بَعَثْتَ إِلَيَّ بِهَذِهِ وَقَدْ قُلْتَ فِي حُلَّةِ عُطَارِدٍ مَّا قُلْتَ؟

''آپ نے یہ لباس مجھے بھیج دیا، حالانکہ آپ نے عطارد کی ریشمی حلے کے بارے میں یہ اور یہ الفاظ ارشاد فرمائے تھے۔ نبی کریم ﷺ نے فرمایا:

إِنَّمَا بَعَثْتُ إِلَيْكَ لِتُصِيبَ بِهَا مَالًا

''میں نے اس لیے یہ بھیجا کہ تم اس کے ذریعے کچھ مال حاصل کر سکو''۔

ایک روایت میں ہے کہ سیدنا عمر ؓ نے اسے اپنے ایک غیر مسلم بھائی کو مکہ ارسال کر دیا۔

صحيح مسلم، حديث:2068، صحيح البخاري، حديث:5981۔

سیدنا عمر کی فقہی بصیرت

اقرع بن حابس اور عیینہ بن حصن اپنی قوم کے سرداروں میں سے تھے۔ یہ ایک مرتبہ ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کیا: خلیفۃ المسلمین! ہمارے قریب ایک سنگلاخ زمین ہے۔ اس میں گھاس کی پتی بھی پیدا نہیں ہوتی اور نہ ہی کوئی اور مفید چیز اُگتی ہے۔ اگر آپ مناسب سمجھیں تو وہ زمین ہمیں الاٹ کر دیں تا کہ ہم وہاں کھیتی باڑی کر سکیں۔ ہو سکتا ہے مستقبل میں وہ زمین نفع مند ثابت ہو۔ سیدنا ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے اپنے گرد بیٹھے احباب سے مشورہ طلب فرمایا۔ لوگوں نے الاٹ کرنے کا مشورہ دے دیا، چنانچہ سیدنا ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے بھی اس کی منظوری دے دی۔ اور ایک تحریر لکھ دی جس پر سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ کی گواہی ڈال دی۔ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ اس وقت موجود نہ تھے۔

وہ دونوں سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کے پاس پہنچے تا کہ بطور گواہ انہیں اس معاہدے کا پابند کیا جا سکے۔ جس وقت وہ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کے پاس پہنچے، اس وقت وہ اپنے ایک اونٹ کو تیل مل رہے تھے۔ دونوں نے کہا: اے عمر! آپ کو سیدنا ابو بکر رضی اللہ عنہ نے ایک معاہدے کا گواہ مقرر کیا ہے۔ اب یہ معاہدہ ہم آپ کو پڑھ کر سنائیں یا آپ خود پڑھ لیں گے۔ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: تم مجھے دیکھ رہے ہو کہ میں مصروف ہوں۔ تم چاہو تو پڑھ کر سنا دو یا انتظار کرو کہ میں فارغ ہو کر پڑھ لوں۔ کہنے لگے کہ ہم آپ کو پڑھ کر سنا دیتے ہیں۔ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے یہ معاہدہ سنا تو اسے ان کے ہاتھوں سے لے کر مٹا دیا۔ وہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے اس عمل پر سخت ناراض ہوئے اور کچھ نازیبا الفاظ بھی سُنا دیے۔

سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تم دونوں سے تالیف قلب فرماتے تھے۔ ان دنوں ہماری کچھ مجبوریاں تھیں۔ اب اللہ تعالیٰ نے اسلام کو طاقت اور عزت عطا فرما دی ہے، اس لیے تم دونوں واپس جاؤ اور اپنی محنت کرو۔ اب اللہ تعالیٰ کی طرف سے تم دونوں کے لیے کوئی رعایت نہیں ہے۔

وہ دونوں حیرانی اور پریشانی کی حالت میں سیدنا ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض

کیا: ہمیں یہ معلوم نہیں کہ خلیفہ آپ ہیں یا عمر۔ سیدنا ابو بکر رضی اللہ عنہ نے جواب دیا: اگر وہ تسلیم کر لیتے تو وہی خلیفہ ہوتے۔ اسی دوران میں سیدنا عمر رضی اللہ عنہ بھی وہاں پہنچ گئے۔ وہ غصے میں تھے۔ آتے ہی سیدنا ابو بکر رضی اللہ عنہ سے پوچھا: مجھے یہ بتائیے کہ جو زمین آپ نے ان دونوں کو الاٹ کی ہے وہ آپ کی ملکیت ہے یا تمام مسلمانوں کی؟ سیدنا ابو بکر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: سب مسلمانوں کی! سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے کہا:

آپ نے یہ زمین صرف ان دونوں کو کیوں الاٹ کر دی؟ سیدنا ابو بکر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: میں نے اپنے اردگرد بیٹھے احباب سے مشورہ کیا تھا۔ وہ سب یہ زمین انہیں الاٹ کرنے پر راضی تھے۔ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے کہا: اگر یہ چند لوگ راضی ہو بھی گئے تو اسے تمام مسلمانوں کی رضا کیسے سمجھا جا سکتا ہے؟ ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے فرمایا: عمر! میں نے اس وقت تم سے کہا تھا کہ اس امر خلافت میں تم مجھ سے زیادہ قوی ہو لیکن تم نے ہی مجھے اس کام کے لیے مجبور کیا۔

(محض الصواب في فضائل أمير المؤمنين عمر بن الخطاب:1/262۔)

قارئین کرام: یقیناً سیدنا ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے اپنے فیصلے کو واپس لے لیا۔ اور اس واقعہ سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ بلاشبہ خلفائے راشدین کے زمانے میں اسلامی ریاست کا دارومدار شورائی نظام پر تھا۔ معلوم ہوتا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے خلفاء ہر چھوٹے بڑے معاملہ میں مسلمانوں سے مشورہ لیا کرتے تھے اور وہ اپنے بھائیوں سے مشورے کے بغیر قطعی فیصلہ کرنے سے گریز کرتے تھے۔

مذکورہ بالا واقعہ سے ہمیں یہ بھی پتہ چلا کہ اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں زکاۃ کے جو آٹھ مصارف بیان کیے ہیں اُن میں ایک ''مؤلفۃ القلوب'' بھی ہے۔ خلفاء یا جج یہ فیصلہ کرنے کے مجاز ہیں کہ ان حالات میں تألیف قلب کی مد میں کچھ دینے کی ضرورت ہے یا نہیں۔ سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے مطابق اُس وقت تألیف قلب کے طور پر اُنہیں یہ زمین الاٹ کرنے کی ضرورت نہیں تھی۔

سیدنا ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے بھی اُن کے نقطۂ نظر سے اتفاق کیا۔

(استخلاف ابی بکر الصدیق لجمال عبدالهادی ،ص 167,1661)
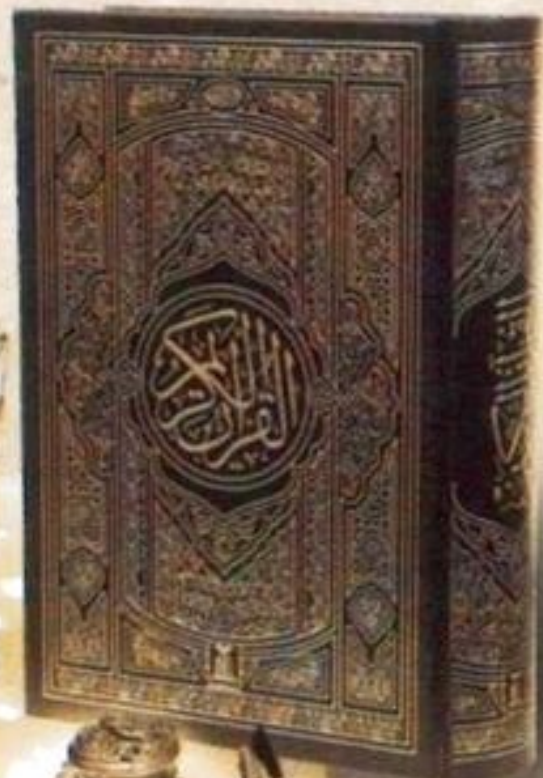
بیٹے کی حوصلہ افزائی

عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں: ایک مرتبہ نبی ﷺ صحابہ کرام کے ساتھ تشریف فرما تھے تو آپ ﷺ نے حاضرین کے سامنے ایک سوال رکھا:

''ایک درخت ہے اس کی مثال مؤمن کی سی ہے۔ اس کے پتے کبھی نہیں گرتے۔ بتاؤ وہ کون سا درخت ہے؟''۔

لوگ جنگل کے درختوں کے بارے میں سوچنے لگے۔ عبداللہ بن عمر کہتے ہیں میرے دل میں خیال آیا کہ وہ کھجور کا درخت ہے لیکن میں حیا کی وجہ سے خاموش رہا۔

لوگوں نے کہا: اللہ کے رسول! آپ ہی فرمائیے۔ نبی ﷺ نے فرمایا: وہ کھجور کا درخت ہے۔

عبداللہ فرماتے ہیں: میرے دل میں کھجور کے درخت کا جو خیال آیا تھا اس کا تذکرہ میں نے اپنے باپ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ سے کیا تو انہوں نے فرمایا:

''بیٹا! اگر تم جواب دے دیتے تو یہ میرے لیے بڑے بڑے خزانوں سے بڑھ کر ہوتا۔

(صحیح البخاری، حدیث: 131۔)

جنت کے محل کی بشارت

اللہ کے رسول ﷺ نے سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ کو جنت کی بشارت سے نوازا۔ آیئے اس بارے میں ایک حدیث پڑھتے ہیں۔ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

''میں نے خواب میں دیکھا کہ میں جنت میں داخل ہوا۔ اچانک میری ملاقات ابوطلحہ کی بیوی رُمیصاء (اُم سُلیم رضی اللہ عنہا) سے ہوئی، پھر میں نے پاؤں کی آہٹ سنی۔ میں نے کہا: یہ کس کے چلنے کی آواز ہے؟ مجھ سے کہا گیا: یہ بلال ہیں۔

اپنی جان سے بڑھ کر عزیز

سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کے ایمانی مرتبے کے بارے میں عبداللہ بن ہشام فرماتے ہیں: ہم ایک دفعہ نبی ﷺ کے ساتھ تھے۔ نبی ﷺ نے سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کا ہاتھ تھام رکھا تھا۔ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے عرض کیا: اللہ کے رسول!

''آپ مجھے اپنی جان کے علاوہ ہر چیز سے زیادہ عزیز ہیں''۔

نبی ﷺ نے فرمایا:

''نہیں عمر! ایسے تو بات نہیں بنے گی۔ اس ذات کی قسم جس کے ہاتھ میں میری جان ہے! جب تک تم مجھے اپنی جان سے بھی زیادہ عزیز نہ سمجھو (تمہارا ایمان مکمل نہیں ہو سکتا)''۔

یہ سننے کے بعد سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے عرض کیا:

''اللہ کے رسول! اب تو آپ مجھے اپنی جان سے بھی زیادہ عزیز ہیں۔ نبی ﷺ نے فرمایا:

اَلآنَ یَـا عُمَرُ۔

''اب بات بنی ہے اے عمر!''۔

(صحیح البخاری، حدیث: 6632)

پھر میں نے ایک محل دیکھا۔ اس کے صحن میں ایک لڑکی تھی۔ میں نے پوچھا: یہ کس کا ہے؟ جواب ملا: یہ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کا محل ہے۔

فَأَرَدْتُ أَنْ أَدْخُلَهُ فَأَنْظُرَ إِلَيْهِ فَذَكَرْتُ غَيْرَتَكَ

میں نے اس محل کو دیکھنے کے لیے اندر جانے کا ارادہ کیا لیکن اے عمر! تیری غیرت نے میرے قدم روک لیے۔

سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے عرض کیا: اللہ کے رسول! آپ پر میرے ماں باپ قربان! کیا میں آپ کے بارے میں غیرت کا اظہار کرتا؟!!!

(صحیح مسلم، حدیث: 2394۔)

قرآن کریم کی تدوین

جنگ یمامہ میں شہید ہونے والوں میں حفاظ کی کثرت تھی۔ ان حالات کو مدنظر رکھتے ہوئے سیدنا ابو بکر رضی اللہ عنہ نے سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے مشورے سے قرآن کریم کو یکجا کرنے کا ارادہ کیا۔ اس وقت قرآن کریم چوڑی ہڈیوں، کھجور کی شاخوں، کپڑوں اور لوگوں کے سینوں میں محفوظ تھا۔

سیدنا ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے اس کام کی ذمہ داری زید بن ثابت انصاری رضی اللہ عنہ کو سونپی۔ حضرت زید فرماتے ہیں: سیدنا ابو بکر رضی اللہ عنہ نے جنگ یمامہ کے بعد مجھے بلا بھیجا۔ میں حاضر ہوا۔ سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ بھی وہاں موجود تھے۔ ابو بکر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: عمر میرے پاس آئے۔ انہوں نے مجھے بتایا کہ جنگ یمامہ میں بہت سے حافظ قرآن صحابہ رضی اللہ عنہم جام شہادت نوش کر گئے ہیں۔ اگر وہ اسی طرح شہید ہوتے رہے تو ممکن ہے قرآن کریم کا بہت سا حصہ ضائع ہو جائے۔ میری یہ رائے ہے کہ قرآن کریم کو یکجا کر دیا جائے۔ میں

نے سیدنا عمر رضی اللہ عنہ سے کہہ دیا ہے کہ میں کوئی ایسا قدم کس طرح اٹھا سکتا ہوں جو اللہ کے رسول ﷺ نے نہیں اٹھایا۔ لیکن عمر کا اصرار ہے کہ اس کام میں امت کے لیے بہتری ہے۔ اب اللہ تعالیٰ نے میرا سینہ کھول دیا ہے یعنی میرے ملاحظات دور ہو گئے ہیں۔ لہٰذا میری بھی یہی رائے ہے۔ زید! آپ ایک سمجھدار نوجوان ہیں۔ ہمیں آپ پر پورا اعتماد ہے۔ آپ کاتب وحی تھے، اس لیے قرآن کریم کو یکجا کرنے کا کام اپنے ذمہ لیجیے۔ حضرت زید فرماتے ہیں:

فَوَاللّٰهِ! لَوْ كَلَّفُونِي نَقْلَ جَبَلٍ مِنَ الْجِبَالِ مَا كَانَ أَثْقَلَ عَلَيَّ مِمَّا أَمَرَنِي بِهِ مِنْ جَمْعِ الْقُرْآنِ

''اگر مجھے ایک پہاڑ دوسری جگہ منتقل کرنے کا حکم دیتے تو مجھے یہ کام اللہ کے کلام کو یکجا کرنے سے زیادہ آسان معلوم ہوتا''۔

(صحیح البخاری، حدیث: 4986۔)

دور جاہلیت میں عمر رضی اللہ عنہ کی خوبیاں

اس میں شک نہیں کہ جاہلی دور میں اونٹ چرانے کی وجہ سے سیدنا عمر رضی اللہ عنہ میں بہت سی خوبیاں، مثلاً: تحمل، طاقت، زور آزمائی اور جنگجوئی پیدا ہو گئی تھیں۔ یہاں یہ بھی جان لینا چاہیے کہ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ زمانہ جاہلیت میں صرف اونٹ یا بکریاں ہی نہیں چراتے تھے بلکہ وہ عنفوان شباب ہی میں فنون حرب وضرب کے ماہر ہو گئے تھے۔ وہ کشتیاں لڑتے تھے۔ گھڑ سواری کے ماہر تھے اور شعر وادب میں طاق ہو گئے تھے۔ وہ اپنی قوم کی تاریخ اور اس کے تاریخی کردار کو خوب جانتے تھے۔ وہ جاہلیت کے دور میں عرب کی بڑی بڑی منڈیوں عکاظ، مجنہ اور ذوالمجاز کا دورہ کرتے تھے اور وہاں سے تجارتی فوائد کے ساتھ ساتھ تاریخ عرب کی معرفت بھی حاصل کرتے تھے۔ سابقہ تاریخ میں گزرے ہوئے باہمی مقابلوں اور مایہ ناز کارناموں کا علم بھی حاصل کرتے تھے کیونکہ ان باتوں کا ذکر منڈیوں میں جمع ہونے والے تمام قبائل کے سامنے ہوتا تھا اور ان امور کو اس دور کے ماہر ادیب اور نقاد خالص ادبی انداز میں پیش کرتے تھے۔

(التاريخ الاسلامي العام: ص226، عمر بن خطاب، للدكتور علي احمد الخطيب: ص153)

سیدنا عمر رضی اللہ عنہ سے شیطان کی مرعوبیت

حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: ایک دفعہ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے نبی کریم ﷺ سے اندر آنے کی اجازت طلب کی۔ اس وقت نبی کریم ﷺ کے پاس کچھ قریشی عورتیں بیٹھی ہوئی تھیں۔ وہ اتنی اونچی آواز میں گفتگو کررہی تھیں کہ ان کی آوازیں نبی کریم ﷺ کی آواز سے بلند ہورہی تھیں۔ جب ان عورتوں نے سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کی آواز سنی تو وہ جلدی سے حجاب میں چلی گئیں۔ نبی ﷺ نے سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کو حاضری کی اجازت عطا فرمائی۔ وہ آئے تو نبی ﷺ مسکرا رہے تھے۔

سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے عرض کیا: اللہ آپ (ﷺ) کو ہمیشہ اسی طرح خوش وخرم رکھے۔ نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا:

''مجھے ان عورتوں پر تعجب ہے جو ابھی میرے پاس بیٹھی تھیں۔ جب انہوں نے تمہاری آواز سنی تو جلدی سے پردے میں چلی گئیں''۔ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے عرض کیا: اللہ کے رسول! آپ زیادہ مستحق ہیں کہ آپ سے ڈرا جائے، پھر وہ عورتوں سے مخاطب ہوئے اور کہا:

کیا تم مجھ سے ڈرتی ہو اور رسول اللہ ﷺ سے نہیں ڈرتی؟ عورتوں نے جواب دیا: ہاں، اس لیے کہ آپ تندخو اور سخت غصے والے ہیں۔ یہ سن کر نبی ﷺ نے فرمایا:

يَا ابْنَ الْخَطَّابِ! وَالَّذِي نَفْسِي بِيَدِهِ! مَا لَقِيَكَ الشَّيْطَانُ سَالِكًا فَجًّا قَطُّ إِلَّا سَلَكَ فَجًّا غَيْرَ فَجِّكَ

''خطاب کے بیٹے! اس ذات کی قسم جس کے ہاتھ میں میری جان ہے! شیطان اس راستے پر ہرگز نہیں چلتا جس راستے پر تم چلتے ہو (تمہیں دیکھ کر شیطان اپنا راستہ بدل لیتا ہے)''۔

(صحیح مسلم، حدیث: 2396)

شہادت کے لیے دعا

نبی ﷺ نے ایک دفعہ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کے بدن پر قمیص یا ایک اور روایت کے مطابق کوئی لباس دیکھا تو فرمایا:

أَجَدِيدٌ ثَوْبُكَ أَمْ غَسِيلٌ؟

''تمہارا یہ لباس نیا ہے یا دھویا ہوا (پرانا) ہے؟

سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے کہا: یہ تو دھویا ہوا ہے۔

نبی ﷺ نے فرمایا:

اِلْبَسْ جَدِيدًا، وَعِشْ حَمِيدًا، وَمُتْ شَهِيدًا

''تو نئے کپڑے پہنے، عزت کی زندگی گزارے اور تجھے شہادت کی موت نصیب ہو''۔

(السلسلة الصحيحة، حديث: 352)

بہترین انتخاب

عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: تاریخ انسانی میں سے سب سے زیادہ سمجھدار اور صاحب فراست تین افراد تھے:

ایک تو وہ لڑکی تھی جس سے موسیٰ علیہ السلام کی کنویں پر ملاقات ہوئی۔ اس نے کہا تھا: ابا جان! انہیں اجرت پر رکھ لیجیے یہ بہترین شخص ہے؛ اس لیے کہ یہ طاقت ور ہونے کے ساتھ ساتھ انتہائی ایماندار بھی ہے۔

دوسرا وہ شخص جس نے حضرت یوسف علیہ السلام کے بارے میں کہا تھا: اسے باعزت ٹھکانہ دیں، ہوسکتا ہے یہ ہمیں نفع دے یا ہم اسے اپنا بیٹا ہی بنالیں۔

تیسرے سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ تھے جنہوں نے اپنی دور رس فہم و فراست سے سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کو اپنے بعد خلیفہ مقرر کردیا۔

(مجمع الزوائد: 268/10)

نیک شگون

سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے پاس میدان نہاوند سے ایک آدمی آیا۔ انہوں نے اس سے پوچھا: تیرا نام کیا ہے؟ اس نے جواب دیا: قریب۔ انہوں نے پھر پوچھا: کس کے بیٹے ہو؟ اس نے جواب دیا: ابنُ ظُفر، ''کامیابی کا بیٹا'' عمر رضی اللہ عنہ نے اس سے نیک شگون لیتے ہوئے کہا: ان شاء اللہ بہت جلد فتح نصیب ہوگی اور نیکی کرنے کی طاقت اللہ ہی کی توفیق سے ہوتی ہے۔

(عبقرية عمر، ص: 31)

ابومسلم خولانی کے بارے میں سیدنا عمر کے جذبات

سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کے پاس ایسی خداداد فراست تھی کہ کسی کو شاذ و نادر ہی نصیب ہوتی ہے۔ علامہ ذہبی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

جب اسود عنسی نے یمن میں نبوت کا دعویٰ کیا تو مشہور تابعی ابومسلم خولانی رحمۃ اللہ علیہ کو گرفتار کر لیا۔ آگ کی ایک بڑی خندق تیار کی گئی اور ابومسلم کو اس میں ڈال دیا گیا۔ لیکن آگ نے ابومسلم کو کوئی نقصان نہ پہنچایا۔ لوگوں نے اسود عنسی کو مشورہ دیا کہ آپ اس شخص کو جلاوطن کر دیں ورنہ آپ کے پیروکار آپ سے متنفر ہو جائیں گے، چنانچہ ابومسلم خولانی چھوڑ دیے گئے اور وہ مدینہ طیبہ تشریف لے آئے۔ اپنا اونٹ بٹھایا، پھر مسجد میں داخل ہوئے۔ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے انہیں دیکھ لیا۔ وہ آگے بڑھے اور پوچھا:

آج کسی انسان کی حاکمیت نہیں

حضرت سعید بن مسیّب رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: جب سیدنا عمر رضی اللہ عنہ حج کے لیے تشریف لے گئے اور ضجنان نامی جگہ پر پہنچے تو بلند آواز سے کہنے لگے:

اللہ کے سوا کوئی معبود برحق نہیں وہ انتہائی بلند اور عظیم ہے۔ جسے چاہتا ہے اور جو چاہتا ہے مرحمت فرماتا ہے۔ میں اس وادی میں اپنے والد خطاب کے اونٹ چرایا کرتا تھا۔ ان دنوں میں بہت بڑا کوٹ نما جبہ پہنا کرتا تھا۔ خطاب بہت سخت گیر تھا۔ مجھ سے اتنا کام لیتا کہ میں تھک جاتا۔ کوئی کوتاہی ہو جاتی تو وہ مجھے مارتا تھا، لیکن آج میرے اور اللہ کے درمیان کسی انسان کی حاکمیت نہیں ہے۔

(اللفاروق مع النبی للدکتور عاطف لماضہ، ص:5)

تم کہاں سے آئے ہو؟ ابومسلم نے جواب دیا: میں یمن سے آیا ہوں۔

سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے پوچھا: وہ شخص کون ہے جسے عنسی نے آگ میں پھینکا تھا؟ ابومسلم نے کہا: وہ عبداللہ بن ثوب تھا۔ (یہ ان کا نام تھا جب کہ ابومسلم کنیت تھی) سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے ابومسلم سے کہا: میں تجھے قسم دے کر پوچھتا ہوں: کیا تمہی وہ شخص ہو؟ ابومسلم نے کہا: ہاں! وہ میں ہی ہوں۔ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے ابومسلم سے معانقہ کیا اور رو پڑے، پھر انہیں اپنے ساتھ لے گئے۔ ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے سامنے بٹھایا اور کہا:

الْحَمْدُ لِلَّهِ الَّذِي لَمْ يُمِتْنِي حَتَّى أَرَانِي فِي

أُمَّةِ مُحَمَّدٍ مَنْ صُنِعَ بِهِ كَمَا صُنِعَ بِإِبْرَاهِيمَ الْخَلِيلِ

اس اللہ کی تعریف ہے جس نے مجھے اپنی زندگی ہی میں رسول اللہ ﷺ کی امت کے ایسے فرد سے ملاقات کرادی جس کے ساتھ ویسا ہی واقعہ پیش آیا جیسا خلیل الرحمٰن ابراہیم کے ساتھ پیش آیا تھا۔

(سير أعلام النبلاء 89/4، الفرقان بين أولياء الرحمن وأولياء الشيطان، لشيخ الإسلام ابن تيمية رحمه الله:1/56-57)

تراشے

- سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے 63 سالہ زندگی پائی حسن اتفاق دیکھیے کہ رسول اللہ ﷺ اور ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی عمر بھی وفات کے وقت 63 سال تھی۔

- سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ دانا، فصیح و بلیغ، صائب الرائے، طاقتور، بردبار اور شریف النفس تھے۔ اُن میں دوسروں کو قائل کرنے کی بڑی صلاحیت تھی۔ یہی وجہ تھی کہ قریش نے انہیں اپنا سفیر مقرر کر رکھا تھا اور جب کسی قبیلے سے قریش کے مفاخر بیان کرنے کا مقابلہ ہوتا تھا تو اس کام کے لیے سیدنا عمر فاروق کو منتخب کیا جاتا۔

(الخليفة الفاروق للدكتور العاني: ص 16)

معاذ رضی اللہ عنہ کی یمن سے واپسی پر سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کی رائے

حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ کو نبی کریم ﷺ نے یمن کا حاکم اور قاضی بنا کر بھیجا۔ وہ آپ ﷺ کی حیاتِ مبارکہ میں یمن میں مقیم رہے۔ انہوں نے یمن میں بہت سی دعوتی خدمات انجام دیں اور مرتدین کے خلاف جہادی سرگرمیوں میں بھی حصہ لیا۔ وہ نبی ﷺ کی وفات کے بعد مدینہ آئے۔ انہوں نے قیامِ یمن کے دوران وہاں کاروبار بھی کیا ہوگا۔ جس سے آپ کو منافع بھی حاصل ہوا اور آپ کی مالی پوزیشن بہتر ہو گئی۔ جب واپس آئے تو یہ مال و متاع ہمراہ تھا۔

سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ کو مشورہ دیا کہ آپ معاذ رضی اللہ عنہ سے ان کی ضرورت کی چیزوں کے سوا باقی سارا مال واپس لے لیں۔ سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

معاذ رضی اللہ عنہ کو نبی ﷺ نے یمن بھیجا تھا تاکہ اس کی ضروریات پوری ہو جائیں۔ اب میں اس سے کچھ نہ لوں گا۔ ہاں اگر وہ اپنی مرضی سے دے دیں تو اور بات ہے۔

یمن کے شہر صنعا کے داخلی دروازے کی ایک پرانی تصویر

سیدنا عمر رضی اللہ عنہ اپنی رائے درست سمجھتے تھے۔ وہ خود معاذ رضی اللہ عنہ کے پاس جا پہنچے تاکہ معاذ رضی اللہ عنہ کو راضی کر لیں۔ سیدنا معاذ رضی اللہ عنہ نے کہا: اللہ کے رسول ﷺ نے مجھے جو چیز عطا فرمائی ہے۔ اب میں اس میں تبدیلی نہیں کر سکتا۔

سیدنا عمر رضی اللہ عنہ ابوبکر رضی اللہ عنہ کے ذریعے سے سیدنا معاذ رضی اللہ عنہ پر کوئی سختی کروانے کے حق میں نہ تھے۔ وہ تو حضرت معاذ رضی اللہ عنہ اور تمام مسلمانوں کی حقیقی خیر خواہی کے خواہش مند تھے۔ معاذ رضی اللہ عنہ نے سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کے مشورے کو قبول نہ کیا۔ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ جانتے تھے کہ وہ معاذ رضی اللہ عنہ کو مجبور نہیں کر سکتے۔ وہ ان کا جواب سن کر خاموشی سے واپس آ گئے کیونکہ وہ اپنا فرض ادا کر چکے تھے۔

سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کے پلٹنے کے بعد سیدنا معاذ رضی اللہ عنہ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کے پاس آئے اور کہا: میں نے آپ کی بات مان لی ہے۔ میں آپ کی رائے پر عمل کرنے کے لیے تیار ہوں۔ دراصل میں نے خواب دیکھا ہے کہ میں گہرے پانی میں غوطے کھا رہا ہوں۔ عمر! آپ نے مجھے ڈوبنے سے بچایا، پھر سیدنا معاذ رضی اللہ عنہ سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ کی خدمت میں گئے اور کوئی ایک بھی چیز رکھے بغیر سب کچھ سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی خدمت میں پیش کر دیا۔ سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: جو چیز میں تمہیں ہبہ کر چکا ہوں وہ تم سے واپس نہیں لینا چاہتا۔ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے کہا: هَذَا حِينَ حَلَّ وَ طَابَ۔ ''ایسا اس وقت ہونا چاہیے جب وہ چیز جائز اور حلال ہو''۔

(شهيد المحراب: ص 69 نقلاً عن الاستيعاب: 3/338۔)

نبی کریم ﷺ کی وفات کا صدمہ

ابن شہاب کہتے ہیں کہ مجھے انس ؓ نے خبر دی کہ جب رسول اللہ ﷺ کی وفات ہوئی تو لوگوں نے رونا شروع کر دیا۔ سیدنا عمر فاروق کی نبی کریم سے عقیدت اور محبت کا یہ عالم تھا کہ آپ کا دل اس بات کو قبول کرنے پر آمادہ ہی نہ ہو سکا کہ اللہ کے رسول ﷺ کی وفات بھی ہو سکتی ہے۔ بوجھل طبیعت کے ساتھ آپ نے منبر پر کھڑے ہو کر کہا: ''میں کسی کو یہ کہتے نہ سنوں کہ محمد ﷺ کا انتقال ہو گیا ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ جس طرح اللہ تعالی نے موسی ؑ کو چالیس دن کے لیے بلایا تھا، اسی طرح آپ ﷺ کو چالیس دن کے لیے بلایا ہے اور مجھے امید ہے کہ جن لوگوں کا گمان ہے محمد ﷺ وفات پا گئے ہیں، آپ ﷺ واپس آ کر ان کے ہاتھ پاؤں کاٹ دیں گے۔''

(تاريخ الإمام الطبري: 3/197)

سیدہ عائشہ ؓ بیان کرتی ہیں: رسول اللہ ﷺ کی وفات کے بعد سیدنا ابو بکر صدیق ؓ سنح کے علاقے سے تشریف لائے۔ آپ گھوڑے پر سوار تھے۔ آپ اتر کر سیدھے عائشہ ؓ کے پاس حجرے میں تشریف لے گئے اور تیمم کر کے رسول اللہ ﷺ کی طرف بڑھے۔ آپ ﷺ کا چہرہ مبارک یمنی چادر سے ڈھکا ہوا تھا۔ آپ نے وہ چادر اٹھائی اور رسول اللہ ﷺ کے چہرے کو بوسہ دیا پھر فرمایا: ''میرے ماں باپ آپ پر

قربان ہوں، اللہ کی قسم! اللہ آپ پر دو موتیں جمع نہیں کرے گا اور جو موت اللہ تعالی نے آپ کے لیے لکھی تھی، وہ آپ کو آ چکی ہے۔''

(صحيح البخاري: 4454)

عبداللہ بن عباس ؓ بیان کرتے ہیں: جب سیدنا ابو بکر صدیق ؓ تشریف لائے تو سیدنا عمر لوگوں کے سامنے تقریر کر رہے تھے۔ سیدنا ابو بکر صدیق ؓ نے فرمایا: ''عمر! بیٹھ جاؤ۔'' لیکن سیدنا عمر ؓ نے تقریر جاری رکھی۔ لوگ سیدنا عمر کو چھوڑ کر سیدنا ابو بکر صدیق ؓ کی طرف متوجہ ہو گئے۔ سیدنا ابو بکر صدیق ؓ نے فرمایا: ''اے لوگو! تم میں سے جو محمد ﷺ کی عبادت کرتا تھا، وہ جان لے کہ محمد ﷺ وفات پا چکے ہیں، اور جو شخص اللہ کی عبادت کرتا تھا، تو اللہ تعالی ہمیشہ سے زندہ ہے اور وہ کبھی نہیں مرے گا''۔ پھر آپ نے قرآن کریم کی مندرجہ ذیل آیت تلاوت فرمائی:

﴿ وَمَا مُحَمَّدٌ إِلَّا رَسُولٌ قَدْ خَلَتْ مِن قَبْلِهِ الرُّسُلُ ۚ أَفَإِين مَّاتَ أَوْ قُتِلَ انقَلَبْتُمْ عَلَىٰ أَعْقَابِكُمْ ۚ وَمَن يَنقَلِبْ عَلَىٰ عَقِبَيْهِ فَلَن يَضُرَّ اللَّهَ شَيْئًا ۗ وَسَيَجْزِي اللَّهُ الشَّاكِرِينَ ﴾

''اور محمد (ﷺ) اللہ کے ایک رسول ہی تو ہیں آپ سے پہلے کئی رسول گزر چکے، تو کیا اگر وہ فوت ہو جائیں، یا انہیں قتل کر دیا جائے تو تم اپنی ایڑیوں پر پھر جاؤ گے اور جو اپنی ایڑیوں پر پھر جائے گا تو وہ اللہ کو ہرگز کچھ نقصان نہیں پہنچائے گا اور اللہ شکر کرنے والوں کو جلد جزا دے گا۔'' آل عمران: 144۔

ابن عباس ؓ مزید بیان کرتے ہیں: ''اللہ کی قسم! ایسا لگا کہ لوگوں کو اس آیت کا علم ہی اس وقت ہوا جب ابو بکر صدیق ؓ نے یہ آیت تلاوت فرمائی۔ بس پھر کیا تھا..... ہر شخص یہی آیت تلاوت کر رہا تھا''۔

سعید بن مسیب ؒ کہتے ہیں کہ سیدنا عمر ؓ نے فرمایا: ''اللہ کی قسم! یہ آیت سن کر ایسا لگا جیسے میری ٹانگوں میں جان ہی نہیں ہے۔ میری ٹانگوں نے میرا ساتھ چھوڑ دیا اور میں زمین پر گر پڑا''۔ مطلب یہ کہ سیدنا صدیق اکبر کا خطاب سننے کے بعد سیدنا عمر فاروق کو بھی بات سمجھ آ گئی اور انہیں یقین ہو گیا کہ واقعی اللہ کے رسول ﷺ وفات پا چکے ہیں۔

(صحيح البخاري، حديث: 4454.)

سیدنا عمر فاروق کا قائدانہ کردار

سیدنا عمر فاروق ؓ انتہائی زیرک اور دور اندیش تھے۔ نبی کریم ﷺ کی وفات کے بعد خلیفہ کی نامزدگی کے معاملے کو ہی دیکھ لیں۔ انصار مشاورت کے لیے سقیفہ بنو ساعدہ میں جمع ہوئے۔ سیدنا ابوبکر، سیدنا عمر اور سیدنا ابوعبیدہ ؓ بھی وہاں پہنچ گئے۔ انصار نے تجویز دی: ایک امیر ہم میں سے اور ایک امیر تم میں سے ہونا چاہیے۔ سیدنا عمر ؓ نے گفتگو کرنا چاہی لیکن ابوبکر ؓ نے انہیں خاموش رہنے کی تاکید کی۔ سیدنا عمر ؓ فرمایا کرتے تھے: اس وقت میں نے اپنے دل میں اس موقع کے لیے بہت عمدہ گفتگو سوچ رکھی تھی۔ میں چاہتا تھا کہ مجھ سے پہلے سیدنا ابوبکر ؓ گفتگو نہ کریں تاکہ میں اپنی بات کہہ سکوں۔

پھر ابوبکر ؓ نے بہت عمدہ باتیں ارشاد فرمائیں کہ اے انصار! ہم امراء کا منصب سنبھالتے ہیں اور تم وزراء کا منصب سنبھالو۔ یہ سن کر حباب بن منذر ؓ نے کہا: ایسا نہیں ہونا چاہیے بلکہ ایک امیر ہم میں سے اور ایک تم میں سے ہوگا، ابوبکر ؓ نے دوبارہ فرمایا: نہیں، ایسا نہیں ہوسکتا بلکہ خلیفہ ہم مہاجرین میں سے ہی ہوگا۔ اور تم منصب وزارت پر فائز رہو گے کیونکہ اہل عرب قریش کے علاوہ کسی اور کی سیادت تسلیم نہیں کریں گے۔ سب سے بڑھ کر یہ بات ہے کہ رسول اللہ کا فرمان ہے:

مسجد نبوی میں واقع ریاض الجنۃ اور محراب رسول ﷺ کا ایک خوبصورت منظر

"حکمران قریش میں سے ہوں گے"۔ یہ سننا تھا کہ سب نے سر تسلیم خم کر دیئے۔

اب سیدنا ابوبکر صدیق ؓ گویا ہوئے: تم لوگ عمر یا ابوعبیدہ میں سے کسی ایک کے ہاتھ پر بیعت کرلو۔ سیدنا عمر ؓ نے معاملے کی نزاکت کو بھانپتے ہوئے سوچا کہ اس معاملے میں تاخیر سے اس اتفاق رائے میں خلل آ سکتا ہے انہوں نے فیصلہ کن انداز میں کہا:

بَلْ نُبَايِعُكَ أَنْتَ، أَنْتَ سَيِّدُنَا وَخَيْرُنَا وَأَحَبُّنَا إِلَى رَسُولِ اللّٰهِ ﷺ

"نہیں، ہم تو آپ ہی کی بیعت کریں گے۔ آپ ہمارے سردار ہیں۔ ہم میں سے افضل ترین ہیں۔ اس کے ساتھ ساتھ آپ نبی ﷺ کو سب سے زیادہ محبوب تھے"۔

یہ کہہ کر سیدنا عمر ؓ نے سیدنا ابوبکر ؓ کا ہاتھ پکڑا اور بیعت کر لی، پھر تمام حاضرین نے بیعت کر لی۔ بعد کے واقعات نے ثابت کیا کہ سیدنا عمر فاروق ؓ کا انتخاب نہایت عمدہ اور برمحل تھا۔

(صحیح البخاری، حدیث:3668۔)

سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ کی نامزدگی کے لیے مشاورت

جب تک سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ خلیفہ رہے، سیدنا عمر رضی اللہ عنہ ان کے وزیر کی حیثیت سے کام کرتے رہے۔

سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ آخری دفعہ بیمار پڑے تو آپ کو خیال آیا کہ ایسا نہ ہو کہ میں کسی کو خلیفہ متعین کیے بغیر دنیا سے چلا جاؤں اور پھر وہی کچھ ہو جو سقیفہ کے دن ہوا۔ لیکن ساتھ ہی ساتھ آپ کسی خاص شخص کو بھی خلیفہ متعین کرنا نہیں چاہتے تھے، کیونکہ نبی کریم ﷺ نے مرضِ وفات میں کسی کو خلیفہ متعین نہیں کیا تھا۔

چنانچہ آپ نے لوگوں کو جمع کیا، سیدنا صدیق اکبر تکلیف اور بیماری کے باوجود اپنی ذمے داریوں سے غافل نہیں تھے۔ لوگوں کو جمع کرنے کے بعد آپ نے خلافت سے دست برداری کا اعلان کیا اور انہیں اپنے لیے خلیفہ چننے کو کہا۔

آپ نے فرمایا: ”تم لوگوں کو میری بیماری کا بخوبی علم ہے۔ میرا نہیں خیال کہ میں اس بیماری سے زندہ بچ پاؤں گا۔ میں نے تمہیں اپنی اطاعت سے آزاد کر دیا ہے، اب تمہیں اختیار ہے کہ تم جس کو چاہو خلیفہ منتخب کرلو۔ اگر تم میری زندگی ہی میں خلیفہ چن لو گے تو یہ زیادہ مناسب ہوگا۔ اس طرح میری وفات کے بعد تمہارے درمیان اختلاف وانتشار پیدا نہیں ہوگا۔“

آپ کی بات سن کر لوگوں نے مشورے شروع کیے لیکن کسی نتیجے پر نہ پہنچ سکے، چنانچہ سب نے مل کر جانشین خلافت کا معاملہ سیدنا ابوبکر صدیق کی صوابدید پر چھوڑ دیا۔ آپ نے کبار صحابہ کرام سے مشورے کیے۔ سب سے پہلے آپ نے عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ کو بلایا اور سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کے بارے میں ان کی رائے پوچھی۔ عبدالرحمٰن بن عوف نے فرمایا: ”آپ مجھ سے جو سوال بھی کریں گے، اس کا جواب آپ مجھ سے زیادہ بہتر جانتے ہیں۔

سیدنا ابوبکر بولے: ”اگرچہ....“ ابھی آپ نے اتنا ہی کہا تھا کہ عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ نے کہا: ”اللہ کی قسم! وہ آپ کے اندازے سے کہیں زیادہ بہتر ہیں۔“

عبدالرحمٰن بن عوف کے بعد آپ نے عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ کو بلایا اور ان سے سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کے بارے میں دریافت فرمایا۔ عثمان رضی اللہ عنہ بولے: ”جہاں تک مجھے علم ہے ان کا باطن ان کے ظاہر سے کہیں زیادہ اچھا ہے اور ہم میں ان کے جیسا متقی، پرہیزگار شخص موجود نہیں ہے۔“

سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ”اللہ آپ پر رحم فرمائے۔ اگر آپ ان کا نام نہ بھی لیتے تو بھی میں آپ کی مخالفت نہ کرتا“۔

اس کے بعد سیدنا ابوبکر صدیق نے سعید بن زید، اسید بن حضیر و دیگر مہاجرین وانصار صحابہ کی رائے لی۔ سیدنا اُسید رضی اللہ عنہ کا کہنا تھا: ”اے اللہ ان کو بہتر سے بہتر شخص منتخب کرنے کی توفیق عطا فرما۔ ابوبکر صدیق کے بعد مسند خلافت پر جو بھی آئے گا، وہ عمر فاروق سے بہتر نہیں ہوسکتا۔“

بعض صحابہ کرام نے چند ایسے لوگوں سے، جو سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کے خلیفہ بننے کے مخالف تھے، ایسی چند باتیں سنیں جو سیدنا عمر کی نامزدگی کے حق میں نہ تھیں۔ یہ حضرات جب ان لوگوں کے پاس گئے تو ان میں سے ایک نے کہا: ”جب قیامت کے دن اللہ تعالیٰ تم سے عمر کو خلیفہ بنانے کے بارے میں پوچھے گا تو کیا کہو گے، جبکہ تمہیں ان کی سختی اور شدت کا بخوبی علم ہے اور اگر وہ خلیفہ بن گئے، تو لوگوں سے اور زیادہ سختی سے پیش آئیں گے۔“

سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ یہ باتیں سن رہے تھے۔ آپ نے فرمایا: ”مجھے بٹھا دو۔ بیٹھنے کے بعد آپ نے فرمایا: ”کیا تم مجھے اللہ سے ڈرا رہے ہو۔ ڈرنا اسے چاہیے جو اپنے عہد خلافت میں عدل وانصاف سے کام نہ لے۔ اے اللہ! میں نے تیرے بندوں پر بہترین شخص کو خلیفہ بنایا ہے۔“

اس کے بعد آپ نے اس شخص سے فرمایا: ”میری طرف سے یہ بات لوگوں کو پہنچا دو۔“ پھر آپ لیٹ گئے، سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ کو بلوایا اور ان کو سیدنا عمر کے خلیفہ بننے کی وصیت لکھوائی۔

یہاں یہ بات یاد رکھنے کے لائق ہے کہ آپ نے مذکورہ بالا فیصلہ بحیثیتِ خلیفہ کے نہیں کیا، بلکہ اس فیصلے کی وجہ یہ تھی کہ تمام مسلمانوں نے مل کر آپ کو خلیفہ منتخب کرنے کا اختیار دیا تھا۔

(الکامل لابن اثیر :79/2، والتاریخ الاسلامی لمحمود شاکر،ص:101)

سیدنا صدیق اکبر کی وصیت

سیدنا ابوبکر صدیق ؓ نے اپنے جانشین کی نامزدگی کے سلسلہ میں سیدنا عثمان ؓ کو وصیت کی جو دستاویز لکھوائی، اس کے الفاظ یہ تھے:

"بسم الله الرحمن الرحيم اس دارِفانی سے کوچ کرتے وقت اور آخرت کی ہولناک گھاٹیوں میں قدم رکھتے وقت ابوبکر ابن ابی قحافہ امت اسلام کو یہ وصیت کر رہا ہے۔ بلاشبہ یہ وہ وقت ہے جب بڑے سے بڑا کافر بھی ایمان لے آتا ہے، اور ہر فاجر و فاسق اور کذاب کے سامنے حق کی سچائی کھل کر آجاتی ہے۔ میں نے اپنے بعد تم لوگوں کے لیے...."

اتنا کہنے کے بعد آپ پر غشی طاری ہوگئی اور آپ کسی کا نام نہ لے سکے۔ سیدنا عثمان نے یہ جانتے ہوئے کہ آپ عمر ؓ ہی کو منتخب کریں گے، ان کا نام لکھ دیا۔ جب سیدنا ابوبکر صدیق ؓ کو افاقہ ہوا تو آپ نے فرمایا: "جو تم نے لکھا ہے، مجھے پڑھ کر سناؤ۔" عثمان ؓ نے وصیت بمعہ سیدنا عمر ؓ کے نام کے پڑھ کر سنا دی۔ سیدنا ابوبکر نے سیدنا عمر ؓ کا نام سن کر "اللہ اکبر" کہا اور فرمایا: "شاید تمہیں ڈر تھا کہ میں کہیں خلیفہ کا نام لیے بغیر ہی اس دنیا سے نہ چلا جاؤں اور لوگوں میں اختلاف و انتشار پیدا ہو جائے۔ اللہ تمہیں اس کا بہترین بدلہ عطا فرمائے۔ اللہ کی قسم! تم بذاتِ خود بھی خلیفہ بننے کے اہل ہو۔"

اس کے بعد آپ نے وصیت نامہ کی عبارت کو آگے بڑھاتے ہوئے فرمایا:

"اپنے خلیفہ کی بات ماننا اور اس کی اطاعت کرنا۔ میں نے اللہ، اس کے رسول، اس کے دین نیز اپنے اور تمہارے لیے خیر خواہی کرنے میں کوئی کسر باقی نہیں چھوڑی۔ اگر عمر عدل و انصاف سے کام لیتے ہیں اور مجھے امید ہے کہ وہ ایسا ہی کریں گے تو بہت خوب، لیکن اگر وہ خلافت سنبھالنے کے بعد بدل جاتے ہیں، تو اللہ تعالیٰ ہر انسان کو اس کے عمل کے مطابق ہی بدلہ دے گا۔ میں نے حتی الامکان مسلمانوں کی خیر خواہی چاہی ہے، لیکن اس کے باوجود میں غیب نہیں جانتا۔

﴿ وَسَيَعْلَمُ الَّذِينَ ظَلَمُوا أَيَّ مُنْقَلَبٍ يَنْقَلِبُونَ ﴾ الشعراء: 227۔

"اور جن لوگوں نے ظلم کیا وہ عنقریب جان لیں گے کہ لوٹنے کی کون سی جگہ لوٹ کر جائیں گے"۔

والسلام علیکم ورحمۃ اللہ و برکاتہ۔

پھر آپ نے اس دستاویز پر مہر ثبت کرنے کا حکم دیا اور حضرات عمر بن خطاب، اسید بن حضیر اور اسید بن سعید قرظی کے ہمراہ اپنے گھر سے باہر نکلے اور لوگوں سے فرمایا: "کیا تم لوگ اس دستاویز میں مذکور شخص کی بیعت کرو گے؟"۔

سب نے یک زبان ہو کر کہا: "جی ہاں! ہم راضی ہیں۔"

ایک اور روایت میں ہے کہ سیدنا صدیق اکبر نے اپنے گھر کی کھڑکی سے لوگوں کی طرف جھانکا اور فرمایا: "لوگو! میں نے یہ خلافت ایک شخص کے سپرد کی ہے، کیا تم اس نامزدگی پر راضی ہو؟" سب نے یک زبان ہو کر کہا: "اے رسول اللہ ﷺ کے نائب ہمیں آپ کا ہر فیصلہ قبول ہے"۔

اس موقع پر سیدنا علی ؓ نے اٹھ کر کہا: "ہم اسی صورت میں آپ کے نامزد کردہ شخص کو خلیفہ تسلیم کریں گے، اگر وہ عمر بن خطاب ہوگا۔" سیدنا ابوبکر صدیق ؓ نے سیدنا علی کی بات سن کر کہا: "میں نے عمر ہی کو خلیفہ نامزد کیا ہے۔" آپ کے اس فیصلے سے تمام مسلمان راضی ہوگئے، اور سیدنا عمر کے ہاتھ پر سب نے بیعت کر لی۔

اس وقت سیدنا ابوبکر صدیق نے آسمان کی طرف ہاتھ اٹھا کر یہ دعا کی: "اے اللہ! میں نے ہمیشہ مسلمانوں کی خیر خواہی کی ہے، مجھے ڈر تھا کہ میرے بعد یہ کسی فتنے کا شکار نہ ہو جائیں، اس لیے میں نے وہ فیصلہ کیا جس کے بارے میں تُو مجھ سے بہتر جانتا ہے۔ میں نے ان کے مشورے اور کافی سوچ بچار کے بعد ایک ایسے شخص کو خلیفہ مقرر کیا، جو نہ صرف ان میں سب سے زیادہ بہتر اور مضبوط ہے، بلکہ وہ ان کو جو نصیحت بھی کرتا ہے، اس پر سب سے پہلے خود عمل کرتا ہے۔

اے اللہ! اب میرے پاس تیرا حکم آن پہنچا ہے، پس تو میرے بعد ان کا نگران بن جا۔ بے شک یہ تیرے ہی بندے ہیں اور ان کی پیشانیاں تیرے ہی ہاتھ میں ہیں۔ اے اللہ! ان کے خلیفہ کی اصلاح فرما اور اسے اپنے ہدایت یافتہ خلفاء میں سے بنا، جو تیرے رسول محمد ﷺ اور ان کے طریقے پر چلنے والے نیک لوگوں کا راستہ اختیار کرے۔ اے اللہ! تو اس کی رعایا کو بھی سدھار اور ان کی اصلاح فرما۔"

(أبو بكر الصديق، علی الطنطاوی : ص 254)

جا کر گھر کی خبر لو

یحییٰ بن سعید کہتے ہیں کہ عمر رضی اللہ عنہ نے ایک آدمی سے پوچھا: تیرا نام کیا ہے؟ اس نے کہا: جَمْرَۃ (انگارہ) آپ نے پوچھا: کس کے بیٹے ہو؟ اس نے جواب دیا: اِبْنُ شِهَابٍ (شعلے کا بیٹا) پھر پوچھا: کس قبیلے سے ہو؟ اس نے جواب دیا: مِنَ الْحُرَقَةِ بنوحرقہ (جلنے والوں) سے۔ انہوں نے دوبارہ سوال کیا: وہ کس قبیلے کی شاخ ہے؟ اس نے جواب دیا: مِنْ بَنِي ضِرَامٍ بنوضرام (شعلہ زنی) سے۔"

اسی طرح عمر رضی اللہ عنہ نے اس کے رہن سہن کے متعلق تین چار سوال کیے اور وہ آدمی انہی الفاظ کے ساتھ جواب دیتا رہا جو آگ اور اس کے مترادفات کے ہم معنی تھے۔ جب عمر رضی اللہ عنہ نے اس سے پوری معلومات لے لیں تو کہا: ہم آگ سے اللہ کی پناہ چاہتے ہیں اور فرمایا: اپنے گھر والوں کے پاس جاؤ، مجھے لگتا ہے کہ آگ ان کے گھروں تک پہنچ چکی ہے۔ سیرت نگاروں نے لکھا ہے کہ جب وہ اپنے قبیلے کی طرف لوٹا تو واقعی آگ ان کے گھروں کو لپیٹ میں لے چکی تھی اس نے کوشش کر کے آگ بجھادی۔ یہ درست اندازہ سیدنا عمر فاروق کی زبردست فراست کا نتیجہ ہے۔

(عبقرية عمر، ص:31)

سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ کی قیمتی نصیحتیں

ایک روایت کے مطابق سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے جب خلافت کی باگ ڈور سنبھالی، تو آپ نے لوگوں کو چند قیمتی نصیحتیں ارشاد فرمائیں۔ آپ نے فرمایا:

"اللہ تعالیٰ مجھے اس حال میں نہ دیکھے کہ میں اپنے آپ کو ابوبکر صدیق کے برابر سمجھوں۔ اس کے بعد آپ منبر کی تین سیڑھیوں میں سے ایک سیڑھی نیچے آگئے اور اللہ کی حمد وثنا بیان کرنے کے بعد فرمایا: "قرآن کی تلاوت کثرت سے کیا کرو، اللہ اس کے ذریعے تمہیں دنیا میں عزت عطا فرمائے گا، اس کی تلاوت کیا کرو، تم اہل قرآن میں شامل ہو جاؤ گے۔ نیز اس سے پہلے کہ تمہارے اعمال کا وزن کیا جائے، تم خود ہی اپنے اعمال کا جائزہ لو۔ اس ہولناک دن کی تیاری کرو جس میں تمہیں اللہ کے سامنے پیش کیا جائے گا۔ اس دن کوئی چیز بھی اللہ سے چھپی نہ رہ سکے گی۔

کسی کو اس کا حق دیتے وقت اللہ کی نافرمانی سے بچنا لازم ہے۔ میں اللہ کے اس عطا کردہ مسلمانوں کے مال میں اپنے آپ کو بالکل یتیم کی کفالت کرنے والے کی طرح سمجھتا ہوں۔ اگر میرے پاس کھانے کو ہوتا ہے، تو اللہ کے اس مال کو ہاتھ بھی نہیں لگاتا، اور اگر نہ ہو تو اس میں سے بقدرِ ضرورت ہی لیتا ہوں۔

(الدولة الإسلامية، للدكتور حمدي شاهين: ص 120)

سیدنا عمر فاروق کا اندازِ خطابت

سیدنا عمر فاروق زبردست خطیب اور عمدہ مقرر تھے۔ ایک اعلیٰ درجے کے خطیب میں جو صفات درکار ہوتی ہیں وہ سب کی سب سیدنا عمر فاروق میں موجود تھیں۔ آواز بلند اور پُررعب تھی، قد اتنا بلند تھا کہ زمین پر کھڑے ہوتے تو معلوم ہوتا تھا کہ منبر پر کھڑے ہیں۔ اور سب سے بڑی بات جو خطیب کے کلام میں اثر پیدا کرتی ہے وہ یہ کہ خطیب یا مقرر جو کہہ رہا ہے اس کی اپنی عملی زندگی اس پر شہادت دیتی ہو۔ سیدنا عمر فاروق ایسے ہی تھے کہ جو نصیحت کسی کو کرتے پہلے خود اسے اپنی ذات پر نافذ کرتے۔

(الفاروق، ص:366)

سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ کی سیاسی حکمت عملی

سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ امیر المؤمنین بننے کے چندروز بعد منبر پر جلوہ افروز ہوئے اور اپنی خلافت کی حکمت عملی بیان کی۔ آیئے ان کے اس نہایت اہم خطاب کا مطالعہ کرتے ہیں۔ انہوں نے حمد وثنا کے بعد سرور کائنات حضرت محمد ﷺ اور سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے ساتھ اپنے خصوصی تعلقات کا ذکر کیا اور کہا:

عہد فاروقی میں اسلامی ریاست کی حدود

سیدنا فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کے عہدِ زریں میں اسلامی ریاست کی حدود مشرق میں دریائے جیحون اور سندھ تک مغرب میں افریقیہ اور صحرائے اعظم تک ، شمال میں ایشیائے کوچک اور سرزمین آرمینیا تک اور جنوب میں نوبیہ (سوڈان) تک وسیع ہوگئیں۔ یوں تاریخ عالم میں پہلی دفعہ ایک ایسی زبردست عالمی قوت معرضِ وجود میں آئی جس میں طرح طرح کے رنگ ونسل ، ادیان ، اقوام اور جداگانہ عادات کے بھانت بھانت کے لوگ پائے جاتے تھے۔ سب لوگ اسلام کے عادلانہ بلکہ کریمانہ نظام سے پوری طرح مطمئن تھے۔ اس دین حنیف نے مختلف عقائد ، عادات اور طرح طرح کے ادیان کی موجودگی کے باوجود اپنی ریاست کے تمام باشندوں کے جملہ حقوق بلا امتیاز محفوظ کردیے تھے۔

(الدولة الإسلامية في عصر الخلفاء الراشدين ،ص:231)

یہ دونوں عظیم المرتبت حضرات اپنی وفات تک مجھ سے راضی رہے؟ سامعین کرام! مجھے تمہارا خلیفہ بنایا گیا ہے۔ جان لو کہ میری شدت اور سختی میں نرمی آچکی ہے۔ ہاں! ظالم اور زیادتی کرنے والے پر میں ضرور سختی کروں گا۔ اگر میں نے کسی کو کسی پر ظلم و زیادتی کرتے ہوئے پایا تو اسے اپنے ظلم اور زیادتی کا حساب دینا ہوگا۔ جان لو! یہاں جس کی لاٹھی اس کی بھینس کا قانون نہیں چلے گا بلکہ میں ناتواں کو طاقت ور سے اُس کا حق لے کر دوں گا، ان شاء اللہ۔

جان لو کہ میں پاکدامن اور ناتواں افراد کے سامنے خود کو سرنگوں کردوں گا۔ لوگو! اگر تم مجھ میں کوئی کمی یا کوتاہی دیکھو تو میرا مؤاخذہ کر سکتے ہو۔ میں تمہارے خراج اور غنیمت کے اموال صرف اللہ کے راستے میں خرچ کروں گا۔ تم اس بات کا خیال رکھنا کہ میرے ہاتھوں ایک درہم بھی غلط جگہ خرچ نہ ہونے پائے۔ ان شاء اللہ میں تمہارے عطیات اور تنخواہوں میں اضافہ کرتا رہوں گا۔ تمہاری سرحدوں کی حفاظت کروں گا۔ میں کوئی ایسا قدم ہرگز نہیں اٹھاؤں گا جس کے باعث تم میں سے کسی کو نقصان پہنچے۔ میں بہت لمبے عرصے کے لیے سرحدوں پر کسی فوجی کی ڈیوٹی نہیں لگاؤں گا۔

(الإدارة العسكرية في عهد الفاروق: ص 106، والدولة الإسلامية، للدكتور حمدي شاهين: ص 120)

پہلا خطبہ خلافت

علامہ ابن سعد بیان کرتے ہیں: سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ بائیس جمادی الثانی 13ھ منگل کی رات کو فوت ہوئے۔ اسی دن صبح کو سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے بطور خلیفہ خطبہ دیا۔

(طبقات ابن سعد: 49/3)

سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے خطبہ خلافت میں سب سے پہلی بات یہ کہی:

اللَّهُمَّ إِنِّي شَدِيدٌ فَلَيِّنِّي، وَإِنِّي ضَعِيفٌ فَقَوِّنِي، وَإِنِّي بَخِيلٌ فَسَخِّنِي

''اے اللہ! میں بہت سخت ہوں، مجھے نرم کردے۔ کمزور ہوں، مجھے طاقت بخش دے۔ بخیل ہوں، مجھے سخی بنادے''۔

(مناقب أمير المؤمنين لابن الجوزي: 170، 171)

اللہ تعالیٰ کی تقدیر سے اللہ تعالیٰ کی تقدیر کی طرف

اپنے دورِ خلافت میں سیدنا عمر فاروق ؓ ایک مرتبہ شام کے دورے پر تشریف لے گئے۔ قریب پہنچ کر معلوم ہوا کہ وہاں طاعون کی وبا پھیلی ہوئی ہے۔ شام سے پہلے سرغ نامی مقام پر پہنچے تو عمالِ خلافت اور دیگر عہدے داروں نے آپ کا اور آپ کے ہمراہ جانے والے مہاجرین وانصار کا پرتپاک استقبال کیا۔

آپ نے وہاں احباب سے مشورہ طلب فرمایا کہ انہیں آگے بڑھنا چاہیے یا نہیں؟ اس بارے میں اختلاف رائے پیدا ہوگیا۔ دو گروہ بن گئے ایک کا کہنا تھا کہ آپ اللہ تعالیٰ کی رضا کے لیے نکلے ہیں آپ کو آگے بڑھنا چاہیے۔ کسی نے مشورہ دیا: یہ ایک آزمائش ہے، آپ خود کو ہلاکت میں نہ ڈالیے۔ اس کے بعد آپ نے قریشی مہاجرین کو، جو فتح مکہ میں شامل ہوئے تھے، اپنے پاس بلایا اور اُن کی رائے طلب فرمائی۔ انہوں نے متفقہ طور پر پلٹنے کا مشورہ دیا۔ سیدنا عمر ؓ نے اعلان فرما دیا کہ ہم صبح واپس روانہ ہوں گے۔

اس موقع پر سیدنا ابوعبیدہ بن جراح ؓ نے عرض کیا:

أَفِرَارًا مِنْ قَدَرِ اللّٰهِ يَا عُمَرُ؟

کیا آپ اللہ تعالیٰ کی تقدیر سے بھاگنا چاہتے ہیں؟

قحط والے سال آپ کا معمول تھا کہ عشاء کی نماز باجماعت ادا کرتے پھر گھر تشریف لے جاتے اور رات گئے تک نوافل کی ادائیگی اور اللہ کے آگے گریہ وزاری میں مصروف رہتے۔ آپ اپنی دعا میں فرماتے: ”اے اللہ میرے دور میں تو محمد ﷺ کی امت کو ہلاک نہ کرنا۔ اے اللہ! ہمیں قحط سالی سے ہلاک نہ کر اور رحم سے اس مصیبت کو دور فرما۔“

آپ کی انہی خوبیوں کی وجہ سے رسول اللہ ﷺ نے آپ کے متعلق فرمایا:

أَشَدُّ أُمَّتِي فِي أَمْرِ اللّٰهِ عُمَرُ

”دین کے معاملے میں میری امت میں سب سے زیادہ مضبوط شخص عمر ہیں۔“

(الطبقات الكبرى: 3/220)

سیدنا عمر فاروق نے جواب میں عالمانہ شان سے فرمایا:

لَوْ غَيْرُكَ قَالَهَا يَا أَبَا عُبَيْدَةَ! نَعَمْ! نَفِرُّ مِنْ قَدَرِ اللّٰهِ إِلَى قَدَرِ اللّٰهِ

”ابوعبیدہ آپ جیسے عالم وفقیہ شخص کو تو ایسا نہیں کہنا چاہیے تھا۔ ہاں، ہم اللہ تعالیٰ کی تقدیر سے اللہ تعالیٰ کی تقدیر ہی کی طرف بھاگنا چاہتے ہیں۔“ یہ گفتگو اور مشورہ ابھی جاری تھا کہ سیدنا عبدالرحمٰن بن عوف بھی تشریف لے آئے۔ انہوں نے جب یہ گفتگو سنی تو کہنے لگے: اس مسئلہ میں میرے پاس بھی کتاب وسنت کا علم ہے۔ نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے:

إِذَا سَمِعْتُمْ بِهٰذَا الْوَبَاءِ بِبَلَدٍ فَلَا تَقْدَمُوا عَلَيْهِ، وَإِذَا وَقَعَ وَأَنْتُمْ بِهِ فَلَا تَخْرُجُوا فِرَارًا مِنْهُ

”اگر تم سنو کہ کسی شہر میں یہ وبا موجود ہے تو وہاں مت جاؤ اور اگر تم اس وبا کے پھوٹ پڑنے سے پہلے ہی وہاں موجود تھے تو وہاں سے راہِ فرار اختیار نہ کرو۔“

اس طرح وہ شام کے علاقے میں مزید آگے جانے سے رک گئے۔ (صحیح مسلم: 2219)

بادشاہ اور خلیفہ میں فرق

سیدنا عمر ؓ نے سلمان فارسی ؓ سے پوچھا: کیا میں بادشاہ ہوں یا خلیفہ؟ حضرت سلمان فارسی ؓ نے جواب دیا: اگر آپ نے کسی زمین کا خراج، خواہ وہ ایک درہم سے بھی کم ہو، لیا ہو اور پھر اُسے غلط مصرف میں خرچ کیا ہو تو آپ بادشاہ ہیں اور اگر ایسا نہ ہوا ہو تو پھر آپ خلیفہ ہیں۔ یہ سُن کر سیدنا عمر ؓ آبدیدہ ہوگئے۔

(الشيخان أبو بكر الصديق وعمر بن الخطاب من رواية البلاذري: ص 256-257)

اصلی مساوات

سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے دور خلافت میں ایک دفعہ مدینہ اور اس کے اردگرد قحط سالی ہوئی۔ ہوا چلتی تو ہر طرف خاک اڑتی نظر آتی۔ چنانچہ اس سال کو ''عام الرمادۃ'' یعنی خاک اڑنے کا سال کہا گیا۔ سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے قسم کھائی کہ وہ گھی، دودھ اور گوشت تک اُس وقت تک استعمال نہیں کریں گے جب تک لوگ پہلے جیسی زندگی پر نہ لوٹ آئیں۔ ایک دفعہ بازار میں گھی کا ایک ڈبہ اور دودھ کا کٹورا بکنے کے لیے آیا۔ کسی خادم نے سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کے لیے یہ چیزیں چالیس (40) درہم میں خرید لیں اور عرض کیا: امیر المؤمنین! اللہ نے آپ کی قسم پوری فرما دی ہے۔ اللہ تعالیٰ آپ کو زیادہ اجر سے نوازے! ہم نے آپ کے لیے یہ اشیائے خوردنی خریدی ہیں قبول فرمائیے۔

سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے فرمایا: تم نے میرے لیے اتنے مہنگے داموں یہ چیزیں کیوں خریدیں؟ جاؤ! انہیں صدقہ کر دو۔ میں کھانے میں اسراف ہرگز پسند نہیں کرتا، پھر فرمایا: مجھے عوام کے دکھ کا اس وقت تک صحیح اندازہ نہیں ہو سکتا جب تک خود میں بھی انہی حالات سے نہ گزروں جن حالات سے عوام گزر رہے ہیں۔

پھر ایک موقع ایسا آیا کہ مہنگائی ہوگئی۔ خاص طور پر گھی مہنگا ہو گیا۔ لوگوں کو مہنگائی کا سامنا کرنا پڑا، عام لوگوں کے ساتھ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے بھی گرانی کا مقابلہ کیا۔ انہوں نے گھی کھانا موقوف کر دیا۔ عام خوردنی تیل پر گزارا کرنے لگے۔ اس کے نتیجے میں ان کا پیٹ خراب ہو گیا۔ ایک دفعہ پیٹ سے گُڑگُڑ کی آواز آئی تو پیٹ کو مخاطب کر کے فرمایا:

قَرْقِرْ أَوْلَا تَقَرْقَرْ، لَيْسَ لَكَ عِنْدَنَا غَيْرُ الزَّيْتِ حَتَّى يَحْيَا النَّاسُ۔

''تم گُڑگُڑ کرو یا خاموش رہو، تم گھی مانگتے ہو گے۔ اللہ کی قسم! جب تک سب میری رعایا کے لوگ گھی نہ کھا سکیں گے تجھے بھی میسر نہیں ہوگا۔''

حضرت عبدالرحمٰن بن عوف آپ کی بات سن کر وہاں سے نکل آئے۔ آپ روتے جاتے اور کہتے جاتے: ''اے عمر! تمہارے بعد لوگ برباد ہو جائیں گے، تمہارے بعد لوگ برباد ہو جائیں گے (یعنی لوگ آپ جیسی متوازن اور مثالی شخصیت کہاں سے لائیں گے)۔''

(مناقب أمير المؤمنين لابن الجوزي: ص 101) ، (الطبقات الكبرى: 3/218)

یہ مال تمہارے باپ کی کمائی کا نہیں

سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے قانون مساوات نہ صرف مدینہ میں نافذ کر رکھا تھا بلکہ پوری مملکت اسلامیہ میں تمام گورنروں کو یہی احکام دے رکھے تھے۔ یہاں تک کہ کھانے پینے کے سلسلے میں بھی یہی قانون سرکاری طور پر نافذ تھا۔

ایک مرتبہ جب عتبہ بن فرقد آذر بائیجان کے حاکم بن کر وہاں پہنچے تو ان کے سامنے کھجور اور گھی سے تیار کردہ حلوہ پیش کیا گیا۔ انہوں نے کھایا اور اسے بہت عمدہ اور شیریں پایا۔ عتبہ کے دل میں خیال آیا: کیوں نہ ایسا اچھا حلوہ امیر المؤمنین کی خدمت میں ارسال کیا جائے۔ انہوں نے اس حلوے کے دو بڑے بڑے ٹوکرے تیار کرائے اور دو آدمیوں کی معیت میں سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کی خدمت میں روانہ فرما دیے۔

سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے انہیں کھول کر دیکھا تو دریافت فرمایا: یہ کیا ہے؟ لوگوں نے بتایا: یہ گھی اور کھجور کا تیار شدہ حلوہ ہے۔ انہوں نے اسے چکھا۔ معلوم ہوا کہ یہ کوئی عمدہ میٹھی چیز ہے۔ دریافت فرمایا: کیا وہاں سب لوگ گھروں میں ایسی ہی خوراک کھاتے ہیں؟ جواب دیا گیا: نہیں، اس پر آپ نے حکم دیا: اسے واپس بھیج دو، پھر عتبہ کے نام یہ تحریر لکھی:

فَإِنَّهُ لَيْسَ مِنْ كَدِّ أَبِيكَ وَلَا مِنْ كَدِّ أُمِّكَ، أَشْبِعِ الْمُسْلِمِينَ مِمَّا تَشْبَعُ فِي رَحْلِكَ

یہ تمہارے والدین کا کمایا ہوا مال نہیں۔ تمہیں ایسی ہی خوراک استعمال کرنی چاہیے جو وہاں کے عام لوگوں کو میسر ہو۔

(مناقب أمير المؤمنين لابن الجوزي: ص 147)

اسلام میں کوئی زبردستی نہیں

سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کے دور خلافت میں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی سرکردگی میں ہونے والی فتوحات اس حقیقت پر شاہد ہیں کہ ان میں دیگر ادیان و مذاہب کے احترام کو بہت ملحوظ رکھا گیا۔ کسی کو بھی جبراً اسلام قبول کرنے کے لیے نہیں کہا گیا۔ اس کا اندازہ اس واقعہ سے لگائیے کہ ایک دن ایک عمر رسیدہ عیسائی عورت سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کے پاس کسی غرض سے آئی۔ آپ رضی اللہ عنہ نے خیر خواہی کے ارادے سے کہا: بڑی بی! مسلمان ہو جاؤ، تمہاری آخرت سنور جائے گی۔ یقیناً اللہ تعالیٰ نے محمد ﷺ کو حق اور سچ کے ساتھ مبعوث فرمایا ہے۔

یہ سن کر اس نے کہا: میں ایک بوڑھی عورت ہوں اور موت کے قریب ہوں۔ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے اس کی ضرورت تو فوراً پوری کر دی لیکن بعد ازاں دل میں خیال گزرا کہ اس عورت کو اس موقع پر اسلام کی دعوت دینا جب کہ وہ اپنی کسی حاجت کے لیے خلیفہ وقت کے پاس آئی تھی، زبردستی کے زمرے میں تو نہیں آتی؟۔

انہوں نے کثرت سے استغفار کیا اور اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں عرض کیا: اے اللہ! میں نے تو صرف اس کی رہنمائی کی ہے، اُسے مجبور نہیں کیا۔

(معاملة غير المسلمين في المجتمع الإسلامي، لإدوار غالي: ص41)

عیسائی غلام سے حُسن سلوک

سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کا ایک عیسائی غلام ''اشق'' بیان کرتا ہے: میں ایک عیسائی غلام تھا۔ مجھے سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: مسلمان ہو جاؤ، تم ایک باصلاحیت نوجوان ہو۔ ہم تمہاری صلاحیتوں سے فائدہ اُٹھانا چاہتے ہیں لیکن ہماری مجبوری یہ ہے کہ ہم کسی حساس عہدے

پر غیر مسلم کی تقرری نہیں کر سکتے۔ اگر تم مسلمان ہو جاؤ تو ہم بخوشی تمہیں یہ ذمہ داری سونپ سکتے ہیں۔ لیکن یہ فیصلہ تمہیں خود سوچ و بچار کے بعد اپنی آزاد مرضی سے کرنا ہے کیونکہ ﴿ لَآ إِكْرَاهَ فِي ٱلدِّينِ ﴾۔ ''دین اسلام اختیار کرنے میں کوئی جبر نہیں''۔ میں نے مسلمان ہونے سے انکار کر دیا لیکن ان کی خدمت میں حاضر رہا۔ جب ان کی شہادت کا وقت قریب آیا تو انہوں نے مجھے آزاد کرتے ہوئے فرمایا: میری طرف سے تمہیں اجازت ہے جہاں دل چاہے چلے جاؤ۔

سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کے دورِ خلافت میں اہل کتاب اپنی مذہبی عبادات اور دینی شعائر پوری آزادی سے ادا کرتے تھے۔ وہ اپنے گھروں اور عبادت خانوں میں گھنٹیاں بھی بجاتے تھے۔ انہیں کوئی منع نہیں کرتا تھا کیونکہ شریعت اسلامیہ نے اُنہیں مکمل مذہبی آزادی دے رکھی تھی۔

(نظام الحكم في الشريعة والتاريخ الإسلامي:58/1، وتاريخ الطبري:158/4، والبداية والنهاية:98/7)

خدام کے ساتھ برتاؤ

سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں: سیدنا عمر رضی اللہ عنہ حج کرنے مکہ آئے تو صفوان بن امیہ رضی اللہ عنہ نے ایک بڑے برتن میں، جسے کم سے کم چار افراد اٹھا سکتے تھے، بہت سا کھانا تیار کرایا اور لوگوں کے سامنے رکھا۔ ان میں سیدنا عمر رضی اللہ عنہ بھی شریک تھے۔ کھانے کے وقت خدام اٹھ کر جانے لگے تو سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے دریافت فرمایا: کیا تم لوگ کھانا نہیں کھاؤ گے؟

سفیان بن عبداللہ نے عرض کیا: امیر المؤمنین! ایسی بات نہیں۔ ہم لوگ بعد میں کھالیں گے۔

یہ سن کر سیدنا عمر رضی اللہ عنہ سخت ناراض ہوئے۔ ارشاد فرمایا: اللہ تعالیٰ لوگوں کی حالت پر رحم کرے کیا یہ ابھی تک طبقات میں بٹے ہوئے ہیں؟ پھر خدام کو حکم دیا کہ بیٹھ جاؤ اور کھانا کھاؤ چنانچہ ان سب نے کھانا کھایا۔

(نظام الحكم في الشريعة والتاريخ الإسلامي:188/1)
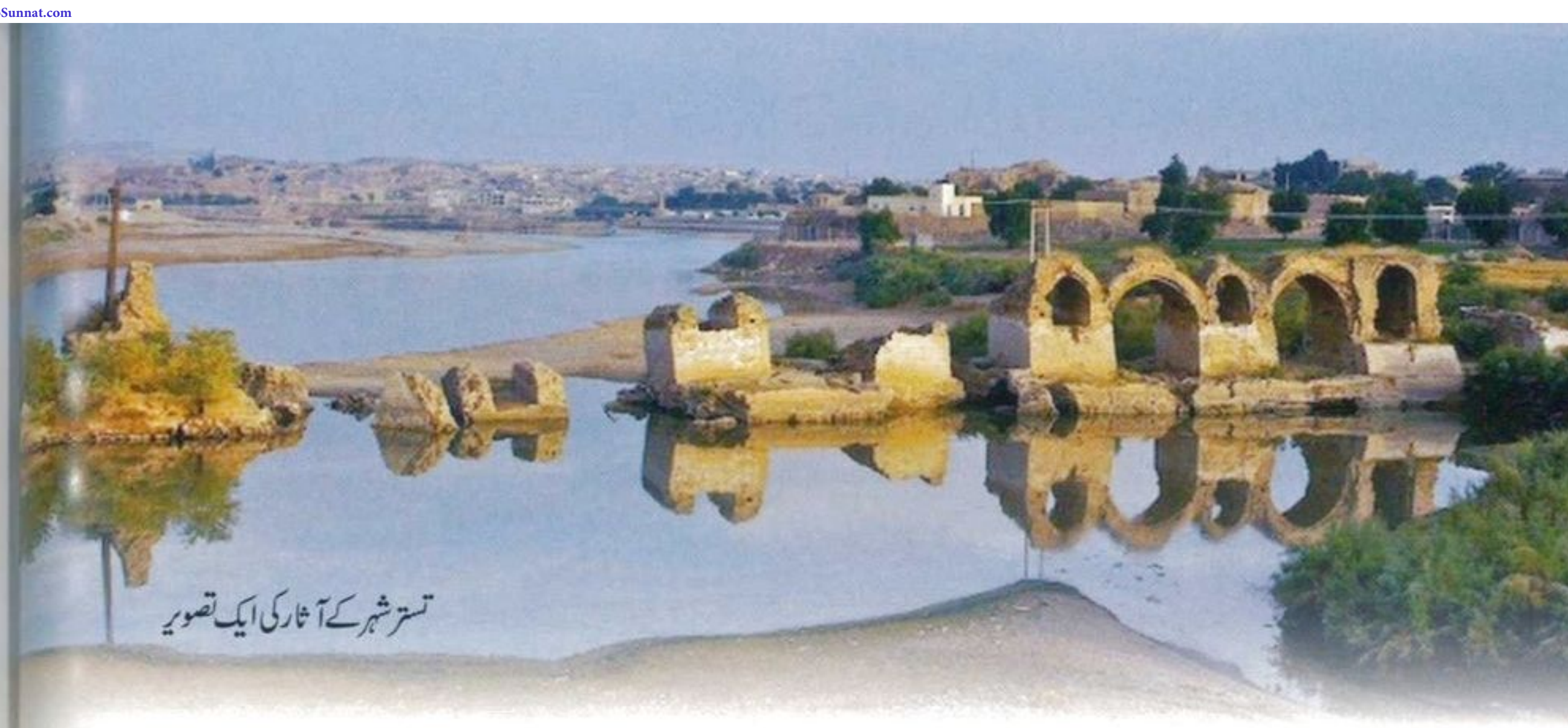
تستر شہر کے آثار کی ایک تصویر

کافر سپہ سالار سے ایفائے عہد

سیدنا عمر فاروق کے عہد خلافت میں جب لشکر اسلام نے ایرانی شہروں پر یلغار کی تو ایک معرکہ میں ''تستر'' نامی شہر کو فتح کرنے کی کوششیں ہو رہی تھیں۔ ایرانی سپہ سالار ''ہرمزان'' ''رامہرمز'' میں لشکر اسلام سے شکست کھانے کے بعد ''تستر'' میں جا کر قلعہ بند ہو گیا تھا۔ مسلمانوں نے شہر پر بہت سے حملے کیے مگر ہرمزان کے گرد موجود بڑے ایرانی لشکر کے باعث شہر فتح نہیں ہو رہا تھا۔

ایک دن شہر کا ایک آدمی چھپ کر اسلامی فوج کے کمانڈر سیدنا ابوموسیٰ اشعری کے پاس آیا اور کہا کہ اگر میرے جان و مال کو امان دی جائے تو میں شہر پر قبضہ کروا سکتا ہوں۔ سیدنا ابوموسیٰ نے منظور کیا۔ اس نے ایک عرب کو جس کا نام ''اشرس'' تھا ساتھ لیا اور شہر میں داخل ہونے والے پانی کے ایک نالے کے راستے شہر میں داخل ہوا اور اشرس کے منہ پر چادر ڈال کر کہا: نوکر کی طرح میرے پیچھے پیچھے چلے آؤ۔ چنانچہ شہر کے گلی کوچوں سے گزرتا ہوا وہ شخص ہرمزان کے خاص محل میں آیا' ہرمزان رئیسوں اور درباریوں کے ساتھ جلسہ جمائے بیٹھا ہوا تھا۔ تستر کے اس باشندے نے اشرس کو تمام عمارات کی سیر کرائی اور موقع کے نشیب و فراز دکھائے اور سیدنا ابوموسیٰ اشعری کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کیا: میں تو اپنا فرض ادا کر چکا، آگے آپ لوگوں کی ہمت اور مقدر ہے۔ اشرس نے اس کے بیان کی تصدیق کی اور کہا: اگر دو سو جانباز میرے ساتھ ہوں تو شہر فوراً فتح ہو جائے۔ ابوموسیٰ نے فوج کی طرف دیکھا' دو سو بہادروں نے بڑھ کر کہا کہ اللہ کی راہ میں ہماری جان حاضر ہے۔ اشرس اور اسلام کے جانبازوں کا دستہ اسی پانی کے نالے کی راہ سے بطخوں کی طرح سطح آب پر تیرتے ہوئے شہر پناہ

کے دروازے پر پہنچے' اور پہرہ داروں کو تہ تیغ کر کے اندر کی طرف سے دروازے کھول دیئے۔ ادھر ابوموسیٰ فوج کے ساتھ موقع پر موجود تھے۔ دروازہ کھلنے کے بعد تمام لشکر ٹوٹ پڑا اور شہر میں ہل چل مچ گئی۔ ہرمزان نے بھاگ کر قلعے میں پناہ لی' مسلمان قلعے کے نیچے پہنچے تو اس نے برج پر چڑھ کر کہا: ''میرے ترکش میں اب بھی سو تیر ہیں اور جب تک اتنی ہی لاشیں یہاں نہ بچھ جائیں میں گرفتار نہیں ہو سکتا۔ تاہم میں اس شرط پر گرفتاری پیش کرتا ہوں کہ تم مجھ کو مدینہ پہنچا دو اور جو کچھ فیصلہ ہو تمہارے خلیفہ عمر کے ہاتھ سے ہو۔ سیدنا ابوموسیٰ نے اس کی شرط منظور کر لی اور اسے گرفتار کرنے کے بعد سیدنا انس ؓ کو مامور کیا کہ ہرمزان سے کیے گئے عہد کے مطابق اسے بحفاظت مدینہ تک پہنچانے کا بندوبست کریں۔ چشم فلک نے یہ منظر دیکھا اور یہ واقعہ تاریخ کے صفحات میں محفوظ ہو گیا کہ اسلام کے ایک بدترین دشمن سے کیے گئے وعدے کو مسلمانوں نے من و عن نبھایا حالانکہ اس نے بے شمار مسلمانوں کو لڑائیوں میں قتل اور زخمی کیا تھا۔

(البداية والنهاية: 88/7)

غیر مسلموں کو امان نامہ

علامہ طبری سیدنا عمر ؓ کے زمانہ خلافت میں اہلِ فلسطین کو دی گئی امان کا تذکرہ کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ سیدنا عمر ؓ نے امان نامہ میں یہ تحریر کرایا تھا کہ اہلِ ایلیاء کو ان کی جان، مال، صلیب اور گرجا گھروں کے بارے میں امان دی جاتی ہے۔ اسی طرح سیدنا عمرو بن عاص ؓ نے بھی جو سیدنا عمر ؓ کی طرف سے مصر کے گورنر تھے، اہل مصر سے ایک معاہدہ کیا۔ اس کی عبارت یہ تھی:

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم ۔ یہ وہ امان نامہ ہے جس میں عمرو بن عاص نے اہلِ مصر کو ان کی جانوں، مالوں، گرجا گھروں، صلیبوں اور ان کے بر و بحر پر امان دی ہے۔ اور تاکیداً یہ بھی لکھا کہ یہ امان نامہ اللہ اور اس کے رسول ﷺ، خلیفۃ المسلمین اور عمومی طور پر تمام اہل اسلام کی ذمہ داری کے ساتھ ہے۔

(جولة تاريخية في عصر الخلفاء الراشدين لمحمد سيد الوكيل: ص 200-201)

اسلام کی عزت ہمارے لیے کافی ہے

اپنے دور خلافت میں جب سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ فتح بیت المقدس کے موقع پر وہاں تشریف لے گئے تو اس علاقے کے سرداروں کو پہلے ہی اطلاع دی جا چکی تھی کہ ''جابیہ'' میں آکر ان سے ملیں۔ اطلاع کے مطابق یزید بن سفیان اور خالد بن ولید وغیرہ نے یہیں استقبال کیا۔ شام میں رہ کر ان افسروں میں عرب کی سادگی باقی نہیں رہی تھی؛ چنانچہ سیدنا عمر کے سامنے یہ لوگ آئے تو اس ہیئت سے آئے کہ بدن پر حریر و دیبا کی چکنی اور پر تکلف قبائیں تھیں، اور زرق برق پوشاک اور ظاہری شان و شوکت سے عجمی معلوم ہوتے تھے۔ سیدنا عمر کو اپنے لوگوں کی شان و شوکت ناگوار گزری۔ گھوڑے سے اتر پڑے اور سنگریزے اٹھا کر ان کی طرف پھینکنے لگے کہ اس قدر جلد تم نے عجمی عادتیں اختیار کر لیں۔

ان لوگوں نے عرض کی کہ ''قباؤں کے نیچے ہتھیار ہیں۔'' (یعنی سپہ گری کا جوہر ہاتھ سے جانے نہیں دیا ہے) فرمایا: ''چلو پھر خیر ہے۔'' شہر کے قریب پہنچے تو اونچے ٹیلے پر کھڑے ہو کر چاروں طرف نگاہ ڈالی ''غوطہ'' کا دلفریب سبزہ زار اور دمشق کے بلند و شاندار مکانات سامنے تھے۔ دل پر ایک خاص اثر ہوا۔ عبرت کے لہجہ میں ان آیات کی تلاوت کرنے لگے:

﴿كَمْ تَرَكُوا مِن جَنَّاتٍ وَعُيُونٍ ﴿٢٥﴾ وَزُرُوعٍ وَمَقَامٍ كَرِيمٍ ﴿٢٦﴾ وَنَعْمَةٍ كَانُوا فِيهَا فَاكِهِينَ ﴿٢٧﴾ كَذَٰلِكَ ۖ وَأَوْرَثْنَاهَا قَوْمًا آخَرِينَ ﴿٢٨﴾ فَمَا بَكَتْ عَلَيْهِمُ السَّمَاءُ وَالْأَرْضُ وَمَا كَانُوا مُنظَرِينَ﴾

(الدخان: 25-29)

''کتنے ہی باغ، چشمے، کھیت اور شاندار محل تھے جنہیں وہ چھوڑ گئے۔ کتنے ہی عیش کے سامان جن میں وہ مزے کر رہے تھے دھرے رہ گئے۔ یہ ہوا ان کا انجام اور ہم نے دوسروں کو ان چیزوں کا وارث بنا دیا۔ پھر نہ آسمان ان پر رویا نہ زمین اور نہ ہی وہ ذرا سی مہلت دیے گئے۔''

پھر نابغہ کے چند حسرت انگیز اشعار پڑھے۔

عیسائیوں سے معاہدہ کی تحریر کے بعد سیدنا عمر نے بیت المقدس کا رخ فرمایا۔ آپ کی سواری کے لیے جو گھوڑا تھا اس کے سُم گھس کر بیکار ہو گئے تھے۔ وہ رک رک کر قدم رکھتا تھا۔ سیدنا عمر یہ دیکھ کر اتر پڑے۔ لوگوں نے ترکی نسل کا ایک عمدہ گھوڑا حاضر کیا۔ گھوڑا شوخ اور چالاک تھا؛ سیدنا عمر سوار ہوئے تو کلیل کرنے لگا، فرمایا: ''کمبخت یہ غرور کی چال تو نے کہاں سے سیکھی''۔ یہ کہہ کر اتر پڑے اور پیادہ پا چلے۔ بیت المقدس قریب آیا تو سیدنا ابوعبیدہ اور سرداران فوج استقبال کو آئے۔ سیدنا عمر کا لباس اور ساز و سامان جس معمولی نوعیت کا تھا اسے دیکھ کر مسلمانوں کو شرم ستانے لگی کہ عیسائی لوگ اپنے دل میں امت اسلام کے سربراہ کے بارے میں کیا کہیں گے؟! چنانچہ لوگوں نے ترکی گھوڑا اور قیمتی پوشاک حاضر کی، سیدنا عمر نے فرمایا:

نَحْنُ قَوْمٌ أَعَزَّنَا اللّٰهُ بِالْإِسْلَامِ، فَلَا نَطْلُبُ بِغَيْرِ اللّٰهِ بَدِيلًا

''اللہ نے ہم کو جو عزت دی ہے وہ ہمیں اسلام کی وجہ سے ملی ہے اور ہمیں اللہ کے سوا کسی دوسرے ذریعے سے عزت طلب کرنا نہیں چاہیے''۔

غرض سیدنا عمر اسی شان بے نیازی سے بیت المقدس میں داخل ہوئے سب سے پہلے مسجد میں گئے، محراب داود کے پاس پہنچ کر قرآن کریم کی ایک آیت کی تلاوت اور سجدہ کیا پھر عیسائیوں کے گرجا گھر میں آئے اور اس کا جائزہ لیتے رہے۔

(الطبری، الفاروق، ص: 135-137)

موجودہ دور میں بیت المقدس کی ایک تصویر جس میں شہر بھی نظر آ رہا ہے

سرکاری اہل کاروں کا محاسبہ

چونکہ یہاں بہت سے فوجی افسران اور حکومتی اہل کار جمع ہو گئے تھے لہذا امیر المؤمنین نے وہاں کئی دن تک قیام کیا اور ضروری احکام جاری کیے۔ ایک دن مؤذن رسول ﷺ سیدنا بلال نے آکر شکایت کی: ''امیر المؤمنین! ہمارے افسر پرندوں کا گوشت اور عمدہ آٹے کی روٹیاں کھاتے ہیں لیکن عام مسلمانوں کو اس سے کم تر معیار کا کھانا بھی بمشکل میسر ہوتا ہے''۔ سیدنا عمر فاروق نے سوالیہ نگاہوں سے ان افسروں کی طرف دیکھا۔ انہوں نے عرض کیا: امیر المؤمنین! اس ملک میں تمام چیزیں ارزاں ہیں جتنی قیمت پر حجاز میں روٹی اور کھجور ملتی ہے یہاں اسی قیمت پر پرندوں کا گوشت اور عمدہ آٹا مل جاتا ہے''۔ سیدنا عمر افسروں کو مجبور نہ کر سکے لیکن حکم دیا کہ مال غنیمت اور تنخواہ کے علاوہ ہر سپاہی کے لیے کھانے کی مقدار اور نوعیت کا بھی تعین کر دیا جائے۔

(الفاروق، ص:137)

یہودیت سے بیزاری اور حنیفیت سے وابستگی

ایک دن مسجد اقصی میں تشریف لے گئے اور سیدنا کعب احبار کو بلایا اور ان سے پوچھا کہ نماز کہاں پڑھی جائے؟ واضح رہے کہ مسجد اقصی میں ایک پتھر ہے جو انبیاء سابقین کی یادگار ہے' اس کو صخرہ کہتے ہیں اور یہودی اس کی اسی طرح تعظیم کرتے ہیں جس طرح مسلمان حجر اسود کی کرتے ہیں۔ سیدنا عمر فاروق نے جب قبلہ کی نسبت پوچھا تو کعب نے کہا: ''صخرہ کی طرف'' سیدنا عمر فاروق نے فرمایا: ''تم میں اب تک یہودیت کا اثر باقی معلوم ہوتا ہے اسی کا اثر تھا کہ تم نے صخرہ کے پاس آکر جوتی اتار دی''۔

(الفاروق، ص:137)

بے مثال نظام حکومت

جب ہم تاریخ انسانی کے حکمرانوں اور ان کے حکومتی نظاموں کا جائزہ لیتے ہیں تو ہمیں سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کا کوئی ثانی نظر نہیں آتا۔ انہوں نے بڑے بڑے دیوان لکھے اور مملکت اسلامیہ میں بسنے والے تمام افراد کی انتہائی باریک بینی سے مردم شماری کرائی۔ ان کا نظام عصر حاضر میں کی جانے والی مردم شماری سے بھی بہتر تھا۔ وہ ہر مرد، عورت اور بچے کے نام اور جگہ سے واقف تھے مسلمانوں کے بیت المال میں ان کے حصے بھی انہیں معلوم تھے اور آپ نے دینی خدمات اور جہاد میں آگے اور پیچھے ہونے کے لحاظ سے ہر مجاہد کا مقام واضح کیا، چنانچہ غزوہ بدر میں شریک ہونے والے دوسرے مجاہدین سے مقدم تھے۔ صلح حدیبیہ میں شرکت کرنے والوں کا مرتبہ ان بدری صحابہ کے بعد تھا اور مرتدین کے خلاف لڑی جانے والی جنگوں میں حصہ لینے والوں کا مقام ان دونوں کے بعد تھا۔ جن لوگوں نے روم و فارس کے ساتھ معرکوں میں داد شجاعت دی ان کو اور میدان بدر میں لڑنے والے صحابہ کی اولاد کو ایک ہی مرتبہ میں رکھا گیا۔ ان کے بعد پیش آنے والے تقدیم و تقسیم کے تمام حقوق کو اسی فارمولے پر قیاس کر لیجیے۔ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کا ایک کارنامہ یہ بھی ہے کہ انہوں نے اسلامی افواج میں دس دس افراد کے بنیادی یونٹ بنائے، پھر ان یونٹوں کو ملا کر آرمی کے بڑے اور چھوٹے گروپ تشکیل دیے۔

دشمن کے ساتھ عمدہ سلوک

سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان فرماتے ہیں کہ خلافت فاروقی میں ایک دفعہ جب وہ خیبر میں اپنے اموال کی دیکھ بھال کے لیے گئے تو ان پر رات کی تاریکی میں حملہ کیا گیا اور ان کے ہاتھ پاؤں کے جوڑ اکھاڑ دیے گئے۔ یہی واقعہ خیبر کے یہودیوں کی جلاوطنی کا سبب بنا۔ جب خیبر والوں نے مجھ پر حملہ کیا تو سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے خطبہ ارشاد فرمایا: بلاشبہ اللہ کے رسول ﷺ نے خیبر کے یہودیوں سے معاہدہ فرمایا تھا کہ ان کے مال محفوظ رہیں گے اور فرمایا تھا:

نُقِرُّكُمْ مَا أَقَرَّكُمُ اللّٰهُ

''ہم تمھیں اس وقت تک برقرار رکھیں گے جب تک اللہ چاہے''۔

ہمارا ایک آدمی اپنے مال کی خبر گیری کے لیے خیبر جاتا ہے تو اس پر رات کی تاریکی میں حملہ کیا جاتا ہے اور اس کے ہاتھ پاؤں اکھاڑ دیے جاتے ہیں۔ یہود کے علاوہ ہمارا وہاں کوئی دشمن نہیں۔ ہمارا شک ان ہی پر ہے۔ میں نے ان سب کو جلاوطن کرنے کا فیصلہ کر لیا ہے۔

جب سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے پختہ عزم کر لیا تو بنو حقیق کا ایک یہودی سردار آیا اور کہنے لگا: امیر المؤمنین! کیا آپ ہمیں ایسی سرزمین سے بے دخل کرنا چاہتے ہیں، جہاں ہمیں محمد ﷺ نے برقرار رکھا۔ خیبر کے اموال پر ہم سے صلح فرمائی اور شرائط عائد کیں؟ سیدنا

دانش مندانہ پالیسی

سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے بہت سے کبار صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو اپنے پاس مدینہ میں روک رکھا تھا۔ بعض صحابہ کو انھوں نے لشکروں کی قیادت اور مختلف علاقوں کی گورنری سونپ رکھی تھی۔ لیکن دیگر صحابہ کرام پر مدینہ ہی میں رہنے کی پابندی اس لیے عائد فرما رکھی تھی تاکہ ضرورت کے وقت ان سے مشورہ حاصل کیا جا سکے اور پیش آمدہ مسائل میں ان کی رائے کا احترام کرتے ہوئے اس پر عمل کیا جا سکے۔

(المرتضى سيرة أمير المؤمنين علي بن أبي طالب، للشيخ أبي الحسن الندوي: ص 109)

خیبر میں مرحب کے قلعے اور یہودی بستی کے آثار

عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: کیا تمھارا یہ خیال ہے کہ میں نبی ﷺ کا وہ ارشاد بھول چکا ہوں جس میں آپ ﷺ نے فرمایا تھا:

كَيْفَ بِكَ إِذَا أُخْرِجْتَ مِنْ خَيْبَرَ تَعْدُو بِكَ قَلُوصُكَ لَيْلَةً بَعْدَ لَيْلَةٍ

''وہ وقت یاد کر جب تجھے خیبر سے نکال دیا جائے گا اور تیری اونٹنی تجھے لے کر کئی راتیں بھاگتی رہے گی''۔

اس نے کہا: امیر المؤمنین! یہ تو ابو القاسم نے محض ایک مذاق کیا تھا۔ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: اللہ کے دشمن! تو جھوٹ بولتا ہے، پھر آپ نے ان سب کو جلاوطن کر دیا۔ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے ان کے پھل، اموال، اونٹ، سامان جو پالان یا رسیوں وغیرہ کی شکل میں تھا، سب کی قیمت ادا فرما دی اور کوئی بھی چیز بلا قیمت اپنی تحویل میں لینے سے گریز فرمایا''۔

(صحيح البخاري، حديث: 2730)

سیدنا عمر فاروق کا گزر ایک دفعہ ایک ایسے شخص پر ہوا جو یہ دعا مانگ رہا تھا: ''الٰہی! مجھ کو فتنوں سے بچانا''۔ فرمایا: ''میاں سوچ سمجھ کر دعا مانگو؛ کیا تم یہ چاہتے ہو کہ اللہ تم کو مال اور اولاد سے محروم رکھے''۔ قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ نے مال و اولاد کو فتنہ کہا ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿ إِنَّمَا أَمْوَالُكُمْ وَأَوْلَادُكُمْ فِتْنَةٌ ﴾ (التغابن: 15)

(إزالة الخفاء: ص 205)

امیر المؤمنین کا مشاہرہ

سیدنا ابوبکر ؓ کے بعد جب سیدنا عمر ؓ خلیفۃ المسلمین مقرر ہوئے تو کچھ مدت تک انہوں نے بیت المال سے کچھ بھی نہ لیا۔ یہاں تک کہ فاقوں کی نوبت آگئی۔ وہ خلافت کے معاملات اور اُمت کی خدمت میں اس قدر مصروف ہو گئے کہ اپنی گزر بسر کے لیے ذاتی تجارت کی مہلت ہی نہیں ملی، انہوں نے صحابہ کرام ؓ کو جمع فرمایا اور اس سلسلے میں مشورہ طلب کرتے ہوئے فرمایا:

میں نے خود کو رعایا کے معاملات و مسائل کے لیے وقف کر دیا ہے۔ اب بتائیے کہ مجھے آپ حضرات کی طرف سے گزر بسر کے لیے بیت المال سے کس قدر معاوضہ لینے کی اجازت ہے؟ حضرت عثمان ؓ نے فرمایا: آپ خود کھا سکتے ہیں اور اپنے گھر والوں کو بھی کھلا سکتے ہیں۔ سعید بن زید بن عمرو بن نفیل نے بھی یہی مشورہ دیا۔

سیدنا عمر ؓ نے سیدنا علی ؓ سے مشورہ طلب فرمایا تو انہوں نے کہا: آپ دوپہر اور شام کا کھانا کھا سکتے ہیں تو سیدنا عمر ؓ نے یہ مشورہ قبول فرمالیا۔ بعدازاں سیدنا عمر ؓ نے ارشاد فرمایا: اے لوگو! میں نے اپنے لیے اللہ تعالیٰ کے مال سے صرف اس قدر روا رکھا ہے جتنا ایک یتیم کا نگران یتیم کے مال سے اپنے لیے روا رکھتا ہے۔ اگر میں کچھ مالدار ہو گیا تو بیت المال سے خرچہ لینا چھوڑ دوں گا۔ اگر حاجت مند رہا تو ضرورت کے مطابق لوں گا۔

(الخلافة الراشدة، للدكتور يحيى اليحيى: ص 270)

ایک دن سیدنا عمر فاروق ؓ خطبہ ارشاد فرما رہے تھے، وہ اس وقت خلیفہ تھے۔
سیرت کی کتابوں میں ہے: وَعَلَيْهِ إِزَارٌ فِيهِ اثْنَتَا عَشْرَةَ رُقْعَةً۔
''اور ان کا حال یہ تھا کہ ان کے تہبند میں بارہ (12) پیوند لگے ہوئے تھے''۔
(الزهد، للإمام أحمد: ص124)

سنِ ہجری کا آغاز

اسلامی ماہ و سال اور تاریخ کی ابتدا ہجرت مدینہ سے ہوئی۔ یہ ایسی ترقی تھی جس کی اسلامی تہذیب میں بڑی عظیم الشان اور منفرد اہمیت ہے۔ سب سے پہلے جس ہستی نے سن ہجری کا آغاز کیا، وہ سیدنا عمر فاروق ؓ تھے۔ سن ہجری کی ابتدا کے بارے میں مختلف روایات وارد ہوئی ہیں۔

میمون بن مہران فرماتے ہیں: ایک دفعہ سیدنا عمر ؓ کے سامنے ایک اقرار نامہ پیش کیا گیا جو شعبان میں طے پایا تھا۔ سیدنا عمر ؓ نے دریافت فرمایا: کون سا شعبان؟ جو گزر گیا یا آئندہ آنے والا ہے، یا جو اس وقت گزر رہا ہے؟ پھر انہوں نے صحابہ کرام ؓ کو جمع کیا اور فرمایا: لوگوں کے لیے کوئی ایسی علامت مقرر کرو جسے سب جانتے پہچانتے ہوں۔ ایک صحابی نے مشورہ دیا: ہمیں رومیوں کی تقویم کے مطابق چلنا چاہیے کیونکہ وہ دنیا کے ایک بڑے حصے میں رائج ہے لیکن اس رائے کو یہ کہہ کر رد کر دیا گیا کہ اُن کی تقویم بہت پرانی ہے۔ ذوالقرنین سے شروع ہوتی ہے۔

ایک صحابی نے مشورہ دیا کیوں نہ ہم اہل فارس کا طریقہ استعمال کرلیں۔ یہ سن کر سب نے کہا: ان لوگوں میں آنے والا ہر بادشاہ پہلے بادشاہ کی تقویم ختم کر دیتا ہے۔

ساری بحث کے بعد یہ فیصلہ ہوا کہ دیکھا جائے کہ نبی ﷺ مدینہ طیبہ میں کتنی دیر رہے۔ جب شمار کیا گیا تو دس (10) سال بنے، چنانچہ اسلامی تقویم کی ابتدا ہجرت نبوی سے کی گئی۔

ایک اور روایت کے مطابق عثمان بن عبداللہ سیدنا سعید بن مسیّب کے حوالے سے بیان کرتے ہیں کہ ایک مرتبہ سیدنا عمر فاروق ؓ نے انصار اور مہاجرین کو جمع کیا اور دریافت فرمایا: ہم اپنی تقویم کی ابتدا کب سے کریں؟ سیدنا علی ؓ نے مشورہ دیا کہ جس وقت نبی ﷺ شرک کی زمین سے نکل کر مدینہ تشریف لائے، اسی وقت سے ہماری تاریخ کا آغاز ہونا چاہیے۔ سیدنا عمر ؓ نے یہ مشورہ فوراً قبول فرمالیا۔

(المستدرك للحاكم: 3/14)

محاسبہ نفس کا ایک اور انداز

سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ ایک دن کسی کام میں مصروف تھے کہ ایک آدمی آیا اور کہا: امیر المؤمنین! میرے ساتھ چلیے اور میری مدد کیجیے، فلاں آدمی نے مجھ پر زیادتی کی ہے۔ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ اُس وقت اُمورِ مملکت میں سے کسی انتہائی اہم کام میں مصروف تھے آپ نے اُسے سرزنش کرتے ہوئے فرمایا:

جب عمر تمہارے لیے وقت نکالتا ہے تو اس وقت تم آتے نہیں اور جب میں دیگر ضروری کاموں میں مصروف ہوتا ہوں تو آ جاتے ہو۔ وہ آدمی اپنے آپ کو ملامت کرتا ہوا واپس چلا گیا۔ تھوڑی دیر بعد سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ کو احساس ہوا کہ میں نے اُس کی دادرسی میں کوتاہی کی ہے۔ یہ خیال آتے ہی اُنہوں نے حکم دیا کہ اس آدمی کو واپس لایا جائے۔ جب وہ واپس آیا تو آپ نے اپنا درہ اس کی طرف پھینک دیا اور فرمایا: میں نے تمہاری بروقت دادرسی نہ کر کے تم پر زیادتی کی ہے۔ تم مجھ سے اس زیادتی کا بدلہ لے سکتے ہو۔

وہ آدمی بولا: نہیں امیر المؤمنین! میں آپ کو اللہ تعالیٰ اور آپ کی رضا کے لیے معاف کرتا ہوں۔ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: اس طرح نہ کہو یا تو صرف اللہ کی رضا کے لیے معاف کرو اور ثواب کے امیدوار ہو جاؤ یا مجھ سے قصاص لے لو۔ وہ یہ بات سمجھ گیا اور کہنے لگا: امیر المؤمنین! میں صرف اللہ تعالیٰ کی رضا کے لیے معاف کرتا ہوں۔

اس وقت آپ کے ساتھ کچھ لوگ تھے۔ ان میں احنف بن قیس رضی اللہ عنہ بھی تھے۔ وہ اس قصے کے راوی اور عینی شاہد ہیں۔ فرماتے ہیں: پھر سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے نفل نماز پڑھنا شروع کی۔ دو رکعتیں ادا کیں تو اپنے آپ سے مخاطب ہو کر کہنے لگے۔ ابن خطاب! تو کتنا گرا پڑا آدمی تھا اللہ تعالیٰ نے تجھے بلندی عطا کی۔ تو گمراہ تھا اللہ تعالیٰ نے تجھے ہدایت بخشی۔ تو ذلیل تھا اللہ تعالیٰ نے تجھے عزت عطا فرمائی، تجھے لوگوں کا حاکم بنا دیا۔ تیرے پاس ایک آدمی ظلم کے انسداد میں مدد کا طلب گار ہوا، تو نے اس کی دادرسی کی بجائے اُس کی سرزنش کر

ڈالی۔ کل جب تو اپنے رب کے حضور پیش ہو گا تو کیا جواب دے گا؟ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ اپنے آپ کو اسی طرح ڈانٹتے رہے ملامت کرتے رہے۔ میں انہیں دیکھتا رہا حتی کہ میرے دل میں خیال گزرا کہ آپ پوری کائنات میں سب سے اچھے انسان ہیں۔

(محض الصواب في فضائل أمير المؤمنين عمر بن الخطاب: 503/2)

بعد کے خلفاء کو مشقت میں ڈال دیا

سیدنا عمر رضی اللہ عنہ خشیت الٰہی سے فرمایا کرتے تھے:

لَوْ مَاتَ جَدْيٌ بِطَفِّ الْفُرَاتِ لَخَشِيتُ أَنْ يُحَاسِبَ اللّٰهُ بِهِ عُمَرَ

''اگر کوئی بکری کا بچہ فرات کے کنارے مر گیا تو اللہ قیامت کے دن عمر سے سوال کرے گا''۔

سیدنا علی رضی اللہ عنہ ارشاد فرماتے ہیں: میں نے ایک دن عمر رضی اللہ عنہ کو اونٹ کی پشت پر پالان کی لکڑی پر بیٹھے تیزی سے جاتے دیکھا۔ میں نے کہا: امیر المؤمنین! آپ کہاں جا رہے ہیں؟ کہا: صدقے کا اونٹ بھاگ گیا ہے، اسے تلاش کرنے جا رہا ہوں۔ میں نے کہا: آپ نے تو اپنے بعد آنے والے خلفاء کو مشکل اور مشقت میں ڈال دیا۔ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

أَبَا الْحَسَنِ لَا تَلُمْنِي، فَوَالَّذِي بَعَثَ مُحَمَّدًا بِالنُّبُوَّةِ!

لَوْ أَنَّ عَنَاقًا أُخِذَتْ بِشَاطِئِ الْفُرَاتِ لَأُخِذَ بِهَا عُمَرُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ

''ابو الحسن! مجھے ملامت نہ کیجیے، اللہ کی قسم جس نے محمد ﷺ کو نبوت کے ساتھ مبعوث فرمایا! اگر فرات کے کنارے سے بکری کا کوئی بچہ گم ہو گیا تو قیامت کے دن عمر سے اس کے بارے میں بھی سوال ہو گا''۔

(مناقب عمر، لابن الجوزي: ص 161)

حدود حرم کا احترام

ابوسلامہ فرماتے ہیں کہ ایک دن میں سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے پاس پہنچا۔ کیا دیکھتا ہوں کہ وہ حرم مکی کے اندران عورتوں اور مردوں کو سختی سے ڈانٹ کر الگ الگ کر رہے ہیں جو ایک ہی حوض پر جمع ہو کر وضو کر رہے تھے۔ انہوں نے ایک ذمہ دار آدمی کو آواز دی۔ وہ فوراً حاضر ہوا اور عرض کی: میں حاضر ہوں، امیر المؤمنین میں حاضر ہوں۔ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے غصے سے فرمایا: ایسے تکلفات چھوڑو! مجھے یہ بتاؤ: کیا میں نے تمہیں یہ حکم نہیں دیا تھا کہ عورتوں کے لیے الگ اور مردوں کے لیے الگ حوض بناؤ؟ یہ کہہ کر وہ واپس آئے تو سیدنا علی رضی اللہ عنہ سے ملاقات ہوگئی۔ فرمایا: علی! میں تو تباہ ہوگیا۔ سیدنا علی رضی اللہ عنہ نے عرض کی: کیا ہوا کیسی تباہی کی باتیں کر رہے ہیں؟ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: میں کچھ مردوں اور عورتوں کو حدود حرم میں ڈانٹ بیٹھا ہوں۔

سیدنا علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا: امیر المؤمنین! آپ ایک داعی ہیں۔ اگر آپ کی نیت اصلاح اور خیر خواہی کی تھی تو اللہ سبحانہ وتعالیٰ آپ کو اس پر کوئی سزا نہیں دے گا اور اگر آپ نے انہیں نیت میں کھوٹ کی وجہ سے ڈانٹا ہے تو تب آپ ظالم ہو سکتے ہیں۔

حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے یہ آیت سنی:

﴿ وَالَّذِينَ يُؤْذُونَ الْمُؤْمِنِينَ وَالْمُؤْمِنَاتِ ﴾

''اور جو لوگ مؤمن مردوں اور مؤمن عورتوں کو تکلیف دیتے ہیں''۔ الأحزاب: 58۔

آیت کا سننا تھا کہ وہ پریشانی اور اضطراب کی حالت میں مدینہ کی گلیوں کے چکر کاٹنے لگے اور پھر سیدنا ابی بن کعب رضی اللہ عنہ کے گھر تشریف لے گئے۔ وہ تکیہ لگائے بیٹھے تھے۔ انہوں نے وہ تکیہ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کے سامنے پیش کر دیا اور کہا:

امیر المؤمنین! اس پر تشریف رکھیے۔ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے تکیے کو پیچھے ہٹا دیا اور زمین پر بیٹھ گئے۔ انہوں نے ابی بن کعب رضی اللہ عنہ کو یہی آیت پڑھ کر سنائی اور فرمایا:

أَخْشَى أَنْ أَكُونَ أَنَا صَاحِبَ الْآيَةِ

''مجھے ڈر لگ رہا ہے کہ کہیں اس آیت کا مصداق میں ہی نہ ہوں'' کیونکہ میں نے مؤمنوں کو تکلیف پہنچائی ہے۔ حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ نے عرض کیا: ایسا نہیں ہو سکتا، آپ نے تو صرف اپنی رعایا کی خیر خواہی اور بھلائی چاہی ہے۔ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: اگر آپ کہتے ہیں تو ٹھیک ہے اور اللہ تعالیٰ ہر چیز کو خوب جانتا ہے۔

(مناقب عمر بن الخطاب: ص 162، ومحض الصواب في فضائل أمير المؤمنين عمر بن الخطاب: 623/2)
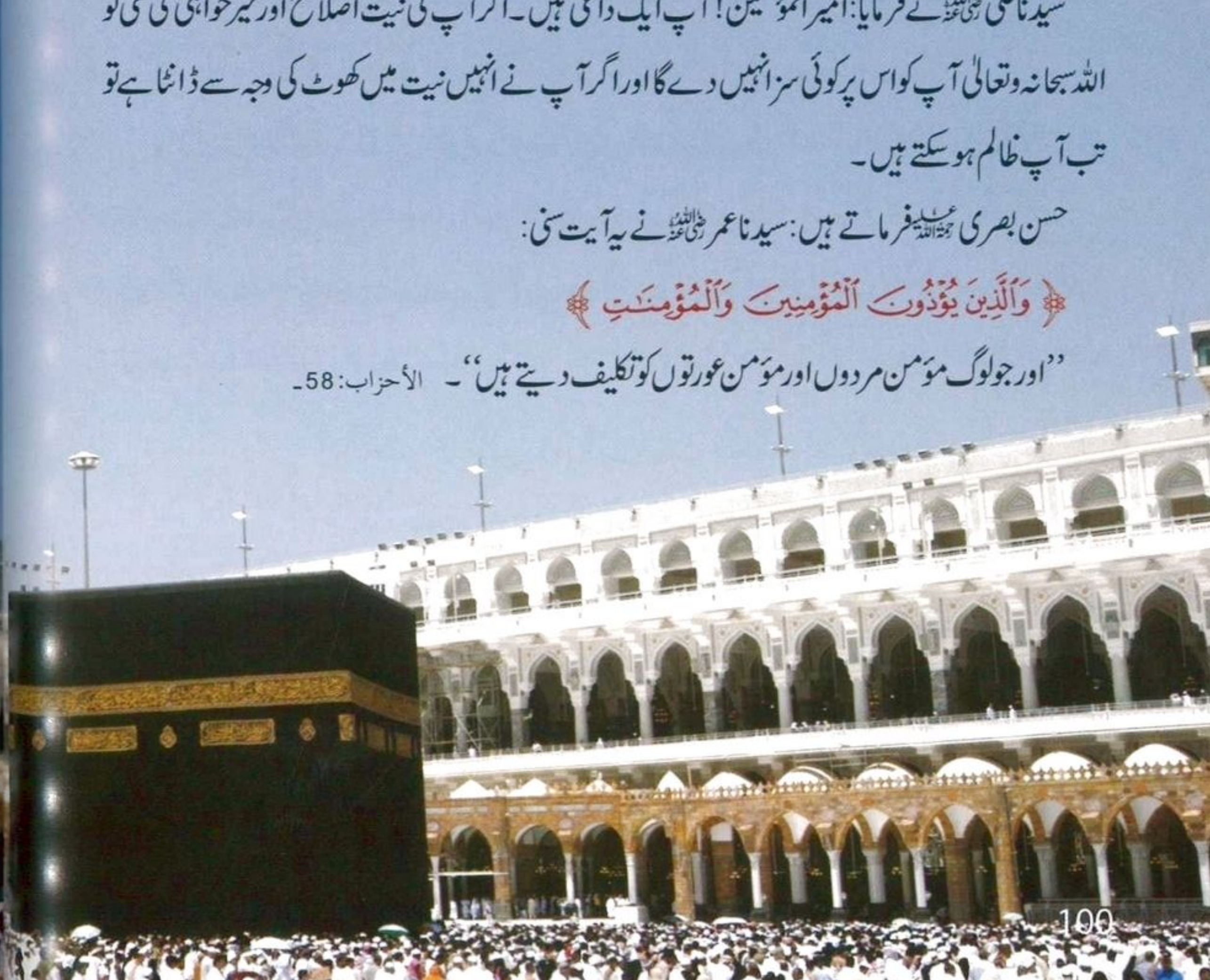
مضروب کو راضی کرو یا قصاص دو

سیدنا عمر ؓ نے اپنے تمام گورنروں کو حج کے موقع پر موجود رہنے کا حکم دے رکھا تھا۔ تمام گورنروں کی موجودگی میں وہ خطبہ ارشاد فرمایا کرتے: حاضرین کرام! میں نے یہ حکام تمہاری جانوں اور اموال پر ظلم کرنے کے لیے مقرر نہیں کیے۔ انہیں میں نے انصاف قائم کرنے اور مال غنیمت میں سے تمہارے حصے انصاف کے ساتھ تقسیم کرنے کے لیے بھیجا ہے۔ اگر کسی صوبے میں میرے عامل کی طرف سے کسی سے کوئی ناروا سلوک ہوا ہے تو وہ کھڑا ہو جائے۔

قارئین کرام! ذرا غور کیجیے: حج کا موقع پوری سلطنت اسلامیہ سے حجاج کرام آئے ہوئے ہیں اور ان کے سامنے تمام گورنر کھلی کچہری میں حاضر ہیں۔

ایسے ہی ایک موقع پر مصر کا ایک شخص کھڑا ہوتا ہے اور عرض کرتا ہے: امیر المؤمنین! آپ کے بھیجے ہوئے گورنر عمرو بن عاص نے ناجائز طور پر مجھے سو (100) کوڑے مارے ہیں۔ سیدنا عمر فاروق ؓ نے گورنر سے فوراً جواب طلب کیا: تم نے اسے کیوں مارا؟ کوئی معقول وجہ بتاؤ یا قصاص دینے کے لیے تیار ہو جاؤ! سیدنا عمرو بن عاص ؓ کھڑے ہو گئے اور عرض کیا: امیر المؤمنین! اگر آپ نے اس طرح بر سر عام اپنے عمال کا محاسبہ کیا تو لوگ بہت زیادہ شکایتیں کرنے لگیں گے۔ اگر یہ سلسلہ چل نکلا تو ارکان حکومت میں بد دلی پھیلنے کا اندیشہ ہے۔ سیدنا عمر ؓ نے فرمایا:

یہ میرا ذاتی اجتہاد نہیں ہے بلکہ خود رسول اللہ ﷺ بھی قصاص دینے کے لیے تیار ہو جاتے تھے۔ سیدنا عمرو بن عاص ؓ نے عرض کیا: کچھ مہلت دیجیے، ہم متاثر آدمی کو راضی کر لیتے ہیں۔ سیدنا عمر فاروق ؓ نے اجازت دے دی، چنانچہ مضروب کو ہر کوڑے کے عوض دو دو دینار کے حساب سے دو سو (200) دینار لینے پر راضی کر لیا گیا۔

(ابن سعد:3/293,294)

اچھے اور برے حکمران کا فرق

سیدنا عمر ؓ کا معیارِ زندگی عام لوگوں جیسا تھا۔ وہ عام لوگوں جیسا ہی کھاتے تھے۔ اُنہیں ایسا کھانا قطعاً گوارا نہیں تھا جو سب لوگوں کو میسر نہ ہو۔ اکثر روزہ رکھتے تھے۔ عام الرمادة کے ایام میں ان کے لیے تیل سے بنا ہوا ثرید لایا جاتا۔ وہ اسے بخوشی تناول فرماتے تھے۔ ایک دن کچھ اونٹ ذبح کیے گئے، لوگوں کو کھلانے سے پہلے گوشت کا عمدہ حصہ، جو کوہان اور جگر کے لمبے ٹکڑوں پر مشتمل تھا، الگ کر لیا گیا۔ اسے سیدنا عمر ؓ کی خدمت میں پیش کیا گیا۔ آپ ؓ نے دریافت کیا:

یہ ٹکڑے کہاں سے آئے؟ لوگوں نے عرض کیا: امیر المؤمنین! یہ ان اونٹوں سے لیے گئے ہیں جو آج ہم نے ذبح کیے تھے۔ آپ نے بڑا تعجب کیا اور فرمایا: اگر میں یہ عمدہ اور لذیذ گوشت کھا لوں، جبکہ عام لوگ اس سے کم تر گوشت کھا رہے ہیں تو میں کتنا برا حکمران ہوں گا، پھر فرمایا: یہ برتن اُٹھا لو اور میرے لیے کوئی اور سادہ کھانا لے کر آؤ۔ آپ کی خدمت میں روٹی اور زیتون کا تیل لایا گیا۔ سیدنا عمر ؓ اپنے ہاتھ سے روٹی کا ٹکڑا تیل میں بھگو کر کھانے لگے۔

(نظام الحكم في الشريعة والتاريخ الإسلامي:1/188)

تراشے

ابو اشہب بیان فرماتے ہیں: ایک دفعہ سیدنا عمر ؓ کوڑے کرکٹ کے ایک ڈھیر کے پاس سے گزرے تو وہاں رک گئے۔ ان کے ساتھ چلنے والے بڑی اذیت محسوس کرنے لگے۔ اس پر سیدنا عمر ؓ نے فرمایا: ''یہ ہے وہ تمہاری دنیا جس کے پیچھے تم بھاگتے ہو اور اس کے نہ ملنے پر روتے ہو۔''

(الزهد للإمام أحمد: 118)

سیدنا عمر ؓ کو بیت اللہ کا طواف اس حالت میں کرتے دیکھا گیا کہ ان کے تہبند میں بارہ (12) پیوند تھے۔ ان میں سے ایک پیوند چمڑے کا تھا۔

(الطبقات الكبرى:5/328)

کسریٰ کا لباس ایک بدو سردار کے جسم پر

جنگ قادسیہ کی فتح کے بعد سیدنا سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ نے کسریٰ کا تاج، تلوار، پٹکا، قمیص، شلوار اور موزے سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کی خدمت میں مدینہ منورہ ارسال کر دیے۔ یہ فتح کوئی معمولی نہ تھی۔ اس سے اہل فارس کی کمر ٹوٹ گئی تھی۔ فرمایا: اس مال کو مسجد نبوی میں رکھوا دو اور انصار ومہاجرین رات کو اس مال پر پہرہ دیں۔ صبح ہوئی تو سیدنا عباس بن عبد المطلب اور سیدنا عبد الرحمٰن بن عوف کے ہمراہ مسجد میں تشریف لائے۔ وہاں کسریٰ کے زیر استعمال چیزوں کا ڈھیر لگا ہوا تھا۔ ان میں سونے اور چاندی کے زیورات، یاقوت، زبرجد، اور چمکتے ہوئے موتی اور قیمتی لباس تھے جو نگاہوں کو خیرہ کر رہے تھے۔ اس ساز وسامان پر سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ کی نگاہ پڑی تو رونے لگ گئے۔ لوگوں نے کہا: امیر المؤمنین، آج رونے کا دن تو نہیں آج تو شکر ادا کرنے کا اور خوشی کا دن ہے۔ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے اللہ تعالیٰ کے حضور عرض کیا: اے اللہ! تو نے اپنے رسول ﷺ کو یہ مال ومتاع نہیں دیا، نہ ابوبکر رضی اللہ عنہ کے دور خلافت میں ایسا ہوا، حالانکہ وہ دونوں مجھ سے بہت زیادہ عزت دار اور تیرے محبوب تھے۔ اب تو نے یہ سب کچھ میرے عہد خلافت میں دے دیا ہے۔

اے اللہ! یہ مال ودولت دنیا ہمارے لیے کہیں کوئی آزمائش نہ ہو۔ یہ کہنے کے بعد سیدنا عمر رضی اللہ عنہ زار وقطار رونے لگے۔ لوگ آپ کی گریہ زاری دیکھ کر آپ پر ترس کھانے لگے۔ جب سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کو قرار آیا تو لوگوں نے کہا: امیر المؤمنین! اس مال ودولت کو بیت المال میں جمع کر دینا چاہیے۔ سیدنا عمر فاروق نے اس تجویز سے اتفاق نہیں کیا اور فرمایا: جس قوم میں مال ودولتِ دنیا زیادہ ہو جاتا ہے ان میں باہمی لڑائیاں اور خانہ جنگی شروع ہو جاتی ہے۔ انہوں نے عبد الرحمٰن رضی اللہ عنہ کو حکم دیا: میں تمہیں قسم دے کر کہتا ہوں کہ شام ہونے سے پہلے پہلے ان تمام چیزوں کو بیچ کر اس کی قیمت حاجت مند لوگوں میں تقسیم کر دو۔

سیدنا عمر فاروق نے نظر اُٹھا کر لوگوں کی طرف دیکھا۔ ان میں سب سے قد آور اور بھاری بھرکم جسم والے شخص سراقہ بن مالک بن جعشم مدلجی تھے۔ آپ نے فرمایا:

سراقہ! کھڑے ہو جاؤ۔ اور کسریٰ کے بازوؤں کے کنگن پہن کر دکھاؤ۔ سراقہ نے وہ کنگن پہنے تو ان کے کندھوں تک جا پہنچے۔ بہت خوب، بہت خوب! بنو مدلج کے اعرابی کو دیکھو۔ اس نے آج کسریٰ کے کنگن اپنے بازوؤں میں پہن رکھے ہیں۔

سراقہ! یہ دن تیرے اور تیری قوم کے لیے کس قدر عزت وشرف کا دن ہے کہ تم نے کسریٰ ایران کے کنگن پہن رکھے ہیں۔

امام شافعی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: سیدنا عمر فاروق نے سراقہ کو یہ زیور اس لیے پہنائے تھے کیونکہ نبی کریم ﷺ نے ایک موقع پر سراقہ کو اس بات کی خبر دی تھی اور فرمایا تھا: اے سراقہ گویا کہ میں دیکھ رہا ہوں کہ تمہارے ہاتھوں میں کسریٰ ایران کے کنگن ہیں۔ اس طرح آپ ﷺ کی پیش گوئی پوری ہوگئی۔ پھر سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے سراقہ سے کہا: یہ کنگن اتار دو۔ اُنہوں نے اتار دیے۔ (سنن البيهقي:6/357)

امیر المؤمنین کا لقب

جب سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ انتقال کر گئے تو سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کے لقب کے بارے میں غور وفکر کیا گیا۔ سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ کو خلیفۃ الرسول ﷺ کہا جاتا تھا۔ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کے خلیفہ منتخب ہونے کے بعد مسلمانوں نے کہا: کیا اب سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کو خلیفۃ خلیفۃ الرسول ﷺ کہا جائے گا؟ یہ لقب تو لمبا ہو جائے گا اور ہر آنے والے خلیفہ کے ساتھ طویل سے طویل تر ہوتا جائے گا، لہٰذا ہم سب کو باہمی مشورے سے کوئی ایسا لقب منتخب کر لینا چاہیے جو بعد میں بھی سب خلفاء پر لاگو ہو سکے۔ بعض صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے مشورہ دیا کہ ہم سب اہل ایمان ہیں اور سیدنا عمر رضی اللہ عنہ ہمارے امیر ہیں۔ لہٰذا سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کا لقب امیر المؤمنین ہونا چاہیے، چنانچہ یہی لقب رائج ہو گیا۔ تاریخ اسلامی میں وہ پہلے خلیفہ ہیں جنہیں یہ لقب دیا گیا۔

(الطبقات الكبرىٰ لابن سعد:3/281، ومحض الصواب في فضائل أمير المؤمنين عمر بن الخطاب:1/311)

بیت المال کی اونٹنی کا دودھ

عبدالرحمٰن بن نجیح بیان کرتے ہیں: ایک دفعہ میں سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کے پاس گیا۔ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کی ایک اونٹنی تھی۔ وہ اسی اونٹنی کا دودھ پیا کرتے تھے۔ ایک دن ان کے غلام نے اُنہیں دودھ کا پیالہ دیا تو یہ دودھ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کو اچھا نہ لگا چنانچہ خادم سے دریافت فرمایا:

سچ بتاؤ، یہ دودھ کہاں سے لائے ہو؟ اس نے کہا: امیر المؤمنین! اونٹنی کا بچہ اچانک کھل گیا اور وہ آپ کی اونٹنی کا سارا دودھ پی گیا، چنانچہ میں نے آپ کو بیت المال کی ایک اونٹنی کا دودھ پلا دیا۔ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

اللہ تمھیں ہدایت دے، یہ تم نے کیا کر دیا! میں اس کو اپنے لیے جائز نہیں سمجھتا۔ اب میں اپنے لیے اس دودھ کی حلت کے سلسلے میں لوگوں سے مشورہ کروں گا، چنانچہ انہوں نے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے سامنے یہ معاملہ رکھا تو سب نے بالاتفاق یہ فتویٰ دیا کہ نہ صرف بیت المال کی اونٹنی کا دودھ آپ کے لیے حلال تھا بلکہ اس کا گوشت بھی حلال ہے، مگر سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے تقوی کا یہ عالم تھا کہ اپنے استحقاق کے باوجود ان سہولیات سے مستفید ہونے کے لیے تیار نہیں تھے۔

(تاریخ المدينة المنورة: ص 702)

بیت المال کا شہد

سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ ایک دفعہ بیمار ہوئے۔ اطباء نے بطور علاج شہد پینے کا مشورہ دیا۔ مفتوحہ علاقے سے آیا ہوا شہد بیت المال میں موجود تھا۔ مگر انہوں نے یہ شہد پینے سے انکار کر دیا۔ انہوں نے لوگوں کو جمع کیا اور منبر پر تشریف لائے اور لوگوں سے شہد پینے کی اجازت مانگی اور کہا: اگر تم لوگ مجھے شہد پینے کی اجازت دو تو ٹھیک ہے ورنہ وہ میرے لیے ناجائز ہے۔

لوگ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کی یہ بات سن کر انتہائی متاثر ہوئے اور ان کا زہد دیکھ کر اُن پر رقت طاری ہو گئی اور

آپس میں کہنے لگے: امیر المؤمنین! آپ کی خوبی اللہ تعالیٰ ہی کی طرف سے ہے۔ آپ نے تو اپنے بعد آنے والوں کے لیے بہت کڑا معیار قائم کر دیا ہے۔ چنانچہ سب لوگوں نے ان کو شہد پینے کی اجازت دی اور اس کے بعد انہوں نے شہد استعمال کیا۔

(فرائد الكلام للخلفاء الكرام: ص 113، والفاروق للشرقاوي: ص 275)

رعایا کے سامنے جوابدہی

ایک دن سیدنا عمر رضی اللہ عنہ اپنے خطبہ میں یہ کلمات ارشاد فرما رہے تھے:

أَيُّهَا النَّاسُ! اِسْمَعُوا وَأَطِيعُوا

”اے لوگو! ولی الامر کی بات سنو اور اس کی اطاعت کرو“۔

اسی دوران ایک آدمی کھڑا ہو گیا اور سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کی بات کاٹتے ہوئے بولا: امیر المؤمنین! کوئی سمع و طاعت نہیں ہو گی۔ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے نرمی سے پوچھا: ”اے اللہ کے بندے کیوں؟“ اس نے کہا: اموال غنیمت میں سے ہم سب کے حصے میں تن ڈھانپنے کو صرف ایک ایک چادر آئی۔ اس چادر سے کرتہ تیار نہیں ہو سکتا تھا، لیکن آپ کے حصے میں آنے والی چادر سے آپ کی قمیص کیسے تیار ہو گئی؟ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

”بس یہیں رُک جاؤ! اس بات کا جواب میں نہیں کوئی اور دے گا“۔ پھر اپنے بیٹے کو آواز دی تو عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما آگے آ گئے۔ انہوں نے وضاحت کی کہ ایک چادر سے میرے والد محترم کی قمیص مکمل نہ ہو سکی، اس لیے میں نے اپنے حصے کی چادر اپنے والد ماجد کو دے دی تا کہ ان کی قمیص مکمل ہو جائے۔ یہ وضاحت سن کر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم مطمئن ہو گئے اور اس سوال کرنے والے نے وضاحت سن کر بڑے احترام اور عاجزی سے عرض کیا: امیر المؤمنین!

الآنَ السَّمْعُ وَالطَّاعَةُ يَا أَمِيرَ الْمُؤْمِنِينَ

”امیر المؤمنین! اب آپ جو کچھ حکم دیں گے ہم سمع وطاعت کے لیے تیار ہیں“۔

(عيون الأخبار: 55/1، نقلًا عن محض الصواب: 579/2)

اللہ کے رسول ﷺ کا غایت درجہ احترام

رسول اللہ کے چچا سیدنا عباس بن عبدالمطلب کا مدینہ طیبہ میں گھر تھا۔ ان کے گھر کا ایک پرنالہ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کے راستے میں پڑتا تھا۔ ایک دفعہ جمعہ کے روز سیدنا عمر رضی اللہ عنہ وہاں سے صاف ستھرے کپڑے پہنے گزر رہے تھے اُن پر اس پرنالے سے خون کے چھینٹے پڑے۔ دراصل اس روز سیدنا عباس رضی اللہ عنہ کے گھر میں دو چوزے ذبح کیے گئے تھے۔ ان کا خون پرنالے میں تھا۔ جب اس پر پانی بہایا گیا تو چھینٹے اڑ کر سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کے کپڑوں پر جا پڑے۔

ظاہر سی بات ہے انہیں اس پر شدید غصہ آیا اور انہوں نے حکم دیا کہ اس پرنالہ کو اکھاڑ دیا جائے۔ چنانچہ حکم کی تعمیل ہوئی۔ سیدنا عمر واپس گھر آئے۔ آلودہ کپڑے اتارے، نیا لباس پہنا، مسجد میں آئے اور لوگوں کو نماز پڑھائی۔ تھوڑی دیر گزری سیدنا عباس بن عبدالمطلب تشریف لائے اور کہا: اللہ کی قسم! یہ وہی جگہ تھی جہاں خود رسول اللہ ﷺ نے اپنے دست مبارک سے اس پرنالے کو نصب فرمایا تھا۔ یہ سن کر سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: عباس! میں آپ کو اللہ کی قسم دے کر کہتا ہوں کہ آپ میری پشت پر سوار ہو کر اسے دوبارہ اسی جگہ نصب کر دیں جہاں اللہ کے رسول ﷺ نے اسے نصب فرمایا تھا۔ سیدنا عباس رضی اللہ عنہ ایسا کرنے کے لیے تیار نہیں تھے۔ سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ کا اصرار تھا کہ ایسا ہی ہونا چاہیے۔ آخر کار سیدنا عباس رضی اللہ عنہ نے عمر رضی اللہ عنہ کے اصرار کے سامنے ہتھیار ڈالتے ہوئے ایسا ہی کیا۔

(صفة الصفوة:285/1)

ایک مرتبہ جمعہ کے دن انہیں خطبہ کے لیے گھر سے آنے میں دیر ہوگئی۔ جب تشریف لائے تو حاضرین سے تاخیر سے آنے پر معذرت کی اور فرمایا: دراصل میں اپنے ان پہنے ہوئے کپڑوں کو دھلوا رہا تھا۔ میرے پاس اس کے علاوہ اور کوئی لباس نہیں ہے۔

(محض الصواب في فضائل عمر بن الخطاب:566/2)

جو مشرق و مغرب تک کے فرمانروا تھے

امیر المؤمنین سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ مشرق سے مغرب تک کے فرمانروا تھے۔ اس قدر وسیع حکومت ہوتے ہوئے ذمہ داری کا احساس اتنا شدید تھا کہ اپنی رعایا کی ہر آن خبر گیری فرماتے تھے۔ سادگی اتنی تھی کہ کچی زمین ہی پر بیٹھ جاتے تھے۔ ان کے نیچے ایک معمولی چادر بچھی ہوتی تھی۔ انہیں دیکھ کر یہی محسوس ہوتا وہ رعایا کے کوئی معمولی سے آدمی ہیں۔

ایک دفعہ ام المؤمنین سیدہ حفصہ رضی اللہ عنہا ان کے پاس آئیں۔ انہوں نے اپنے والد گرامی کی دنیا سے بے رغبتی اور عُسرت وتنگی کے نشانات دیکھے تو عرض کیا: بلاشبہ اللہ تعالیٰ نے اب بہت خیر وبرکت عطا کر دی ہے۔ آپ پر رزق کی فراوانی فرما دی ہے، اب آپ اچھا کھانا کیوں نہیں کھاتے اور عمدہ لباس کیوں نہیں پہنتے؟
سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: میں اس سلسلے میں تجھ سے بھرپور گفتگو کر سکتا ہوں، پھر انہوں نے نبی علیہ السلام کی زندگی کا تذکرہ فرمایا اور مسلسل ان کی زندگی کے کٹھن ایام رہ رہ کر یاد دلاتے رہے۔ سیدہ حفصہ رضی اللہ عنہا سنتے سنتے رو پڑیں۔ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے سلسلہ کلام جاری رکھا۔ فرمایا: میری سوچ یہ ہے کہ مجھ سے پہلے میرے دو ساتھی اس دنیا سے کٹھن زندگی گزار کے جا چکے ہیں۔ ہو سکتا ہے اس طرح میں بھی ان کی بعد از وفات عمدہ زندگی میں شامل ہو سکوں۔

(الزهد، للإمام أحمد: ص 125)

عبداللہ بن عامر بن ربیعہ فرماتے ہیں: میں عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کے ساتھ حج کی غرض سے نکلا۔ ہم نے مدینہ سے مکہ، پھر مکہ سے مدینہ واپسی کا سفر بھی اکٹھے طے کیا۔ راستے بھر میں ان کے لیے کہیں بھی خصوصی طور پر علیحدہ خیمہ نہیں لگایا گیا۔ نہ ہی بالوں سے بُنا کوئی چھوٹا سا گھر بنایا گیا تھا۔ وہ اپنی چادر یا چمڑے کا ایک بچھونا درخت پر ڈالتے تھے اور اسی کے سائے میں آرام فرما لیتے تھے۔

(الطبقات لابن سعد:279/3)

زہد اور تقویٰ

ایک دفعہ سیدنا عمر ؓ کے پاس کچھ چادریں اور کھانے پینے کا سامان آیا۔ سیدنا عمر ؓ نے حکم دیا کہ سب تقسیم کر دیا جائے، پھر فرمایا:

اے اللہ! تو خوب جانتا ہے کہ میں ان لوگوں کا رازق نہیں ہوں، نہ خود کو ان پر ترجیح دیتا ہوں۔ میں تو صرف اپنا کھانا لے کر ان سب لوگوں کے ساتھ شریک ہو جاتا ہوں۔ مجھے ڈر ہے کہیں تو اس کھانے کو آگ بنا کر عمر کے پیٹ میں نہ ڈال دے۔

معدان فرماتے ہیں: پھر میں نے دیکھا کہ سیدنا عمر ؓ نے اپنے ذاتی مال سے ایک پیالہ بنوایا، پھر وہ اس میں اپنے ذاتی مال سے بنا ہوا کھانا منگواتے اور اسے اپنے اور سب لوگوں کے سامنے کھانے کے لیے رکھ دیتے۔

امیر المؤمنین سیدنا عمر ؓ کی یہی خواہش رہتی تھی کہ وہ سب لوگوں کے ساتھ مل کر کھانا کھائیں کیونکہ اس میں بہت سے معاشرتی فوائد مضمر تھے۔ وہ قطعاً نہیں چاہتے تھے کہ بیت المال یا مسلمانوں کی کمائی سے تیار کھانا کھائیں۔ وہ صرف اپنے ہی خالص مال سے تیار شدہ کھانا منگواتے تھے اور سب کے ساتھ مل کر کھاتے تھے۔

(التاريخ الإسلامي: 37/19)

تراشے

سیدنا عمر فاروق ؓ بعض اوقات آگ جلاتے اور خود کو اس کے قریب لے جاتے اور پھر خود کلامی کے انداز میں فرماتے:

يَا ابْنَ الْخَطَّابِ هَلْ لَكَ عَلَى هَذَا صَبْرٌ

"خطاب کے بیٹے! کیا تو اس آگ کے جلانے پر صبر کر سکتا ہے"۔

(مناقب عمر: 162)

سیدنا عمر ؓ کے زریں اقوال

"تم صرف کسی کی نماز روزہ کو دیکھ کر اسے پارسا مت سمجھو، بلکہ یہ دیکھو کہ بات کرتا ہے تو سچ بولتا ہے کہ نہیں؟ جب اسے امین بنایا جائے تو امانت کا خیال رکھتا ہے یا نہیں؟ اور گناہ کو تقویٰ اور پرہیزگاری کی وجہ سے چھوڑتا ہے یا نہیں"۔

دنیا و آخرت کے عمل کے بارے میں سیدنا عمر فاروق کا فرمان ہے:

"تم میں سے بہتر وہ نہیں جو آخرت کے لیے عمل کرے اور دنیا کو ترک کر دے یا دنیا کے لیے محنت کرے اور آخرت کو بھلا دے بلکہ تم میں سب سے اچھا وہ ہے جو دنیا سے بھی فائدہ اٹھائے اور آخرت کے لیے بھی تگ و دو کرے۔ دنیا میں ضرورت سے زیادہ دلچسپی نقصان دہ ہے محض اس کے حصول میں کوئی حرج نہیں"۔

ایک مرتبہ سیدنا عمر فاروق نے فرمایا:

"حقیقی متوکل وہ ہے جو دانہ زمین میں ڈالتا ہے اور پھر اللہ پر بھروسا کرتا ہے۔ کوئی رزق کی تلاش سے عاجز ہو کر بیٹھ جائے اور کہے: اے اللہ مجھے رزق عطا فرما، یہ درست نہیں۔ اسے علم ہونا چاہیے کہ آسمان سے سونے اور چاندی کی بارش نہیں ہوتی بلکہ اللہ تعالیٰ لوگوں کو (محنت اور کوشش کے باعث) ایک دوسرے کے ذریعے سے رزق عطا کرتا ہے۔"

ایک دفعہ لوگوں نے سیدنا عمر فاروق کو بتایا کہ فلاں شخص سارا سال روزے رکھتا ہے تو سیدنا عمر ؓ نے اسے مارا اور کہا: اے دہری! تیرا کوئی روزہ نہیں، اے دہری! تیرا کوئی روزہ نہیں۔ تم فوری طور پر کھانا کھاؤ۔ آپ کا اشارہ نبی کریم ﷺ کے اس ارشاد گرامی کی طرف تھا کہ جو ہمیشہ روزہ رکھے اس کا کوئی روزہ نہیں۔

(عبقرية عمر، ص: 91,90)

تراشے

آپ جب کسی ایسے نوجوان کو دیکھتے جو سر اور کمر جھکا کر چل رہا ہوتا تو اسے زوردار آواز سے کہتے:

برخوردار! اپنا سر اوپر اٹھاؤ، جتنا خشوع وخضوع دل کے اندر ہو اس سے کچھ کم ہی چہرے پر ظاہر ہونا چاہیے۔ دلی خشوع سے زیادہ ظاہر کرنے والا نفاق کا مظاہرہ کرتا ہے۔

سیدنا عمر فاروق کو وہ عبادت گزار نوجوان بہت پسند تھا جس کے کپڑے صاف ستھرے ہوں اور وہ عمدہ خوشبو استعمال کرتا ہو۔ ان کا نقطۂ نظر یہ تھا کہ مسلمان بچوں کی بہترین تربیت اس طرح ہو سکتی ہے کہ انہیں تیر اندازی، تیراکی اور گھڑ سواری کی تعلیم دی جائے۔ وہ فرمایا کرتے تھے: ''امت اسلام! تمہاری عظمت اسی وقت تک ہے جب تک تم گھوڑوں کی پیٹھوں پر رہو''۔

سیدنا عمر فاروق اسلام کو قوی اور غالب دیکھنا چاہتے تھے، اسی لیے نوجوانوں کی تربیت اس انداز میں کرتے کہ ان کی شخصیت میں اسلام کا وقار نمایاں نظر آئے۔ چنانچہ خود کو ''مریل'' لوگوں کی طرح گردن جھکا کر خشوع وخضوع کا اظہار کرنے والوں کو مارا کرتے تھے۔ آپ نے ایک مرتبہ ایک شخص کو دیکھا جو خود کو ''درویش'' اور ''مریل'' ظاہر کر رہا تھا اور یہ تاثر دے رہا تھا کہ خوف الٰہی سے اس کی کمر جھک گئی ہے اور قدم کمزور پڑ گئے ہیں۔ سیدنا عمر فاروق نے اسے دُرّے سے ضرب لگائی اور کہا:

''اللہ تجھ کو برباد کرے ہمارے دین کو بدنام اور رسوا نہ کر''۔ (عبقرية عمر، ص: 91,90)

اجتہادی آراء کا احترام

سیدنا عمر ؓ سے روایت ہے کہ ایک دفعہ وہ ایک آدمی سے ملے۔ انہوں نے اس سے پوچھا: تیرے فلاں معاملے کا کیا بنا؟ اس نے عرض کیا: سیدنا علی ؓ اور سیدنا زید بن ثابت ؓ نے اس طرح فیصلہ فرمایا ہے۔ سیدنا عمر ؓ نے سن کر فرمایا: اگر میں فیصلہ کرتا تو اس طرح کرتا۔ اس آدمی نے عرض کیا: آپ خلیفۃ المسلمین ہیں۔ بھلا آپ کی طرف سے اس فیصلہ کے نفاذ میں کیا رکاوٹ ہے؟ سیدنا عمر ؓ نے فرمایا:

اگر یہ مسئلہ کتاب وسنت میں وضاحت سے موجود ہوتا تو میں ضرور اقدام کرتا۔ لیکن تیرا مسئلہ رائے اور اجتہاد سے تعلق رکھتا ہے اور رائے میں ہم سب مشترک ہیں، اس لیے علی ؓ اور زید ؓ نے جو فیصلہ کر دیا ہے، وہ بھی درست ہے۔ سیدنا عمر ؓ نے صحابہ کرام کی آزادی رائے پر کوئی پابندی عائد نہیں کر رکھی تھی۔ وہ اجتہادی مسائل میں کھل کر اپنی رائے کا اظہار کرتے تھے۔ سیدنا عمر ؓ نے کسی شخص کو اجتہادی مسائل شریعت میں متعین رائے کا کبھی پابند نہیں بنایا۔ (السلطة التنفيذية، للدكتور محمد الدهلوي: 738/2)

کلمہ حق کہنے والے کی حوصلہ افزائی

ایک دن سیدنا عمر ؓ کی خدمت میں ایک آدمی حاضر ہوا۔ اس نے سب کے سامنے بانگ دہل کہا: ''خلیفۃ المسلمین! آپ کو اللہ سے ڈرتے رہنا چاہیے''۔ کچھ لوگ سرعام اس کی یہ بات سن کر اس پر ناراض ہوئے اور اسے خاموش کرنے کی کوشش کی۔ سیدنا عمر ؓ نے فرمایا:

اے لوگو! اگر لوگوں میں حکمرانوں کے سامنے کلمہ حق کہنے کی جرأت نہ رہے تو سمجھ لو لوگوں میں خیر باقی نہیں رہی اور اگر حکمران کلمہ حق سننے کے لیے تیار نہ ہوں تو سمجھ لو اُن کے اندر کوئی بھلائی باقی نہیں رہی۔

(نظام الحكم في عهد الخلفاء الراشدين، لحمد محمد الصمد: 198)

اللہ کی نعمتوں سے استفادہ زہد کے منافی نہیں

سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ اللہ کی حلال کردہ نعمتوں سے فائدہ اٹھانے کو زہد کے خلاف نہیں سمجھتے تھے۔ایک مرتبہ سیدنا ابوعبیدہ بن جراح رضی اللہ عنہ نے انطاکیہ سے خط لکھا، وہ اسلامی فوج کے ساتھ وہاں اقامت پذیر تھے:

''انطاکیہ کی آب وہوا بہت عمدہ ہے۔نعمتوں کی بھی فراوانی ہے۔اگر اسلامی فوج کو مسلسل یہاں رکھا گیا تو خدشہ ہے کہ وہ سہل پسند ہو جائیں گے اور جہاد وقتال میں کوئی مؤثر کردار ادا نہیں کر سکیں گے''۔

سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے ان کی رائے کو غلط قرار دیتے ہوئے جواباً لکھا:

''اللہ عزوجل نے متقی لوگوں پر، جو نیک اعمال کرتے ہیں، طیبات حرام قرار نہیں دیں۔ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

﴿ يَا أَيُّهَا الرُّسُلُ كُلُوا مِنَ الطَّيِّبَاتِ وَاعْمَلُوا صَالِحًا إِنِّي بِمَا تَعْمَلُونَ عَلِيمٌ ﴾

''اے رسولوں کی جماعت! پاکیزہ رزق کھاؤ اور نیک اعمال کرو، بے شک تم جو عمل کرتے ہو میں اسے خوب جاننے والا ہوں۔'' (المؤمنون:51)

اسلامی فوج کے کمانڈر کی حیثیت سے تم پر فرض ہے کہ مسلمانوں کو آرام پہنچاؤ۔وہ جہاد وقتال کے معرکوں میں تھک چکے ہیں۔انہیں کھانے پینے اور آرام کرنے کے مواقع فراہم کرو''۔

لیکن اس کے ساتھ ہی ساتھ آپ اسراف وتبذیر اور عیاشی کو سخت ناپسند کرتے تھے۔یمن کا گورنر ان کی خدمت میں حاضر ہوا تو اس نے نہایت عمدہ جوڑا زیب تن کر رکھا تھا جو عموماً متکبر لوگ پہنتے تھے، نیز اس نے نہایت اعلیٰ قسم کی خوشبو بھی استعمال کر رکھی تھی۔سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے اس پر سخت تنقید کی۔وہ گورنر اگلے سال آیا تو اس کے بال پراگندہ تھے اور اس نے بوسیدہ کپڑے پہن رکھے تھے۔سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ''میرے کہنے کا یہ مقصد ہرگز نہیں تھا کہ تم اپنی یہ حالت بنالو۔نہ وہ حالت تمہارے لیے مناسب تھی اور نہ ہی یہ مناسب ہے۔ہمارے افسران کو پراگندہ حالت بھی نہیں بنانی چاہیے اور نہ ہی متکبرانہ وضع قطع کی انہیں اجازت ہے۔ہر کام اعتدال سے کرو۔کھاؤ، پیو اور تیل وغیرہ بھی استعمال کرو تمہیں اچھی طرح علم ہے کہ مجھے کیا چیز ناپسند ہے''۔

گورنروں کے وظائف

سیدنا عمر رضی اللہ عنہ عمّالِ حکومت اور گورنروں کا وظیفہ مقرر کرنے میں بے حد سخی تھے، انہوں نے عمار بن یاسر رضی اللہ عنہ کو جب کوفہ کا والی بنایا تو ان کے لیے اور ان کے معاونین میں سے ہر ایک کے لیے (600) درہم ماہانہ مقرر کیے۔عطیات اس کے علاوہ ہوتے تھے جو وہ ان جیسے لوگوں کو عنایت کرتے رہتے تھے۔علاوہ ازیں ان کے لیے ہر ماہ آدھی بکری اور آدھا تھیلا آٹے کا عنایت کرتے۔

عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کے لیے (100) درہم اور ایک چوتھائی بکری مقرر کی کیونکہ وہ کوفہ میں لوگوں کو تعلیم دیتے تھے اور وہاں بیت المال کے نگراں تھے۔اور عثمان بن حنیف کے لیے (150) درہم اور ایک چوتھائی بکری روزینہ مقرر کیا۔اس کے ساتھ ساتھ انہیں (5000) درہم سالانہ بھی دیا کرتے۔اسی طرح آپ افسروں کی ذمہ داریوں اور اخراجات کو پیش نظر رکھ کر روزینہ مقرر کرتے تھے۔

(عبقرية عمر، ص:108)

سیدنا عمر فاروق کی رائے اور تایید الٰہی

ایک دفعہ ایک شخص نے سیدنا عمر فاروق سے پوچھا: یہ فرمائیے کہ دریا کے سفر میں نماز میں قصر ہے یا نہیں؟ وہ یہ معلوم کرنا چاہ رہا تھا کہ دریا کا سفر شرعاً سفر ہے یا نہیں؟ سیدنا عمر فاروق نے جواباً ارشاد فرمایا: کیوں نہیں میرے بھائی! اللہ تعالیٰ اپنی کتاب مقدس میں خود فرماتا ہے:

﴿ هُوَ الَّذِي يُسَيِّرُكُمْ فِي الْبَرِّ وَالْبَحْرِ ﴾ (یونس: 22)

''وہی اللہ تو ہے جو تمہیں خشکی اور سمندر میں چلاتا ہے''۔ (الفاروق، ص:374)

سیدنا عمر کی رائے نہایت صائب ہوتی تھی۔ سیدنا عبداللہ بن عمر فرماتے ہیں: ایسا اکثر ہوتا کہ سیدنا عمر جب کسی معاملہ میں یہ کہتے تھے: میرا اس کی نسبت یہ خیال ہے، تو نتیجہ وہی پیش آتا جو ان کا گمان ہوتا۔

اس سے زیادہ اصابت رائے کی دلیل اور کیا ہوگی کہ ان کی بہت سی آراء تائید الٰہی سے شریعت کے احکام بن گئیں جو آج تک قائم ہیں۔ (ایضاً)

بے حد فروتنی اور سادگی

سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ ایک مرتبہ سخت گرمی کے موسم میں سر پر چادر اوڑھے باہر نکلے۔ سامنے دیکھا کہ ایک لڑکا گدھے پر سوار شہر کی طرف جا رہا ہے۔ آپ نے اسے آواز دی: بھئی ذرا مجھے بھی اپنے ساتھ سوار کرلو۔ لڑکا فوراً اپنے گدھے سے نیچے اتر آیا اور عرض کی امیر المؤمنین: پہلے آپ سوار ہو جائیے۔

ارشاد فرمایا: نہیں پہلے تم سوار ہو جاؤ پھر میں تمہارے پیچھے سوار ہوں گا۔ پھر فرمانے لگے: تم چاہتے ہو کہ مجھے نرم جگہ پر بٹھاؤ اور خود سخت جگہ پر بیٹھو۔ ایسا نہیں ہوگا۔ اور پھر مدینہ کے لوگوں نے نہایت تعجب سے دیکھا کہ عرب وعجم کا بے تاج حکمران مدینہ میں اس شان سے داخل ہوا کہ وہ ایک لڑکے کے پیچھے گدھے پر سوار تھا۔

(أصحاب الرسول، لمحمود المصري :157/1)

سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کا احترام

حضرت جبیر بن نفیر فرماتے ہیں: کچھ لوگوں نے سیدنا عمر رضی اللہ عنہ سے کہا: امیر المؤمنین! ہم نے آج تک آپ جیسا آدمی نہیں دیکھا جو اس قدر انصاف کرنے والا، سچ بولنے والا اور منافقین پر کڑی نظر رکھنے والا ہو۔ آپ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد سب سے بہتر ہیں۔

یہ سن کر عوف بن مالک رضی اللہ عنہ نے فرمایا: اللہ کی قسم! تم غلط کہہ رہے ہو۔ بلاشبہ ہم نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد ایک اور شخص کو ان سے بھی بہتر پایا ہے۔

سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: وہ کون ہے؟

عوف بن مالک نے کہا: وہ سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی ذات گرامی تھی۔

سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

صَدَقَ عَوْفٌ وَكَذَبْتُمْ،

وَاللهِ لَقَدْ كَانَ أَبُو بَكْرٍ أَطْيَبَ مِنْ رِيحِ الْمِسْكِ

''لوگو! عوف نے بالکل سچ کہا جب کہ تمہاری بات غلط ہے۔ اللہ کی قسم! ابوبکر رضی اللہ عنہ کستوری کی خوشبو سے بھی زیادہ پاکیزہ تھے''۔

سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ سے چھ (6) سال پہلے مسلمان ہوئے تھے، اس لیے فرمایا کرتے تھے:

جب ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ اسلام کے ہراول دستے میں شامل تھے، اس وقت میں اپنے اونٹ سے بھی زیادہ بھٹکا ہوا تھا۔

(مناقب عمر، لابن الجوزي: ص 14)

امیر المؤمنین کے بیٹے کا اونٹ

سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں: میں نے ایک اونٹ خریدا، میں بھی عام لوگوں کی طرح اسے بڑی چراگاہ میں چراتا رہا۔ جب اونٹ فربہ ہوگیا تو میں اسے بازار میں فروخت کرنے کے لیے لے آیا۔ یہ ایک اتفاق تھا کہ سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ بھی اس روز بازار میں داخل ہوئے۔ موٹے تازے اونٹ کو دیکھا تو پوچھا یہ اونٹ کس کا ہے؟ جواب ملا کہ یہ عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کا ہے۔ تعجب سے کہا:

اچھا امیر المؤمنین کے بیٹے عبداللہ کا! پھر مجھ سے استفسار کرنے لگے: یہ اونٹ کہاں سے آیا؟ میں نے عرض کیا: میں نے اسے خریدا، پھر یہ عوامی چراگاہ سے مستفید ہوا۔ عام لوگوں کی طرح میرا ارادہ بھی اس سے نفع حاصل کرنے کا ہے۔ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: پھر لوگوں نے تیری رعایت کرتے ہوئے کہا ہوگا:

دَعُوا إِبِلَ أَمِيرِ الْمُؤْمِنِينَ،
اسْقُوا إِبِلَ أَمِيرِ الْمُؤْمِنِينَ

''امیر المؤمنین کے (بیٹے) کے اونٹ کو چرنے دو، اسے پانی پلاؤ''۔

پھر بیٹے سے مخاطب ہو کر فرمایا:

يَا عَبْدَاللّٰهِ بْنَ عُمَرَ، اغْدُ إِلَى رَأْسِ مَالِكَ
وَاجْعَلْ بَاقِيَهُ فِي بَيْتِ مَالِ الْمُسْلِمِينَ

''عبداللہ، اسے بیچ کر راس المال اپنے پاس رکھو اور باقی رقم مسلمانوں کے بیت المال میں جمع کراؤ''۔

(مناقب عمر لابن الجوزي: ص 158,157)

بیٹی کو تنبیہ

ایک دفعہ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کے پاس کچھ مال آیا۔ حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا کو خبر ہوئی۔ انہوں نے عرض کیا: امیر المؤمنین! اس مال میں آپ کے اقرباء کا بھی حق ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اس مال سے اقرباء کا حق متعین فرمایا ہے۔ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: پیاری بیٹی! میرے اقرباء کا حق میرے ذاتی مال میں ہے۔ یہ مال تو مسلمانوں کی بہتری کے لیے خرچ ہوگا۔ تم نے باپ کے مقابلے میں اقرباء کی خیر خواہی کی، اس لیے یہاں سے اٹھ جاؤ۔

(الزهد للإمام أحمد: ص 17)

اہل خانہ کی تربیت

سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ جب لوگوں کو کسی کام سے منع فرماتے تو فوراً گھر آتے اہل خانہ سے فرماتے: میں نے لوگوں کو ایک کام سے روکا ہے بلاشبہ لوگوں کی آنکھیں تمہیں اس طرح دیکھ رہی ہیں جس طرح پرندہ گوشت کے ٹکڑے کو دیکھتا ہے۔ اگر تم نے یہ کام کیا تو لوگ بھی کریں گے اور اگر تم رک گئے اور ڈر گئے تو وہ بھی ڈریں گے، اللہ کی قسم! اگر گھر کے کسی فرد کو میرے پاس اس حال میں لایا گیا کہ اس نے وہی کام کیا ہو جس سے میں نے لوگوں کو روکا ہے تو میں اسے دوگنی سزا دوں گا۔ اب تم میں سے جو چاہے اس کام سے رک جائے اور جو چاہتا ہے اس پر عمل کر کے دیکھ لے۔

(محض الصواب في فضائل عمر بن الخطاب: 893/3)

بیٹے پر سیدنا اسامہ بن زید رضی اللہ عنہ کو ترجیح

سیدنا عمر رضی اللہ عنہ جب کوئی مال تقسیم فرماتے تو اسلام میں سبقت اور نسبت کی ترجیحات ضرور پیش نظر رکھتے۔ ایک دفعہ انہوں نے اسامہ بن زید رضی اللہ عنہما کو چار ہزار (4000) اور اپنے بیٹے عبداللہ رضی اللہ عنہ کو تین ہزار (3000) درہم عطا کیے۔ عبداللہ رضی اللہ عنہ نے شکوہ کیا: والد گرامی! آپ نے اسامہ کو چار اور مجھے تین ہزار درہم دیے؟ کیا اُسامہ کو مجھ پر فضیلت حاصل ہے؟ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا بے شک، اس لیے کہ:

وہ تیری نسبت اور اس کا باپ تیرے باپ کی نسبت رسول اللہ ﷺ کو زیادہ محبوب تھے۔ لہذا میں نے رسول اللہ ﷺ کے پیارے کو اپنے پیارے پر ترجیح دی ہے۔

ایک اور روایت میں سیدنا اسامہ رضی اللہ عنہ کا حصہ (3500) بتایا گیا ہے۔

(الطبقات الكبرى، لابن سعد: 277/3، ومحض الصواب: 491/2)

اللہ کا خوف اور خشیت

سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: میں ایک دن سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کے ساتھ تھا۔ وہ ایک باغ میں داخل ہوئے اور اندر چلے گئے میرے اور ان کے درمیان ایک دیوار حائل تھی۔ میں سن رہا تھا اندر سے ان کی آواز آ رہی تھی خطاب کے بیٹے!

لَتَتَّقِيَنَّ اللّٰهَ، أَوْ لَيُعَذِّبَنَّكَ

''اللہ سے ضرور ڈرتے رہو، ورنہ اللہ تمہیں ضرور عذاب میں مبتلا کر دے گا''۔

(موطأ الإمام مالك:992/2)

عبداللہ بن عیسی بیان کرتے ہیں کہ اللہ کے خوف سے مسلسل آنسو بہانے کی وجہ سے سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے چہرے پر دو لکیریں پڑ گئی تھیں۔

سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ فرمایا کرتے تھے: اگر آسمان سے کوئی اعلان کرے کہ ایک آدمی کے علاوہ سب لوگ جنت میں جائیں گے تو مجھے ڈر ہو گا کہیں وہ شخص میں ہی نہ ہوں۔ اسی طرح اگر کوئی آسمان سے اعلان کرے کہ ایک آدمی کے علاوہ سب لوگ جہنم میں جائیں گے تو میں اُمید رکھوں گا ہو سکتا ہے کہ وہ خوش قسمت انسان میں ہی ہوں۔

(الرياض النضرة:373/1)

بیٹے کو تجارت کی ترغیب

عاصم بن عمر رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ ایک دفعہ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے اپنے غلام یرفأ کو مجھے بلانے کے لیے بھیجا، میں حاضر ہو گیا۔ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ اس وقت مسجد میں تشریف فرما تھے۔ انہوں نے اللہ کی حمد و ثنا بیان فرمائی، پھر فرمایا: میں مسلمانوں کا خلیفہ مقرر ہونے سے پہلے بیت المال سے اپنے حق کے سوا کوئی اور چیز لینا جائز

ام سلیط کی قدردانی

سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے دور میں فتوحات کا سلسلہ چار سو پھیلا ہوا تھا۔ بہت سارا مال غنیمت بیت المال میں جمع ہوتا رہتا تھا۔ ایک مرتبہ انہوں نے مدینہ کی عورتوں میں کچھ چادریں اور اوڑھنیاں تقسیم فرمائیں۔ ایک نہایت عمدہ اور قیمتی چادر بچ گئی۔ بعض لوگ آپ کے پاس بیٹھے ہوئے تھے۔ انہوں نے مشورہ دیا:

أَمِيرَ الْمُؤْمِنِينَ، أَعْطِ هَذَا بِنْتَ رَسُولِ اللَّهِ ﷺ الَّتِي عِنْدَكَ

''اسے رسول اللہ ﷺ کی نواسی سیدہ ام کلثوم کو دے دیں جو آپ کی زوجہ محترمہ بھی ہیں''۔

ارشاد فرمایا کہ سیدہ اُم سلیط اس چادر کی زیادہ مستحق ہیں۔ ام سلیط رضی اللہ عنہا انصاری خاتون ہیں اور ان خوش نصیب خواتین میں سے ہیں جنہوں نے براہ راست اللہ کے رسول ﷺ کی بیعت کی سعادت حاصل کی تھی۔

سیدنا عمر کے نزدیک سیدہ اُم سلیط انصاریہ اس قیمتی چادر کی کیوں مستحق تھیں؟ اس کا جواب سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے خود ہی دے دیا۔ ارشاد فرمایا:

فَإِنَّهَا كَانَتْ تَزْفِرُ لَنَا الْقِرَبَ يَوْمَ أُحُدٍ

''یہ خاتون احد کے روز ہمارے لیے مشکیزے بھر بھر کے لا رہی تھی''۔

(فتح الباري:424/7، والرحيق المختوم)

نہیں سمجھتا تھا۔ خلیفہ مقرر ہونے کے بعد بھی میں بیت المال کی ہر اضافی چیز اپنے اوپر حرام سمجھتا ہوں۔ میں بیت المال کا امین ہوں۔ میں نے تجھ پر اللہ کے اس مال سے ایک مہینہ تک خرچ کیا۔ اب اس سے زیادہ میں تمہیں کچھ نہیں دوں گا۔

میں تمہیں مدینہ کے مضافاتی علاقے کے پھل بطور عطیہ دیتا ہوں کہ تم ان کو بیچ کر کسی تاجر سے مل کر تجارت کرو، منافع کماؤ اور اپنے اخراجات پورے کرو۔ عاصم فرماتے ہیں: میں نے ایسا ہی کیا۔

(طبقات ابن سعد:277/3)

ازواج مطہرات رضی اللہ عنہن سے حسنِ سلوک

سیدنا عمر فاروق ؓ ازواجِ مطہرات کی خبر گیری فرماتے تھے۔ ان کے لیے مختلف اوقات میں عطیات بھجواتے رہتے تھے۔ کوئی پھل یا عمدہ چیز اس وقت تک نہ کھاتے جب تک اس سے ازواج مطہرات کا حصہ نہ نکال لیتے۔ وہ اپنی بیٹی اُم المومنین سیدہ حفصہ ؓ کا حصہ آخر میں نکالتے تاکہ اگر کوئی کمی ہو تو اس میں ہو۔

ایک دفعہ سیدنا عمر ؓ نے ام المؤمنین زینب بنت جحش ؓ کو ان کا مقرر حصہ ارسال فرمایا۔ جب یہ حصہ ان کے پاس پہنچا تو انہوں نے فرمایا:

غَفَرَ اللّٰهُ لِعُمَرَ، غَيْرِي مِنْ أَخَوَاتِي كَانَ أَقْوَى عَلَى قَسْمِ هَذَا مِنِّي

''اللہ تعالیٰ عمر کی بخشش فرمائے۔ میرے علاوہ دوسری ازواج اس عطیہ کی زیادہ مستحق ہیں۔

ان سے عرض کیا گیا کہ یہ سارا مال آپ ہی کے لیے ہے۔ انہوں نے ''سبحان اللہ'' کہا اور اس پر ایک کپڑا ڈال دیا، پھر برزہ بنت رافع سے فرمایا: تم اپنے ہاتھ سے اس مال سے ایک ایک مٹھی نکالو اور فلاں اور فلاں کے گھروں میں دے آؤ۔ ام المؤمنین نے اس سلسلے میں اپنے بعض رشتہ داروں اور یتیموں کے نام بھی لیے۔ برزہ نے اسے تقسیم کرنا شروع کر دیا حتی کہ کپڑے کے نیچے تھوڑا سا مال رہ گیا۔ برزہ نے عرض کیا: ام المؤمنین! اللہ آپ کی بخشش فرمائے بلاشبہ ہمارا بھی اس میں حق ہے۔ ام المؤمنین نے ارشاد فرمایا: تمہارے لیے وہ ہے جو اس کپڑے کے نیچے ہے۔ برزہ فرماتی ہیں: جب ہم نے کپڑا اٹھایا تو وہاں ہم نے پچاسی درہم پائے۔

اس کے بعد ام المؤمنین نے مال کے فتنہ سے بچنے کی خاطر اللہ تعالیٰ سے ایک دعا مانگی۔ انہوں نے آسمان کی طرف ہاتھ اُٹھا دیے اور عرض کیا:

اللَّهُمَّ لَا يُدْرِكْنِي عَطَاءٌ لِعُمَرَ بَعْدَ عَامِي هَذَا

''اے اللہ! اس سال کے بعد مجھے عمر ؓ کا عطیہ نصیب نہ ہو''۔

چنانچہ ام المؤمنین سیدہ زینب ؓ امیر المؤمنین کی طرف سے اگلے سال کا عطیہ آنے سے قبل ہی وفات پا گئیں۔ یہ پہلی زوجہ رسول ﷺ تھیں جو آپ ﷺ کے بعد فوت ہوئیں۔ ازواج مطہرات کی عزت واکرام کے بارے میں خود سیدہ عائشہ ؓ فرماتی ہیں: سیدنا عمر ؓ ہمارے حصے کے سری پائے تک ہمیں بھجوا دیا کرتے تھے۔

(الطبقات لابن سعد: 109/8)

سیدنا علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ اور ان کی اولاد کی توقیر

سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ آل رسول ﷺ سے تعلق رکھنے والے افراد کا بہت زیادہ احترام کرتے، حتی کہ انہیں اپنے حقیقی بیٹوں اور رشتہ داروں سے بڑھ کر محبوب رکھتے تھے۔ آیئے اس سلسلے میں ان کے حسن سلوک کا ایک واقعہ پڑھتے ہیں:

سیدنا حسین بن علی رضی اللہ عنہما بیان فرماتے ہیں: ایک دن مجھ سے سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے کہا: میرے پیارے بیٹے! آپ ہمارے پاس کیوں نہیں آیا کرتے؟ چنانچہ میں ایک دن ان سے ملاقات کے لیے گیا تو معلوم ہوا وہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے ساتھ تنہائی میں کسی اہم معاملے پر گفتگو کر رہے ہیں۔ اُن کے بیٹے عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بھی اجازت نہ ملنے کی وجہ سے دروازے ہی پر کھڑے تھے۔ میں یہ دیکھ کر واپس آ گیا کہ جب بیٹے کو ملاقات کی اجازت نہیں ملی تو میری باری کہاں آئے گی۔

چند دن گزرے تو سیدنا حسین کی امیر المؤمنین سے ملاقات ہوئی۔ سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے پوچھا: بیٹے! آپ آئے نہیں؟ میں نے عرض کیا: میں حاضر تو ہوا تھا، مگر آپ معاویہ رضی اللہ عنہ کے ساتھ کسی میٹنگ میں تھے۔ میں نے عبداللہ رضی اللہ عنہ کو دروازے پر دیکھا تو پلٹ آیا۔ یہ سن کر سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

أَنْتَ أَحَقُّ بِالْإِذْنِ مِنْ عَبْدِاللّٰهِ بْنِ عُمَرَ،

فَإِنَّمَا أَنْبَتَ مَا تَرَى فِي رُؤُوسِنَا، اللّٰهُ ثُمَّ أَنْتُمْ

”آپ عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے زیادہ اجازت دیے جانے کے مستحق ہیں۔ ہمارے سر پر جو عزت کا تاج ہے، وہ اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم اور اس کے بعد تم اہل بیت رضی اللہ عنہم کی وجہ سے ہے“۔

(المرتضى للندوي: 118، والإصابة في تمييز الصحابة لابن حجر: 133/1)

صدقے کے اونٹوں کی خدمت

ایک دفعہ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کے پاس عراق سے ایک وفد آیا۔ اس میں احنف بن قیس رضی اللہ عنہ بھی شامل تھے۔ شدید گرمی کا موسم تھا اور سیدنا عمر رضی اللہ عنہ چادر سر پر لپیٹے صدقے کے ایک اونٹ کو گندھک ملا تیل مَل رہے تھے۔ ارشاد فرمایا: احنف! تم بھی کپڑے بدل کر آ جاؤ اور میری مدد کرو، فَإِنَّهُ إِبِلُ الصَّدَقَةِ، فِيهِ حَقُّ الْيَتِيمِ وَالْأَرْمَلَةِ وَالْمِسْكِينِ۔ ”یہ صدقے کا اونٹ ہے جس میں یتیم، مسکین اور بیوہ کا حق ہے“۔

ایک آدمی نے کہا: امیر المؤمنین! اللہ آپ کی مغفرت فرمائے آپ کسی غلام کو حکم کیوں نہیں دیتے کہ وہ یہ کام کرے؟ انہوں نے فرمایا:

وَأَيُّ عَبْدٍ هُوَ أَعْبَدُ مِنِّي وَمِنَ الْأَحْنَفِ؟

”مجھ سے اور احنف سے بڑا غلام اور کون ہو سکتا ہے؟ جو شخص بھی کسی رعایا کا والی بنے اس کی حیثیت عوام کے سامنے ایسی ہے جس طرح خیر خواہی اور امانت داری کے سلسلے میں ایک غلام کی آقا کے سامنے ہوتی ہے۔

(أخبار عمر: ص 343)

فخر و غرور سے نفرت

سیدنا عروہ بن زبیر سیدہ اسماء بنت ابی بکر رضی اللہ عنہما کے صاحبزادے تھے۔ ایک دن کسی کام سے نکلے تو دیکھا کہ امیر المؤمنین سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے اپنے کندھے پر پانی کا مشکیزہ اٹھایا ہوا تھا۔ دل میں خیال آیا کہ امیر المؤمنین اور پانی کا مشکیزہ؟

آگے بڑھ کے عرض کی: امیر المؤمنین! یہ کام آپ کی شخصیت کے شایان شان نہیں ہے۔ انہوں نے عروہ کی طرف دیکھا اور فرمایا: میرے پاس باہر سے کچھ لوگ آئے۔ انہوں نے میرے سامنے اپنی اطاعت اور فرمانبرداری کا اظہار کر دیا۔ میرے دل میں کچھ فخر سا آ گیا کہ میں کتنا بڑا آدمی ہوں۔ لوگ میری اطاعت کرتے ہیں۔ پھر میں نے اپنا مزاج درست کرنے کے لیے کندھے پر پانی کا مشکیزہ رکھ لیا۔

(مدارج السالكين: 330/2)

عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے محبت

سیدنا عمر رضی اللہ عنہ حضرت عباس رضی اللہ عنہ کے بیٹے عبداللہ رضی اللہ عنہ سے بھی بہت محبت رکھتے تھے۔ اوران کی صلاحیتوں کے معترف تھے۔ اس کا ثبوت یہ تھا کہ وہ انہیں بدری صحابہ جیسے اکابرین کی صف میں شامل فرماتے تھے، حالانکہ دیگر کئی افراد ابن عباس رضی اللہ عنہما کی عمر کے برابر تھے لیکن ان جیسا اکرام کسی کو نصیب نہ ہوا۔ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کے ہاں ان کی واضح فضیلت اور علمی مرتبے کی ہمیشہ قدر دانی رہی۔

سیدنا عبداللہ بن عباس خود بیان کرتے ہیں کہ سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ مجھے غزوہ بدر میں شرکت کرنے والے اکابر صحابہ کے ساتھ بٹھاتے تھے۔ بعض صحابہ رضی اللہ عنہم نے اعتراض بھی کیا کہ آپ اس نوجوان کو ہماری مجلس میں جگہ دیتے ہیں، حالانکہ یہ ہمارے بچوں کی عمر کا ہے۔ سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے جواب دیا: اس کا شمار ان لوگوں میں ہوتا ہے جنہیں تم اچھی طرح جانتے ہو، پھر ایک دن سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے تمام کبار صحابہ رضی اللہ عنہم کو بلایا۔ مجھے بھی بلاوے کا پیغام بھیجا۔ مجھے یقین تھا کہ آج انہوں نے مجھے صرف اس لیے بلایا ہے تاکہ تمام مشائخ صحابہ رضی اللہ عنہم کو میرے علم سے روشناس کرا سکیں۔ تمام بڑے بڑے اکابر صحابہ تشریف لے آئے۔

سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے ان سب سے سوال کیا کہ تم اللہ تعالیٰ کے اس ارشاد عالی کے بارے میں کیا جانتے ہو؟

﴿إِذَا جَآءَ نَصْرُ ٱللَّهِ وَٱلْفَتْحُ ۝١ وَرَأَيْتَ ٱلنَّاسَ يَدْخُلُونَ فِى دِينِ ٱللَّهِ أَفْوَاجًا ۝٢ فَسَبِّحْ بِحَمْدِ رَبِّكَ وَٱسْتَغْفِرْهُ ۚ إِنَّهُۥ كَانَ تَوَّابًۢا ۝٣﴾

''(اے نبی ﷺ!) جب اللہ کی مدد اور فتح آ جائے۔ اور آپ لوگوں کو دیکھیں کہ وہ اللہ کے دین میں گروہ در گروہ داخل ہو رہے ہیں تو آپ اپنے رب کی حمد کے ساتھ تسبیح کیجیے اور اس سے بخشش مانگیے، بلاشبہ وہ بہت توبہ قبول کرنے والا ہے''۔

بعض صحابہ نے کہا: جب اللہ کی نصرت اور فتح ہمیں حاصل ہوگئی تو اللہ سے استغفار اور اس کی حمد بیان کرنے کا حکم دیا گیا ہے۔ بعض صحابہ خاموش رہے۔ اور بعض نے لاعلمی کا اظہار کیا۔ اب سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے مجھ

سے مخاطب ہو کر فرمایا: ابن عباس رضی اللہ عنہما! کیا آپ کا بھی یہی جواب ہے؟ میں نے عرض کیا: جی نہیں! تو انہوں نے فرمایا: پھر آپ کیا کہتے ہیں؟

میں نے عرض کیا کہ اس سورت میں رسول اللہ ﷺ کی وفات کا تذکرہ ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے پیغمبر کو اطلاع دی ہے کہ جب اللہ تعالیٰ کی مدد آجائے، مکہ فتح ہو جائے تو یہ آپ ﷺ کی وفات قریب ہونے کی علامت ہے، لہٰذا آپ کثرت سے اللہ کی حمد بیان کیجیے اور گناہوں کی بخشش طلب فرمائیے۔ وہ بلاشبہ توبہ قبول فرمانے والا ہے۔

یہ سن کر سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے مجھ سے کہا: میں بھی اس سورت کے بارے میں وہی جانتا ہوں جو تم جانتے ہو۔

(بخاری:4294،العقیدة فی اهل البیت بین الافراط و التفریط،ص:325,324)

سیدنا عبداللہ بن عباس کا علمی مقام و مرتبہ

سیدنا عمر رضی اللہ عنہ عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کو اپنے پاس بلاتے اپنے قریب جگہ دیتے اور فرماتے: میں نے ایک دن رسول اللہ ﷺ کو اس عالم میں دیکھا کہ انہوں نے تجھے بلایا، تیرے سر پر ہاتھ پھیرا اور فرمایا:

اللّٰهُمَّ! فَقِّهْهُ فِي الدِّينِ وَ عَلِّمْهُ التَّأْوِيلَ

''اے اللہ! اسے دین کی سمجھ اور تفسیر کا علم عطا فرما''۔

حافظ ابن کثیر رحمہ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ فرمایا کرتے تھے:

نِعْمَ تَرْجُمَانِ الْقُرْآنِ عَبْدُاللّٰهِ بْنُ عَبَّاسٍ

عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما قرآن کریم کے بہت عمدہ ترجمان ہیں۔

جب عبداللہ بن عباس ان کے پاس آتے تو فرماتے تھے:

جَاءَ فَتَى الْكُهُولِ وَ ذُواللِّسَانِ السَّؤُولِ وَالْقَلْبِ الْعَقُولِ

''وہ آ گیا جو نوجوان شیخ ہے، بے دھڑک سوال کرنے والی زبان رکھتا ہے، اور سمجھدار دل کا حامل ہے۔

(البداية والنهاية:202/8)

وفاداری کا صلہ

اسلم سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے خادم تھے ان کی کوشش ہوتی کہ وہ ان کے ساتھ ساتھ رہیں۔ایک دن وہ ان کے ساتھ بازار کی طرف گئے۔ راستے میں سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کو ایک خاتون ملی۔ اس نے کہا: امیر المؤمنین! میرا خاوند فوت ہو گیا ہے۔ اس نے اپنے پیچھے چھوٹے چھوٹے بچے چھوڑے ہیں۔ اللہ کی قسم! ان کے پاس نہ کھیتی ہے، نہ اونٹنی ہے، پکانے کے لیے بکری کا کھر تک نہیں ہے۔ مجھے ڈر ہے کہ انہیں قحط سالی ہلاک کر دے گی۔

پھر اس عورت نے اپنا تعارف کرواتے ہوئے بتایا: میں خفاف بن ایماء غفاری کی بیٹی ہوں۔ میرے والد صاحب حدیبیہ میں رسول اللہ ﷺ کے ساتھ موجود تھے۔ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ اس کی بات سنتے رہے، پھر ارشاد فرمایا: مَرْحَبًا بِنَسَبٍ قَرِيبٍ۔ ''واہ! یہ تو بڑا قریبی تعلق ہے۔ خوش آمدید!''۔

پھر گھر تشریف لے گئے اور گھر میں بندھے ہوئے ایک طاقتور اونٹ پر دو (2) بورے ڈالے، ان میں کھانے پینے کی چیزیں بھریں۔ کچھ نقدی اور کپڑے بھی رکھے، پھر اس کی نکیل اس عورت کے سپرد کی اور فرمایا: اسے لے جاؤ، اس کے ختم ہونے سے پہلے اللہ تعالیٰ تمہارے دن پھیر دے گا۔

ایک آدمی نے کہا: امیر المؤمنین! آپ نے تو اسے بہت زیادہ سامان دے دیا۔

ارشاد فرمایا:

وَاللّٰهِ! إِنِّي رَأَيْتُ أَبَا هٰذِهِ وَأَخَاهَا قَدْ حَاصَرَا حِصْنًا زَمَانًا، فَافْتَتَحَاهُ ثُمَّ أَصْبَحْنَا نَسْتَفِيءُ سُهْمَانَهُمَا فِيهِ

''میں نے اس کے باپ اور بھائی کو اس حالت میں دیکھا تھا کہ انہوں نے ایک قلعے کا لمبے عرصے تک محاصرہ کیا، پھر ان دونوں نے اسے فتح کر لیا۔ جب صبح ہوئی تو ہم مال فے میں سے ان کا حصہ وصول کر رہے تھے''۔

(صحيح البخاري، حديث: 4160، 4161، وأصحاب الرسول، لمحمود المصري: 177/1)

مطلب یہ تھا کہ اس خاتون کے باپ اور بھائیوں کی اسلام کے لیے جس قدر خدمات ہیں ان کے مقابلے

میں ہم اس خاتون کو کچھ نہیں دے رہے۔

یہ واقعہ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کی ہر اس آدمی سے وفاداری پر دلالت کرتا ہے جسے اسلام میں سبقت حاصل تھی چاہے وہ مسلمان ہونے والا کوئی بچہ تھا یا کوئی عورت۔ موجودہ دور میں اکثر لوگوں کے ہاں اس نوعیت کی وفاداری کا فقدان ہے جبکہ ہمیں آج ایسی وفاداری کی اشد ضرورت ہے۔

امانت کا شدید احساس

ایک دفعہ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کے پاس بحرین سے کستوری اور عنبر کی ایک مقدار آئی۔ کہنے لگے: میری خواہش ہے کہ اگر کوئی عورت وزن کا اندازہ کرنے میں ماہر ہو تو وہ مجھے بتائے کہ اس کا وزن کیا ہے؟ میں اسے مسلمانوں میں تقسیم کرنا چاہتا ہوں۔ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کی بیوی عاتکہ بنت زید بن عمرو بن نفیل نے عرض کیا: یہ کام تو میں خود بہتر طریقے سے کر سکتی ہوں۔ لائیے میں وزن کیے دیتی ہوں۔

سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: نہیں، بیوی نے پوچھا: کیوں؟ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: مجھے خدشہ ہے کہ تو اس کستوری اور عنبر کو ہاتھ پر رکھے گی، پھر تو اس طرح کرے گی۔ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے اپنی انگلیاں کنپٹی پر رکھ کر اشارے سے وضاحت فرمائی، پھر فرمایا کہ تو یہ خوشبو اپنی گردن پر بھی مَل لے گی۔ اس طرح تجھے دیگر مسلمانوں سے زیادہ حصہ مل جائے گا۔

یہ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کی پرہیزگاری اور امور دینیہ میں کامل احتیاط کی ایک لازوال مثال ہے۔ انہوں نے اپنی بیوی کو یہ خوشبو صرف اس لیے نہیں تولنے دی کہ کہیں وہ خوشبو تولتے وقت اتفاقاً اپنی انگلیاں کان یا گردن سے نہ پونچھ لے۔ اس طرح وہ مسلمانوں کے مال کو بلا اجازت استعمال کرنے کی مرتکب ٹھہرے گی۔ یہ انتہائی باریک بینی کی بات ہے۔ ایسی معمولی باتوں میں بھی احتیاط کرنا انہی لوگوں کا خاصہ ہے جن کے پیش نظر ہمیشہ آخرت کی زندگی رہتی تھی۔ یہ لوگ ایسی مثال بن گئے جن کے اعمال کو سامنے رکھ کر حلال و حرام اور حق و باطل کے درمیان فرق واضح کیا جا سکتا ہے۔

(الزهد، للإمام أحمد: ص 11)

عہد فاروقی میں عورتوں کا مرتبہ ومقام

خلفائے راشدین کے عہد زرّیں میں عورت کو بہت عزت وقار حاصل تھا۔ اسلام نے عرب کے جاہلی معاشرے کی گری پڑی عورت کو نہایت معزز اور عالی رتبہ بنا دیا، چنانچہ ہم دیکھتے ہیں کہ خلافتِ راشدہ کے عہدِ مبارک میں بہت سی خواتین فکری، ادبی اور تجارتی میدانوں میں سرگرمِ عمل تھیں۔

سیدہ عائشہ صدیقہ، ام سلمہ، حبیبہ بنت ام حبیبہ، اروی بنت کریز بن عبد شمس اور اسماء بنت سلمہ تمیمیہ جیسی بلند پایہ خواتین نے قرآن کریم، حدیث، فقہ، ادب اور فتاوی میں بلند مقام حاصل کیا۔ ان کے مقابلے میں ہند اور خنساء جیسی عورتوں نے شعر گوئی میں مہارت حاصل کی۔ اسی طرح بہت سی معزز خواتین کاروبار اور تجارت کے امور بھی چلاتی تھیں۔

سیدنا عمر رضی اللہ عنہ عورت کی بڑی تعظیم کرتے تھے۔ انہیں خوب معلوم تھا کہ خواتین انسانیت کا حساس اور باشعور طبقہ ہیں۔ ان میں غور وفکر کی صلاحیتیں موجود ہیں۔ وہ جس طرح مرد حضرات سے مشورہ طلب فرماتے اسی طرح عورتوں سے بھی مشورہ طلب کرتے تھے۔ وہ شفاء بنت عبداللہ عدویہ کی رائے کو بڑی اہمیت دیتے تھے اور اسے مقدم رکھتے تھے۔ (شهيد المحراب: ص 205)

قارئین کرام: غور وفکر کا مقام ہے کہ امیر المؤمنین سیدنا عمر رضی اللہ عنہ جیسے عالی مرتبت حکمران خواتین سے بعض ریاستی معاملات میں مشورہ لیتے تھے اور ان کی رائے کو اختیار بھی کرتے تھے۔ اسلام نے جب خواتین کو مشورہ دینے کا حق عطا کر دیا ہے تو ان کے لیے اس امر کا کوئی جواز باقی نہیں رہتا کہ وہ اپنے حقوق حاصل کرنے کے لیے کوئی غیر اسلامی طریقہ تلاش کریں۔

سرِ راہ عورت سے گفتگو پر سرزنش

سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ کی بہت ساری خوبیوں میں سے ایک یہ بھی تھی کہ وہ امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کا فریضہ مسلسل ادا کرتے رہتے تھے۔ ہاتھ میں علامتی طور پر درہ ہوتا تھا۔ برائی جہاں دیکھتے فوراً زبان یا ہاتھ سے اس کی اصلاح کر دیتے۔ انہوں نے لوگوں کے جسموں پر ہی نہیں دلوں پر بھی حکمرانی کی۔ آیئے ان کی مبارک زندگی کی ایک جھلک اس واقعہ میں دیکھتے ہیں۔

سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ راستے سے گزر رہے تھے۔ دیکھا کہ ایک آدمی سرِ راہ ایک عورت سے گفتگو کر رہا ہے۔ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے اسے درہ مارا۔ اس نے عرض کیا:

امیر المؤمنین! یہ میری بیوی ہے۔ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: تو اپنی بیوی کے ساتھ راستے میں کیوں کھڑا ہے؟ اور لوگوں کو اپنی ذاتی گفتگو کی طرف کیوں متوجہ کر رہا ہے؟ اس نے عرض کیا: اے امیر المؤمنین! ہم ابھی ابھی مدینہ میں داخل ہوئے ہیں اور مشورہ کر رہے ہیں کہ قیام کہاں کریں۔

سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے یہ سن کر درہ اس کی طرف بڑھا دیا اور فرمایا:

اقْتَصَّ مِنِّي يَا عَبْدَاللّٰهِ۔

”اے اللہ کے بندے! مجھ سے قصاص لے لے“۔

اس شخص نے کہا: میں آپ کی رضا کے لیے قصاص چھوڑتا ہوں۔ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: یہ درہ پکڑ اور قصاص لے۔ تیسری دفعہ کہنے پر اس آدمی نے کہا: میں نے اللہ کے لیے معاف کیا۔ اب سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

لِلّٰهِ لَكَ فِيهَا۔

”تیرے لیے اللہ تعالیٰ کی طرف سے یہ درہ ثواب کا سبب بن گیا“۔

(أخبار عمر: ص 190)

بیت المال کے قرض سے گریز

بعض اوقات سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ کسی ضرورت کے لیے بیت المال سے قرض لیتے، مگر کئی دفعہ تنگ دستی کے باعث قرض کی ادائیگی میں دیر ہو جاتی۔ بیت المال کا انچارج آپ کے پاس آکر شدت سے قرض کی واپسی کا مطالبہ کرتا تو سیدنا عمر رضی اللہ عنہ اس کے سامنے عذر پیش کرتے اور مالِ غنیمت وغیرہ میں مسلمانوں کے حصے میں اپنے لیے مقرر ہونے والے حصے کے آنے تک قرض کی واپسی کو مؤخر کرتے، پھر اس حصے میں سے اپنے قرض کی ادائیگی کرتے۔

اس سب کے باوجود آپ بیت المال سے قرض لینے سے ڈرتے تھے۔ صرف اسی صورت میں بیت المال کی طرف رجوع کرتے اگر اپنے کسی ساتھی سے قرض نہ مل پاتا۔ ایک مرتبہ آپ نے شام کی طرف ایک تجارتی قافلہ روانہ کرنے کے لیے سیدنا عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ سے چار ہزار درہم لینے کے لیے آدمی بھیجا۔ وہ آدمی یہ پیغام لے کر واپس لوٹا کہ آپ یہ رقم بیت المال سے حاصل کر لیجیے، بعد میں واپس کر دیجیے گا۔ یہ جواب سیدنا عمر رضی اللہ عنہ پر بہت گراں گزرا۔ آپ اُن سے ملے اور اُن سے اس بات کی تصدیق کرنے کے بعد فرمایا: اگر میں قافلے کی واپسی سے پہلے مر جاؤں اور تم کہہ دو کہ یہ مال امیر المؤمنین نے بیت المال سے لیا تھا، اسے اُنہی کے ذمے چھوڑ دو اور اس وجہ سے میں قیامت کے دن پکڑ لیا جاؤں تو کیا یہ مناسب ہے؟ ہر گز نہیں۔ میں نے ارادہ کیا تھا کہ آپ جیسے کسی تگڑے آدمی سے ادھار لوں جو میرے مرنے کے بعد میرے ورثاء سے وصول کرنے کی طاقت اور صلاحیت رکھتا ہو۔

آخر کار وہی ہوا جس کا آپ کو اندیشہ تھا کہ آپ کی موت کا وقت تمام قرضے ادا کرنے سے پہلے ہی آ گیا لیکن بڑے بڑے کاموں میں مشغول رہنے کے باوجود انہیں موت کبھی بھولنے نہیں پائی۔ وہ اپنے ورثاء کو اپنے قرضوں کے بارے میں جانچ پڑتال اور ان کی ادائیگی کی صورتوں کے بارے میں بتانے سے غافل نہ رہے۔ آپ نے ایک روز اپنے بیٹے سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کو بلا کر انہیں وصیت فرمائی: اگر عمر کے گھر والوں کا مال قرض کو پورا کر دے تو ان کے اموال سے یہ قرض ادا کر دینا، ورنہ بنو عدی سے پوچھنا۔ اگر ان کے اموال بھی اس قرض کو پورا نہ کر سکیں تو قریش سے سوال کرنا، البتہ قریش کے علاوہ کسی کے پاس نہ جانا۔ سیدنا عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ اس وقت موجود تھے۔ انہوں نے تجویز دیتے ہوئے اشارہ کیا کہ آپ بیت المال سے مطلوبہ رقم ادھار لے کر اپنا قرض ادا کر لیں، پھر اسے ادا کر دیا جائے! سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے یہ مشورہ قبول نہیں فرمایا، بلکہ اپنے فرزند عبداللہ کو بلا کر فرمایا: میرا سارا قرض اپنے ذمے لو۔ انہوں نے تمام قرض اپنے ذمے لے لیا اور اس کو پورا کرنے کا وعدہ بھی کر لیا۔ جب سیدنا عمر پر بدبخت ابولؤلؤ فیروز مجوسی نے حملہ کیا اور آپ شہادت کے مقام پر فائز ہو گئے تو عبداللہ نے اپنے والد کے دفن ہونے سے پہلے اہل شوریٰ اور بہت سے انصاری صحابہ کو اس قرض کے اپنے ذمے ہونے پر گواہ بنا لیا، پھر ابھی ہفتہ نہ گزرا تھا کہ انہوں نے یہ مال فراہم کر کے خلیفۃ المسلمین سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ کے سپرد کر دیا اور اس قرض کی ادائیگی پر کئی گواہ بھی قائم کر لیے۔ اس قرض کو پورا کرنے کے لیے انہیں اپنے والد گرامی کا ایک گھر بیچنا پڑا۔ ایک عرصے تک اس گھر کو دارالقضاء کے نام سے یاد کیا جاتا رہا کہ یہ وہ گھر ہے جو سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کے قرض کو پورا کرنے کے لیے بیچا گیا تھا۔

سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کا مقروض ہونے کی حالت میں فوت ہونا اور بعد میں ان کا قرض ادا کر دیا جانا یہ زیادہ عزت وشرف والی بات ہے۔

(عبقرية عمر، ص: 216)

مجاہدین کی ڈاک

محاذ جنگ سے مجاہدین کی ڈاک آتی تو سیدنا عمر رضی اللہ عنہ اسے بہت توجہ سے دیکھتے اور مجاہدین کے لکھے ہوئے خطوط کو خود ان کے گھروں تک پہنچاتے اور اہل خانہ سے فرماتے:

تمہارے خاوند اللہ تعالیٰ کے راستے میں ہیں اور تم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے شہر میں ہو۔ اگر تم خود یہ خطوط پڑھ سکتی ہو تو ٹھیک ہے ورنہ دروازے کے قریب کھڑی ہو جاؤ میں تمہیں یہ خطوط پڑھ کر سنا دیتا ہوں، پھر ان سے فرماتے کہ محاذ سے آنے والا ڈاکیا فلاں دن واپس چلا جائے گا۔ تم اِن خطوط کے جواب لکھ دو تاکہ تمہارے خاوندوں تک پہنچا دیے جائیں، پھر سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کاغذ اور دوات کا انتظام اپنے ساتھ رکھتے جو خواتین لکھنا نہیں جانتی تھیں ان سے فرماتے: یہ کاغذ اور دوات موجود ہے تم دروازے کے قریب ہو جاؤ اور لکھواؤ، میں ابھی تمہارے خطوط لکھے دیتا ہوں۔ اس طرح اپنے عہد کا یہ سب سے بڑا فرمانروا ان تمام گھروں سے خطوط حاصل کر کے ان کے شوہروں کے پاس محاذ جنگ پر ارسال کر دیتا تھا۔

(أخبار عمر: ص 339، وسراج الملوك: ص 109)

شہید بیٹوں کا وظیفہ ان کی ماں کے نام

سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے دور میں مجاہدین کو باقاعدہ وظیفہ ملتا تھا۔ سیدہ خنساء بنت عمرو کے چاروں بیٹے جنگ قادسیہ میں شہید ہو گئے۔ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کو خبر ہوئی تو حکم دیا کہ ان چاروں کا وظیفہ ان کی والدہ سیدہ خنساء کو دیا جائے اور ان کی وفات تک اسے جاری رکھا جائے۔ چنانچہ سیدہ خنساء اپنے ہر بیٹے کی طرف سے دو سو درہم ماہانہ حاصل کرتی رہیں یہاں تک کہ وہ اس دار فانی سے رخصت ہو گئیں۔

(الإدارة العسكرية في الدولة الإسلامية، للدكتور سليمان آل كمال: 764/2)

مجاہدین کے گھرانوں کی سرپرستی

سیدنا عمر رضی اللہ عنہ ہمیشہ احساسِ ذمہ داری سے سرشار رہتے تھے۔ وہ اپنے آپ کو اپنی رعایا کا سرپرست سمجھتے تھے۔ وہ ان عورتوں کے دروازوں تک پہنچتے تھے جن کے خاوند جہاد پر جانے کی وجہ سے گھروں میں موجود نہ ہوتے۔ وہ اہل خانہ سے دریافت فرماتے: کیا تمہاری کوئی ضرورت ہے یا تم میں سے کوئی کچھ خریدنا چاہتی ہے؟ فرماتے تھے: مجھے ڈر ہے کہیں تم خرید وفروخت میں دھوکے کا شکار نہ ہو جاؤ۔ عورتیں اپنی لونڈیوں کو ساتھ کر دیتیں۔ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ بازار تشریف لے جاتے تو ان کے پیچھے بہت سے غلام اور لونڈیاں ہوتیں۔ وہ سب کے لیے ان کا ضروری سامان خرید لیتے۔ اگر کسی کے پاس پیسے نہ ہوتے تو اپنی جیب سے اس کے لیے خریداری کر لیتے تھے۔

(أخبار عمر: ص 339)

ہند بنت عتبہ کی گواہی

ہند بنت عتبہ بن ربیعہ زمانہ جاہلیت کی ممتاز خواتین میں سے تھی۔ مسلمان ہونے سے قبل اس کی اسلام سے شدید نفرت اور دشمنی کسی سے ڈھکی چھپی نہیں۔ یہ وہی خاتون ہے جس نے احد کے میدان میں سید الشہداء جناب امیر حمزہ بن عبدالمطلب کا مثلہ کیا تھا۔ ان کا کلیجہ چبایا اور اسے پھینک دیا۔ اس کے جرائم کی تفصیل بڑی لمبی ہے۔ پھر ایک دن بتوں کی اس پجاری عورت پر خالق کائنات کو رحم آ گیا۔ فتح مکہ کے موقع پر اس نے اسلام قبول کر لیا اور اپنے ہاتھوں سے بتوں کو توڑا۔ اسلام بھی کتنا معاف اور درگزر کر دینے والا مذہب ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے اس کو معاف کر دیا اور اس کی بیعت قبول کر لی۔ اسلام میں داخل ہونے کے بعد اس سے بہت اچھا سلوک روا رکھا گیا۔
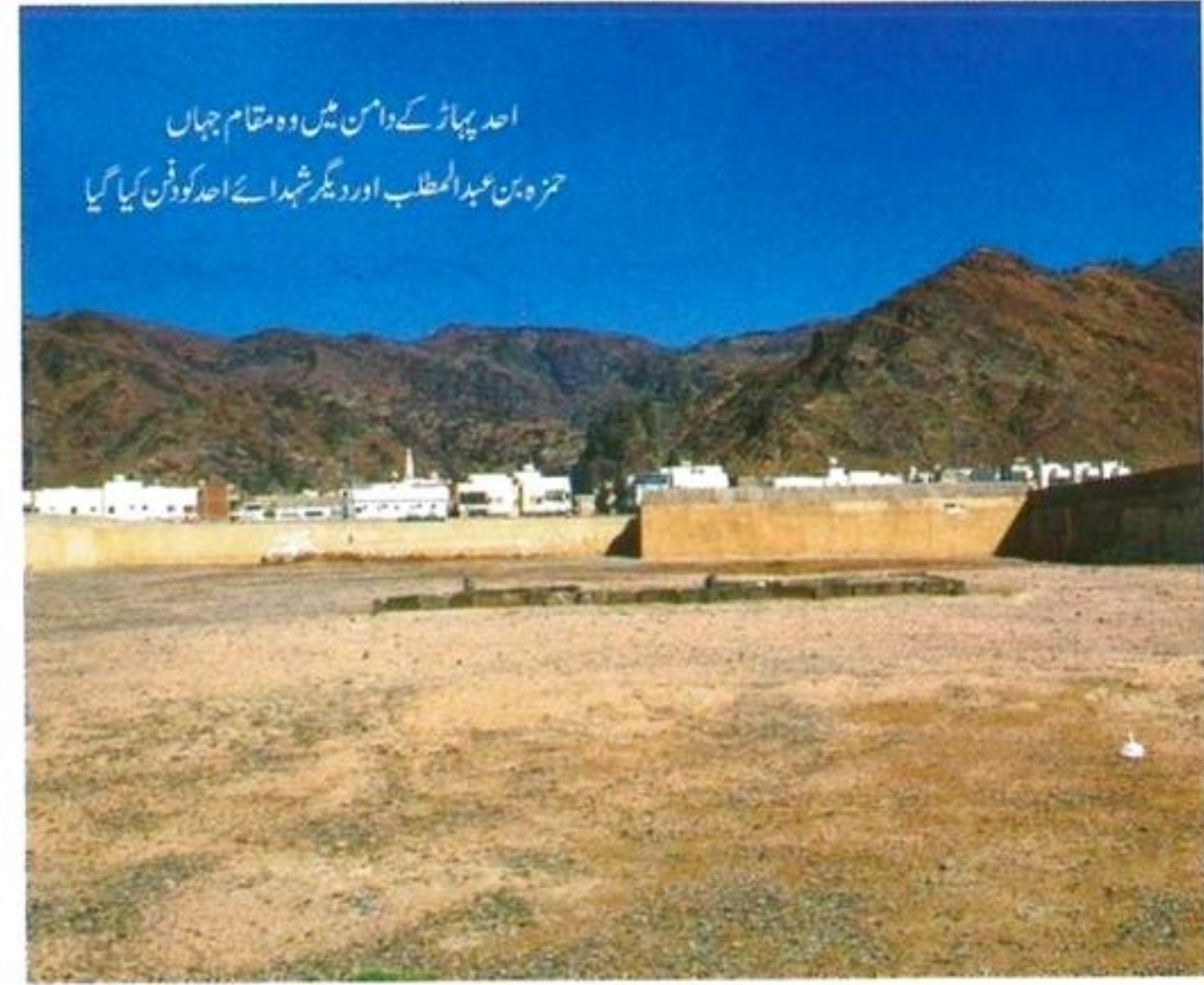
زمانہ جاہلیت میں ابوسفیان رضی اللہ عنہ سے پہلے ہند کا شوہر حفص بن مغیرہ تھا۔ یہ شخص خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کا چچا تھا۔ ہند قریش کی خوبصورت ترین اور نہایت سمجھدار خاتون تھیں۔ ایک وقت آیا کہ انہیں ابوسفیان نے بھی طلاق دے دی۔ انہوں نے بیت المال سے سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کی وساطت سے چار ہزار درہم ادھار لیے اور بنو کلاب کے علاقے میں جا کر تجارت شروع کر دی۔ اُن کا بیٹا معاویہ رضی اللہ عنہ، جوان دنوں شام کا گورنر تھا ان سے ملنے کے لیے آیا تو ہند نے کہا:

أَيْ بُنَيَّ إِنَّهُ عُمَرُ وَإِنَّمَا يَعْمَلُ لِلّٰهِ

"پیارے بیٹے! بلاشبہ یہ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ ہیں جو محض اللہ کی رضا جوئی کے لیے کام کرتے ہیں"۔

(تاریخ الإسلام، عهد الخلفاء الراشدين للإمام الذهبي: ص 298، 299)

سیدہ خولہ بنت ثعلبہ رضی اللہ عنہا اور سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ

ایک مرتبہ سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ مسجد سے نکلے۔ ان کے ساتھ ان کے خادم جارود رضی اللہ عنہ بھی تھے۔ اچانک راستے میں سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کے سامنے ایک عورت آئی۔ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے اس عورت کو سلام کیا۔ اس نے جواب دیا اور کہا:

اے عمر! میں تمہیں اس وقت سے جانتی ہوں جب تم عکاظ کی منڈی میں عمیر کے نام سے پکارے جاتے تھے۔ تم اپنی لاٹھی سے بچوں کو ڈراتے اور پریشان کرتے تھے۔ پھر تمہیں لوگ عمر کہنے لگے، آج عالم یہ ہے کہ تم امیر المؤمنین بن گئے ہو۔ اپنی رعایا کے بارے میں اللہ سے ڈرتے رہنا۔ جان لو کہ جو وعید سے ڈر گیا، دُور ہونے والی چیز بھی اس کے قریب ہو جائے گی اور جو موت سے ڈرتا رہا وہ دنیا کے ہاتھ سے جانے پر غمزدہ رہے گا۔

جارود نے کہا: بی بی! اب بس بھی کرو تم نے امیر المؤمنین کے خلاف بہت باتیں کر لیں۔ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

دَعْهَا أَمَا تَعْرِفُ هَذِهِ؟ هِيَ خَوْلَةُ بِنْتُ ثَعْلَبَةَ الَّتِي سَمِعَ اللّٰهُ قَوْلَهَا مِنْ فَوْقِ سَبْعِ سَمَاوَاتٍ، فَعُمَرُ أَحَقُّ أَنْ يَسْمَعَ لَهَا

"جارود! اسے مت روکو۔ کیا تم اس خاتون کو نہیں جانتے؟ یہ خولہ بنت ثعلبہ ہے جس کی بات اللہ تعالیٰ نے سات آسمانوں کے اوپر سے سنی تھی، عمر پر فرض عائد ہوتا ہے کہ اس خاتون کی بات سُنے"۔

(محض الصواب في فضائل أمير المؤمنين عمر بن الخطاب: 3/777)

سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ کا مشہور ارشاد ہے:

لَا تَنْظُرُوا إِلَى صَلَاةِ امْرِئٍ، وَلَا صِيَامِهِ وَلَكِنِ انْظُرُوا إِلَى عَقْلِهِ وَصِدْقِهِ

"آدمی کے نماز روزے کو دیکھ کر اس کے بارے میں فیصلہ نہ کرو بلکہ اس کی سمجھداری اور سچائی کی طرف دھیان دو"۔ (عمر بن الخطاب، لصالح بن عبدالرحمن بن عبدالله: ص 66)

سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ اور سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ میں فرق

معروف عربی ادیب محمود عباس العقاد کہتے ہیں: سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ اور سیدنا عمر رضی اللہ عنہ میں یہ فرق ہے کہ ابوبکر رضی اللہ عنہ نے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی شخصیت سے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو پہچانا' جبکہ سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ذریعے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی معرفت کا سفر طے کیا۔

ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نبوت سے پہلے بھی نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے قریبی دوست تھے۔ آپ کی سیرت وکردار سے بخوبی آگاہ تھے۔ لیکن سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کی نبوت سے پہلے آپ سے زیادہ جان پہچان نہیں تھی۔ سیدنا عمر کو اسلام قبول کرنے کے بعد ہی آپ کی شخصیت کو پرکھنے اور قریب سے دیکھنے کا موقع ملا۔

سیدنا عمر رضی اللہ عنہ جب بھی کسی کو بدعت کرتے پاتے' کسی زندیق کو دیکھتے' یا ان کی موجودگی میں کوئی نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر اعتراض کی جسارت کرتا تو فوراً کہتے: اللہ کے رسول! اجازت دیجئے کہ میں اس کا سر قلم کر دوں۔ اگر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اُنہیں اجازت دے دیتے تو وہ بیسیوں لوگوں کو قتل کر دیتے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اجازت کو عملی جامہ پہنانے میں ایک لمحے کی بھی تاخیر نہ کرتے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی ایک دن دیگر انسانوں کی طرح اس دار فانی سے کوچ کرنا تھا۔ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فوت ہوئے تو سیدنا عمر رضی اللہ عنہ اس کا ادراک نہ کر سکے اور تلوار سونت کر کھڑے ہو گئے اور کہنے لگے: جو کہے گا کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم فوت ہو گئے ہیں میں اُس کا سر تن سے جدا کر دوں گا۔

(عبقرية عمر، لمحمود عباس العقاد)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا خواب

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے ایک خواب کی تعبیر بیان کرتے ہوئے فرمایا:
خواب میں میرے سامنے کچھ لوگ لائے گئے جنہوں نے قمیصیں پہن رکھی تھیں۔ کسی کی قمیص سینے تک تھی۔ کسی کی اس سے بھی کم تھی۔ سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ کی قمیص اتنی لمبی تھی کہ آپ اسے گھسیٹتے ہوئے آ رہے تھے۔

صحابہ نے پوچھا: اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم! آپ اس کی کیا تعبیر فرماتے ہیں؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''قمیص سے مراد دین ہے''۔

یعنی دین داری نے عمر کو سر سے پاؤں تک بلکہ اس سے بھی نیچے تک ڈھانپ رکھا ہے۔ دین نے انہیں اس طرح مزین کر دیا ہے کہ ان سے صرف خوبصورتی ہی جھلکتی ہے اور دین پر عمل کرتے وقت انہیں کسی مخالفت کی پروا نہیں ہوتی۔

(صحيح مسلم:2390)

سیدنا علی رضی اللہ عنہ بطور مشیر خاص

علامہ شبلی نعمانی رحمہ اللہ نے اپنی کتاب الفاروق میں یہ عنوان باندھا ہے: ''آل رسول صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ رضی اللہ عنہم کے درمیان حقوق وآداب کی رعایت،،۔ اس میں وہ لکھتے ہیں: سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کسی بھی اہم معاملے میں اپنی رائے اس وقت تک قائم نہ فرماتے جب تک کہ علی رضی اللہ عنہ سے مشورہ نہ فرما لیتے۔ وہ انہیں انتہائی خیر خواہی اور اخلاص کی بنیاد پر مشورہ دیتے۔

وَلَمَّا سَافَرَ إِلَى بَيْتِ الْمَقْدِسِ اسْتَخْلَفَهُ فِي جَمِيعِ شُئُونِ الْخِلَافَةِ فِي الْمَدِينَةِ

''جب سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے بیت المقدس کی طرف سفر کیا تو تمام امور خلافت پر مدینہ میں انہی کو اپنا نائب بنایا۔

(علي بن أبي طالب مستشار أمين للخلفاء الراشدين)

اے عمر! اللہ سے ڈرتے رہنا

رسول اللہ ﷺ کے بعد ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ خلیفہ بنے۔ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے اسی طرح ہمرکاب رہے جس طرح نبی کریم ﷺ تھے۔ آپ ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے سب سے زیادہ قابل اعتماد مشیر اور قابل بھروسہ وزیر تھے۔

جب سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کا آخری وقت آن پہنچا تو اُنہوں نے سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کو اپنے بعد خلیفہ نامزد کر دیا۔ اس نامزدگی کی تحریر میں انہوں نے سیدنا عمر کو مخاطب کرتے ہوئے لکھا:

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

میں دنیا میں اپنا سفر ختم کرتے ہوئے آخرت کی طرف رخت سفر باندھ رہا ہوں۔ اب میں آخرت میں اپنے اعمال کے ملنے والے اجر کا محتاج ہوں اور دنیاوی مال واسباب سے بے نیاز ہو چکا ہوں۔

امابعد، عمر بن خطاب! میں نے تمہیں امت کے معاملات کا ذمہ دار بنایا ہے۔ اگر تم اس ذمہ داری کو بہتر انداز میں نبھاؤ گے اور عدل کرو گے تو میرا گمان یہی ہے کہ تم ایسا کرو گے۔ اور اگر تم خواہشات کے بے لگام گھوڑے کے پیچھے دوڑ پڑے تو دلوں کے بھید اللہ ہی بہتر جانتا ہے۔ اب میں دنیا میں لوگوں کے ساتھ اور رہنے کا مشتاق نہیں ہوں۔

عمر! اللہ سے ڈرتے رہنا کیونکہ پیغام اجل کسی بھی وقت آ پہنچتا ہے جس طرح میرے پاس آ پہنچا ہے۔ والسلام

(عبقرية عمر، لمحمود عباس العقاد)

تراشے

سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ لوگوں کو ہمیشہ منافقین سے خبردار رہنے کی تلقین کرتے۔ آپ فرمایا کرتے تھے:

''دو طرح کے آدمیوں سے تمہیں نقصان پہنچنے کا مجھے کوئی اندیشہ نہیں: ایک کھلا مؤمن اور دوسرا کھلا کافر! مجھے تمہارے بارے میں اس منافق انسان سے خدشہ ہے جو ایمان کی آڑ لے کر ناجائز کام کرتا ہے۔

(عمر بن الخطاب، لصالح بن عبد الرحمن بن عبدالله: ص 66)

سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ بھلائی اور خیر میں سبقت کرنے والوں کے حقوق کا خصوصی تحفظ فرماتے تھے۔ ان کے پاس افراد کو پرکھنے کے لیے بڑے قوی اور عمدہ معیارات تھے۔ آیئے ذرا دیکھتے ہیں:

لَا يُعْجِبَنَّكُمْ طَنْطَنَةُ الرَّجُلِ وَلَكِنْ مَنْ أَدَّى الْأَمَانَةَ وَكَفَّ عَنْ أَعْرَاضِ النَّاسِ فَهُوَ الرَّجُلُ

''تمہیں کسی آدمی کا رُعب داب تعجب میں نہ ڈال دے۔ صحیح معنوں میں بھلا آدمی وہ ہے جو امانت دار ہو اور لوگوں کی عزتوں کا لحاظ رکھے''۔

(فقه الائتلاف، لمحمود الخزندار: ص 164)

سیدنا عمر رضی اللہ عنہ جب خلیفہ بنے' سب سے پہلے انہوں نے ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی وراثت کا جائزہ لیا۔ یہ دیکھ کر ان پر رقت طاری ہوگئی کہ ان کی میراث میں ان کے ملازم ثوبان اور سواری کے لیے ایک خچر کے علاوہ کچھ نہیں تھا۔

سیدنا عمر نے فرمایا: ابوبکر! آپ نے اپنے بعد آنے والے خلفاء کے لیے انتہائی کڑا معیار مقرر کر دیا ہے۔ اس معیار پر پورا اترنا کسی کے بس کی بات نہیں۔

(المنتظم لابن جوزی:127/4، اصحاب الرسول:105/1)

خزانے کی مساویانہ تقسیم

سائب بن اقرع بیان کرتے ہیں: جب ہماری افواج نے ایران کو فتح کر لیا تو میں ایک دن کسریٰ کے محلات میں تھا۔ ایک جگہ کے بارے میں مجھے اندازہ ہوا کہ یہاں کوئی خزانہ مدفون ہے۔ میں نے وہ جگہ کھودی تو وہاں سے بہت بڑا خزانہ ملا۔ میں نے سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کو خط لکھ کر اس خزانے کے بارے میں بتایا۔ میں نے انہیں یہ بھی لکھا کہ یہ خزانہ خود میں نے دریافت کیا ہے، اس لیے یہ سرکاری مال نہیں ہے، بلکہ میرا ذاتی حق ہے۔

سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے مجھے جوابی خط لکھتے ہوئے فرمایا: ''تم مسلمانوں کے حکمرانوں میں سے ایک حکمران ہو۔ بحیثیت حاکم آپ کو جو کچھ ملا ہے اس میں سب لوگوں کا حق ہے، اس لیے آپ کو یہ ہدایت کی جاتی ہے کہ اس خزانے کو مسلمانوں میں برابر برابر تقسیم کر دیں''۔

(تاریخ الطبری:4/491)

اصلاحات عمر

سیدنا عمر نے خلیفہ بننے کے بعد انتہائی شاندار تقریر کی۔ اس تقریر میں انہوں نے اپنے طرز سیاست، اپنی پالیسیوں اور لوگوں کے لیے اصلاحات کا اعلان کیا۔ ایسی اصلاحات کی دنیا کی تاریخ میں کوئی مثال نہیں ملتی اور یہ ''اصلاحات عمر'' کے نام سے تاریخ میں زندہ جاوید ہو گئیں۔ اصلاحات عمر کے بارے میں بڑے بڑے علماء، اسکالرز اور تاریخ کے ذہین ترین لوگوں نے اظہار خیال کیا اور انہیں بے مثال قرار دیا۔

(عبقرية عمر، لمحمود عباس العقاد)

مجوسی غلام کی دھمکی

ابن شہاب سے روایت ہے کہ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کسی بھی بالغ مشرک کو مدینے میں داخل نہیں ہونے دیتے تھے۔ لیکن جب سیدنا مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ نے کوفے سے خط لکھا کہ ان کا ایک مشرک غلام بہت ہی ماہر کاریگر ہے اور وہ مدینہ آنا چاہتا ہے۔ اس کا کہنا ہے کہ اسے ایسے بہت سے کام آتے ہیں جن میں لوگوں کا فائدہ ہے۔ وہ لوہار بھی ہے، نقش و نگار بنانے کا کام بھی کرتا ہے اور بڑھئی کا کام بھی جانتا ہے۔

سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے یہ سارے ہنر دیکھتے ہوئے اس کو مدینہ آنے کی اجازت دے دی۔ سیدنا مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ نے اس پر 100 درہم ماہانہ جزیہ فرض کیا تھا۔ وہ سیدنا عمر کے پاس شکایت لے کر آیا اور بولا: جزیہ کی یہ رقم بہت زیادہ ہے۔

سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے اس سے پوچھا: ''تم کون کون سے کام کر لیتے ہو؟'' اس نے اپنے ہنر گنوائے۔ آپ نے فرمایا: ''ان کاموں کے مقابلے میں تم جو جزیہ دے رہے ہو وہ کچھ زیادہ نہیں''۔

سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کی بات سن کر وہ غصے میں بپھرا ہوا واپس لوٹ گیا۔ کئی راتوں کے بعد وہ غلام آپ کو دوبارہ دکھائی دیا تو آپ نے اسے بلایا اور فرمایا: ''میں نے سنا ہے تم کہتے ہو کہ اگر میں چاہوں تو ایسی چکی بنا سکتا ہوں جو ہوا کے زور پر چلے گی''۔ ابولؤلؤ نے غصے سے آپ کو دیکھا اور بولا: ''میں تمہارے لیے ایسی چکی بناؤں گا، جس کے بارے میں سب لوگ باتیں کریں گے''۔

آپ اس وقت چند لوگوں کے ساتھ کھڑے تھے۔ آپ نے ان کی طرف مڑے اور فرمایا: ''اس غلام نے ابھی مجھے قتل کی دھمکی دی ہے''۔

(الطبقات الكبرى، لابن سعد:3/345)

انصاف اور بے خوفی

کسریٰ کا مشیر خاص ہرمزان امیر المومنین سیدنا عمر بن خطاب سے ملاقات کے لیے حاضر ہوا۔اس نے ہیرے جواہرات سے مزین سونے کا تاج پہن رکھا تھا۔ریشم کا لباس زیب تن کر رکھا تھا۔مدینہ میں داخل ہو کر پوچھنے لگا: خلیفہ کا محل کہاں ہے؟ لوگوں نے بتایا یہاں محلات نہیں ہوتے۔اس نے پوچھا: پھر بتاؤ کہ خلیفہ رہتا کہاں ہے۔لوگوں نے مٹی کے ایک گھروندے کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا کہ وہ خلیفہ کی رہائش گاہ ہے۔اس نے بڑے تعجب سے ادھر اُدھر دیکھا کہ گارڈز کہاں ہیں۔لوگوں نے وضاحت کی کہ خلیفہ کے لیے کوئی حفاظتی دستہ مقرر نہیں۔

ہرمزان نے دروازے پر دستک دی۔سیدنا عمر کا بیٹا باہر آیا۔ہرمزان نے پوچھا: خلیفہ کہاں ہیں؟ بیٹے نے جواب دیا: انہیں مسجد میں یا مدینہ میں کسی جگہ تلاش کرنا ہوگا۔اُنہوں نے مسجد میں دیکھا' آپ نہ ملے۔ وہ لوگ آپ کو تلاش کرتے کرتے ایک درخت کے پاس پہنچے' جس کے نیچے سیدنا عمر رضی اللہ عنہ اپنے بازو کا تکیہ بنائے' اپنی پیوند لگی چادر اوڑھے بڑے آرام سے گہری نیند سو رہے تھے۔ان کا کوڑا ایک جانب پڑا تھا۔

ہرمزان سوچنے لگا: کیا یہی عمر بن خطاب ہیں۔ کیا یہی تاریخ کا سب سے بڑا فاتح ہے، کیا یہی شخص ہے جس کا نام سن کر بڑے بڑے بادشاہوں پر کپکپی طاری ہو جاتی ہے؟ کیا یہی عمر ہے جس نے بڑے بڑے متکبروں اور خائنوں کی گردنیں جھکا دی ہیں؟ یہ شخص کیسی بے نیازی سے ایک درخت کے نیچے آرام فرما رہا ہے۔ یہ کیفیت دیکھ کر ہرمزان پر دہشت طاری ہوگئی۔

اس نے ایک بڑا تاریخی جملہ بولا:

عَدَلْتَ فَأَمِنْتَ أَمِيرَ الْمُؤْمِنِينَ

''خلیفۃ المسلمین! آپ نے عدل وانصاف کیا اسی لیے آپ کو کوئی خوف نہیں''۔

(المسك والعنبر في خطب المنبر، للدكتور عائض القرني)

دنیا انہیں مائل نہ کر سکی

دنیا کی رعنائی اور چکا چوند کبھی بھی سیدنا عمر کو اپنی طرف متوجہ نہ کر سکی۔سونا' چاندی اور ہیرے جواہرات سے لدے اُونٹ مدینہ طیبہ میں آپ کی خدمت میں پیش کیے جاتے لیکن آپ کے پاس ایک دن بھی نہ ٹھہر پاتے۔ آپ ان خزانوں کو فقراء میں تقسیم کرنے کے بعد اپنے اُسی لباس میں نماز ادا کرتے جس پر چودہ چودہ پیوند لگے ہوتے۔ یہ وہی شخص ہے جس نے ہرقل کی سلطنت کا قلع قمع کر دیا، مگر دُنیا سے بے رغبتی ایسی کہ بعض اوقات جو کی خشک روٹی بھی میسر نہ ہوتی۔

(عبقرية عمر، لمحمود عباس العقاد)

کیا میں خائن حکمران بن جاؤں؟

ایک دفعہ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کا ایک سسرالی رشتہ دار آیا۔اس نے سیدنا عمر رضی اللہ عنہ سے درخواست کی کہ مجھے بیت المال سے کچھ دیا جائے۔سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے اسے ڈانٹتے ہوئے فرمایا: تیرا ارادہ ہے کہ میں اللہ تعالیٰ کے سامنے ایک خائن حکمران کی حیثیت سے پیش ہوں۔ بعدازاں سیدنا عمر رضی اللہ عنہ سے ایک مرتبہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا: امیر المومنین! آپ نے سرکاری مال میں بہت احتیاط سے کام لیا۔آپ کی رعایا بھی اس سے اجتناب کرتی ہے۔اگر آپ اس مال کو ناجائز استعمال کرتے تو آپ کی رعایا بھی ایسا ہی کرتی۔

سیدنا عمر رضی اللہ عنہ خلافت کی ذمہ داری کے تقاضے کما حقہ پورے فرماتے تھے اور اپنی ذات اور اہلِ خانہ کا اپنے عمال سے بھی زیادہ محاسبہ کرتے تھے۔یہی وجہ تھی کہ لوگوں کے دلوں پر ان کا رعب طاری رہتا تھا۔اس طرح ہر خاص وعام آپ کی اطاعت گزاری میں ہمیشہ کوشاں رہا۔

(تاريخ الإسلام، للإمام الذهبي: 271/3)

سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے ہاں آدمی کو جانچنے کا معیار

ایک دفعہ ایک شخص سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے پاس کسی کی گواہی دینے آیا۔ آپ نے پوچھا کہ کیا یہ آدمی قابل اعتماد ہے، کیا اس کی گواہی قبول کی جاسکتی ہے؟ ایک آدمی نے عرض کیا: میں اس کے لائق اعتماد ہونے کی گواہی دیتا ہوں۔ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے اس آدمی کی طرف دیکھا اور دریافت فرمایا:

أَأَنْتَ جَارُ مَسْكَنِهِ؟

”کیا تم اس کے پڑوس میں رہتے ہو؟“

اس نے کہا: نہیں! سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے دوسرا سوال کیا:

أَعَاشَرْتَهُ يَوْمًا فَعَرَفْتَ حَقِيقَةَ أَمْرِهِ؟

”کیا تمھیں کبھی ایک دن اس کے ساتھ رہنے کا موقع ملا ہے کہ تم اس کی حقیقت جان سکو؟“

اس نے کہا: نہیں۔ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

أَسَافَرْتَ يَوْمًا مَعَهُ؟ ”کیا تم نے اس کے ساتھ کبھی سفر کیا ہے“؟

کیونکہ سفر کسی کے طرز عمل کو جانچنے کی کسوٹی ہے؟ اس نے کہا: نہیں، تو سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

لَعَلَّكَ رَأَيْتَهُ فِي الْمَسْجِدِ قَائِمًا قَاعِدًا يُصَلِّي

شاید تم نے اسے مسجد میں نماز پڑھتے دیکھا ہے؟

اس نے کہا: جی ہاں! سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

اِذْهَبْ فَأَنْتَ لَا تَعْرِفُهُ۔

”جاؤ بھائی تم اسے نہیں جانتے“۔

(عمر بن الخطاب، لصالح بن عبدالرحمن بن عبدالله: ص 66)

اس مہم کے لیے میں حاضر ہوں

سیدنا عمر فاروق مسند خلافت پر بیٹھے تو سب سے پہلے عراق کی مہم پر توجہ کی۔ بیعت کے لیے خلافت کے تمام اطراف ودیار سے بے شمار زعماء اور عام لوگ بھی آئے تھے۔ تین دن تک ان کا تانتا بندھا رہا۔ سیدنا عمر فاروق نے اس موقع کو غنیمت سمجھا اور مجمع عام میں جہاد کا وعظ کیا۔ چونکہ لوگوں کا عام خیال تھا کہ عراق حکومت فارس کا پایہ تخت ہے، اور وہ سیدنا خالد بن ولید کے بغیر فتح نہیں ہوسکتا' اس لیے سب خاموش رہے۔ سیدنا عمر نے کئی روز تک وعظ جاری رکھا لیکن کچھ اثر نہ ہوا' آخر چوتھے دن اس جوش سے تقریر کی کہ حاضرین کے دل ہل گئے۔ مثنیٰ شیبانی نے اٹھ کر کہا: مسلمانو! میں نے مجوسیوں کو آزما لیا ہے وہ مرد میدان نہیں ہیں۔ عراق کے بڑے بڑے اضلاع کو ہم نے فتح کرلیا ہے اور عجم کے لوگ ہمارا لوہا مان گئے ہیں۔ حاضرین میں ابوعبید ثقفی بھی تھے جو قبیلہ ثقیف کے مشہور بہادر سردار تھے وہ جوش ایمانی کے ساتھ اٹھ کھڑے ہوئے اور کہا: أَنَا لِهَذَا یعنی ”اس مہم کے لیے میں حاضر ہوں“۔ ابوعبید کی ہمت نے تمام حاضرین کو گرما دیا اور ہر طرف سے غلغلہ اٹھا کہ ہم سب حاضر ہیں۔ سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے مدینہ منورہ اور مضافات سے ایک ہزار آدمی منتخب کیے اور ابو عبید کو ان پر سپہ سالار مقرر کیا۔

(البداية والنهاية:26/7)

دنیا و آخرت کے ساتھی

عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما جو سیدنا عمر کے بڑے چہیتے تھے ان کی شہادت کے بعد ٹیک لگا کر انتہائی غمگین اور اداس بیٹھے تھے۔ ان کی آنکھوں سے بے اختیار آنسو بہہ رہے تھے۔ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کے بارے میں کہنے لگے: ابوحفص! میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا کرتا تھا: میں اور ابوبکر و عمر آئے' میں اور ابوبکر و عمر گئے' میں اور ابوبکر و عمر نکلے۔ یعنی نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی گفتگو میں اکثر ان دونوں حضرات کا ذکر ہوتا تھا۔ مجھے یقین ہے کہ آپ حشر میں بھی اپنے ان دو ساتھیوں کے ساتھ ہی ہوں گے۔

عدی بن حاتم رضی اللہ عنہ کی تحسین

سیدنا عدی بن حاتم رضی اللہ عنہ عرب کے مشہور سخی حاتم طائی کے صاحبزادے تھے۔ان کا تعلق قبیلہ طے سے تھا۔ یہ قبیلہ سعودی عرب کے علاقے ''حائل'' میں آباد تھا۔ حاتم تو زمانہ جاہلیت میں ہی وفات پا گیا مگر اس کے بیٹے عدی پر اللہ تعالیٰ کا خاص کرم ہوا اور انہوں نے اسلام قبول کیا اور صحابیت کے شرف سے مالا مال ہوئے۔ یہ سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے دور میں ایک وفد کے ساتھ مدینہ آئے۔ان کی آمد کا باقی حال انہی کی زبانی سنتے ہیں: میں اپنی قوم کے وفد کے ساتھ سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ کی خدمت میں حاضر ہوا۔انہوں نے بنو طے کے اس وفد کے ہر فرد کو دو دو ہزار درہم عطا فرمائے۔مگر انہوں نے مجھے کچھ نہ دیا۔ میں ان کے سامنے آیا لیکن انہوں نے مجھ سے پھر اعراض کر لیا، میں دوبارہ ان کے چہرے کے سامنے آیا۔انہوں نے پھر اعراض کر لیا۔ میں نے عرض کیا: امیر المؤمنین! کیا آپ مجھے نہیں جانتے؟

سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ میری بات سن کر خوب ہنسے اور فرمایا: ''میں تمہیں خوب جانتا ہوں۔

آمَنْتَ إِذْ كَفَرُوا وَأَقْبَلْتَ إِذْ أَدْبَرُوا وَوَفَيْتَ إِذْ غَدَرُوا ۔

''تم تو اس وقت ایمان لائے جب لوگوں نے کفر کیا۔ تم نے اس وقت آگے بڑھ کر ساتھ دیا جب لوگوں نے پیٹھ پھیر لی۔تم نے اس وقت وفا کی جب لوگوں نے اسلام سے غداری کی''۔

پہلا صدقہ جس نے رسول اللہ ﷺ کے چہرے کو روشن کیا، وہ صدقہ بنو طے کا تھا اور تم ہی اسے لے کر آئے تھے، پھر سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے اسے نہ دینے کی وجہ بیان فرمائی:

إِنَّمَا فَرَضْتُ لِقَوْمٍ أَجْحَفَتْ بِهِمُ الْفَاقَةُ وَهُمْ سَادَةُ عَشَائِرِهِمْ، لِمَا يَنُوبُهُمْ مِنَ الْحُقُوقِ

''میں دراصل ایسے لوگوں کو دینا چاہتا ہوں جو فاقہ زدہ ہیں۔ وہ اپنے اعزہ واقارب کے سرپرست ہیں اور ان پر بہت سی ذمہ داریاں ہیں''۔

(صحيح مسلم، حديث:2523، ومسند أحمد:1/405)

ماں کا فرمانبردار مجاہد

ایک دفعہ کچھ مجاہدین شام سے یمن جاتے ہوئے مدینہ ٹھہر گئے۔سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ کی عادت تھی کہ وہ صبح کی نماز کے بعد بڑے بڑے برتنوں میں کھانا رکھوا دیتے تھے۔شامی قافلہ وہاں رکا۔ان میں سے ایک آدمی بائیں ہاتھ سے کھانے لگا۔ سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ کھانے کے وقت لوگوں کی نگرانی کیا کرتے تھے۔سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے اس شخص سے فرمایا: بھئی دائیں ہاتھ سے کھاؤ۔اس نے کوئی جواب نہ دیا۔سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے دوبارہ فرمایا: دائیں ہاتھ سے کھانا کھاؤ۔اس نے عرض کیا: امیر المؤمنین! وہ ہاتھ مصروف ہے۔ جب وہ کھا کر فارغ ہوا تو سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے اسے بلایا اور دریافت فرمایا: تمہارے ہاتھ کی کیا مصروفیت تھی؟ اس نے اپنا بازو سامنے کیا تو سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ کو دھچکا لگا اُس کا دایاں ہاتھ کٹا ہوا تھا۔ سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے اس کی وجہ پوچھی تو اس نے بتایا کہ یہ ہاتھ جنگ یرموک میں کٹ گیا تھا۔

سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ آبدیدہ ہو گئے اور پوچھنے لگے: تمہیں وضو کون کراتا ہے؟ اس نے کہا: میں بائیں ہاتھ سے وضو کر لیتا ہوں اور اللہ تعالیٰ میری مدد فرماتا ہے۔سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے دریافت فرمایا: تم کہاں جا رہے ہو؟ اس نے جواب دیا: یمن جا رہا ہوں، وہاں میری والدہ رہتی ہیں، مدت دراز سے میری ان سے ملاقات نہیں ہوئی۔ ارشاد فرمایا: أَوَ بِرٌّ أَيْضًا۔ ''کیا تو والدہ کے ساتھ نیکی کرنے کے لیے جانا چاہتا ہے''؟ چنانچہ ایک خادم، صدقے کے پانچ اونٹ اور ان پر اشیائے ضرورت لاد کر سب کچھ اس کے حوالے کر دیا''۔

(الشيخان أبوبكر وعمر من رواية البلاذري: ص 174، 175)
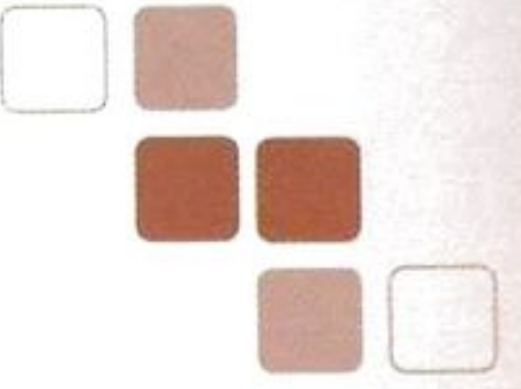
اویس قرنی رحمۃ اللہ علیہ سے دعا کی درخواست

یمن سے جب بھی وفود آتے سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ ان سے دریافت فرماتے:

أَفِيكُمْ أُوَيْسُ بْنُ عَامِرٍ۔

''کیا تم میں اویس بن عامر ہیں''؟

حتی کہ ایک دن انہیں اویس بن عامر مل گئے۔ وہ ان کے قریب تشریف لائے تو دریافت کیا: کیا تم اویس بن عامر ہو؟ انہوں نے کہا: جی ہاں! پوچھا: کیا تم مراد قبیلے سے ہو اور پھر اس کی شاخ قرن سے تعلق رکھتے ہو؟ جواب ملا: جی ہاں! فرمایا: تمہیں پھلبہری تھی اور ایک درہم بھر جگہ کے سوا تمہارے سارے جسم کو شفا نصیب ہو چکی ہے؟ انہوں نے کہا: جی ہاں! سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے پوچھا: کیا تمہاری والدہ زندہ ہے؟ اویس نے کہا: جی ہاں! سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے فرمایا: میں نے رسول اللہ ﷺ سے سنا ہے:

يَأْتِي عَلَيْكُمْ أُوَيْسُ بْنُ عَامِرٍ مَعَ أَمْدَادِ أَهْلِ الْيَمَنِ مِنْ مُرَادٍ ثُمَّ مِنْ قَرَنٍ،
كَانَ بِهِ بَرَصٌ فَبَرَأَ مِنْهُ إِلَّا مَوْضِعَ دِرْهَمٍ، لَهُ وَالِدَةٌ هُوَ بِهَا بَرٌّ،
لَوْ أَقْسَمَ عَلَى اللَّهِ لَأَبَرَّهُ، فَإِنِ اسْتَطَعْتَ أَنْ يَسْتَغْفِرَ لَكَ فَافْعَلْ

''تمہارے پاس یمن کے امدادی لشکروں میں اویس بن عامر آئیں گے۔ وہ قبیلہ بنو مراد کی شاخ قرن سے تعلق رکھنے والے ہوں گے۔ انہیں پھلبہری رہی ہوگی لیکن ان کے سارے جسم کو سوائے ایک درہم بھر جگہ کے شفا ہو چکی ہوگی۔ ان کی والدہ بقید حیات ہوں گی۔ اویس اپنی والدہ کے نہایت فرماں بردار ہیں۔ اگر وہ اللہ پر قسم ڈال دیں تو اللہ اُن کی قسم پوری فرما دے گا۔ اے عمر! اگر ممکن ہو سکے تو اُن سے مغفرت کی دعا ضرور کرانا۔

سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے ان سے کہا: آپ میرے لیے مغفرت کی دعا کریں۔ حضرت اویس رحمۃ اللہ علیہ نے سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے لیے مغفرت کی دعا فرمائی۔ سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے پوچھا: آپ کہاں جا رہے ہیں؟

حضرت اویس رحمۃ اللہ علیہ نے عرض کیا: میں کوفہ جا رہا ہوں۔ سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے فرمایا: کیا میں وہاں کے گورنر کو خط لکھ دوں کہ وہ آپ کے ساتھ حُسن سلوک کرے؟ اویس نے عرض کیا: مجھے عوام الناس کے ساتھ گھل مل کر رہنا زیادہ محبوب ہے۔

اگلے سال قرن قبیلے کا سردار مدینہ آیا تو سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے اویس رحمۃ اللہ علیہ کے بارے میں دریافت فرمایا۔ اس نے بتایا کہ اویس کی مالی حالت نہایت مخدوش ہے دنیاوی ساز وسامان بالکل نہیں ہے۔ سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے جو کچھ اللہ کے رسول ﷺ سے اویس قرنی کے بارے میں سنا تھا اسے بھی بتا دیا۔ جب وہ واپس گیا تو اویس رحمۃ اللہ علیہ کے پاس پہنچا۔ عرض کیا: میرے لیے مغفرت کی دعا کیجیے۔ انہوں نے فرمایا: آپ تو خود ابھی ابھی ایک مبارک سفر سے آئے ہیں، لہٰذا آپ میرے لیے دعا کیجیے۔ اس نے اصرار کیا کہ نہیں، آپ ہی میرے لیے مغفرت کی دعا کیجیے۔ اویس رحمۃ اللہ علیہ نے پوچھا: کیا تمہاری ملاقات سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ سے ہوئی؟ اس نے اثبات میں جواب دیا۔ پھر اویس رحمۃ اللہ علیہ نے اس کے لیے بخشش کی دعا فرمائی۔ اب عام لوگوں کو ان کے مقام ومنزلت کا علم ہو گیا لہٰذا انہوں نے وہ جگہ چھوڑ دینے کا فیصلہ کیا اور وہاں سے نکل کر کسی اور جگہ منتقل ہو گئے۔

(صحیح مسلم، حدیث:2542)

نصیحت قبول کرنے کا حوصلہ

عاصم بن بہدلہ بیان کرتے ہیں کہ سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے ایک قریبی ساتھی نے بیان کیا: ہم سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے پاس بیٹھے تھے۔ نماز کا وقت ہو چکا تھا ایک آدمی کی ہوا خارج ہو گئی۔ سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے فرمایا: جس کی ہوا خارج ہوئی ہے میں اُسے حکم دیتا ہوں کہ وہ اُٹھے اور وضو کر کے آئے۔ جریر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ بولے: امیر المؤمنین! آپ ہم سب کو حکم دیجیے کہ ہم سب اٹھیں اور وضو کریں تا کہ وہ آدمی پردے میں رہے۔ سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے ان کی رائے کو تدبر ودانشمندی پر محمول کرتے ہوئے ایسا ہی کیا۔

سیدنا عمر فاروق اور عبداللہ بن حذافہ رضی اللہ عنہما

جلیل القدر صحابی عبداللہ بن حذافہ ؓ کو رومیوں نے قید کرلیا۔ وہ انہیں اپنے بادشاہ کے پاس لے گئے۔ بادشاہ نے ان سے کہا: تم عیسائی بن جاؤ! میں تمہیں اپنی بادشاہت میں شریک کرلوں گا اور اپنی بیٹی سے تمہارا نکاح بھی کردوں گا۔ عبداللہ بن حذافہ ؓ نے فرمایا:

لَوْ أَعْطَيْتَنِي جَمِيعَ مَا تَمْلِكُ وَجَمِيعَ مَا تَمْلِكُهُ الْعَرَبُ
عَلَى أَنْ أَرْجِعَ عَنْ دِينِ مُحَمَّدٍ ﷺ طَرْفَةَ عَيْنٍ مَا فَعَلْتُ

"بادشاہ! اگر تم اپنی اور سارے عرب کی بادشاہت بھی مجھے اس قیمت پر عطا کردو کہ میں صرف ایک لمحے کے لیے محمد ﷺ کے دین سے ہٹ جاؤں تب بھی مجھے یہ سودا ہرگز قبول نہ ہوگا"۔

بادشاہ نے دھمکی دی: پھر میں تجھے قتل کرڈالوں گا۔ انہوں نے کہا: جیسی تمہاری مرضی۔ بادشاہ کے حکم کے مطابق انہیں سُولی پر باندھ دیا گیا اور تیر اندازوں کو حکم ملا کہ عبداللہ کے ہاتھوں اور پاؤں کے قریب قریب تیر چلاؤ۔ اسی دوران وہ عبداللہ کو نصرانی ہونے کی دعوت بھی دیتا رہا۔ عبداللہ بن حذافہ ؓ مسلسل انکار کرتے رہے۔ بادشاہ نے انہیں سُولی سے نیچے اتارنے کا حکم دیا اور پیتل کی ایک بڑی دیگ منگوائی، اس میں تیل گرم کیا گیا، پھر ایک مسلمان قیدی کو لایا گیا اور اسے عبداللہ بن حذافہ ؓ کے سامنے اس میں ڈال دیا گیا۔ چند ہی لمحوں میں اس کا گوشت جل گیا اور ہڈیاں جھلکنے لگیں۔ بادشاہ نے پھر عبداللہ بن حذافہ ؓ کو نصرانیت قبول کرنے کی دعوت دی۔ انہوں نے پھر قطعی انکار کیا۔ بادشاہ نے عبداللہ ؓ کو بھی اس دیگ میں پھینکنے کا حکم دیا۔ جب انہیں چرخی کی طرف لے جایا گیا تو وہ بے اختیار رو پڑے۔

بادشاہ کو یقین ہوگیا کہ اب عبداللہ ؓ نصرانیت قبول کرلیں گے۔ اس نے عبداللہ ؓ کو بلایا، رونے کی وجہ پوچھی اور ایک بار پھر انہیں نصرانیت قبول کرنے کی ترغیب دی۔ عبداللہ بن حذافہ ؓ نے کہا: میں نصرانیت ہرگز قبول نہیں کروں گا۔ پھر فرمایا:

إِنِّي إِنَّمَا بَكَيْتُ لِأَنَّ نَفْسِي إِنَّمَا هِيَ نَفْسٌ وَاحِدَةٌ
تُلْقَى فِي هَذِهِ الْقِدْرِ السَّاعَةَ فِي اللَّهِ

"میں تو صرف اس لیے رو رہا ہوں کہ میرے پاس صرف ایک جان ہے جسے اس وقت اللہ کے راستے میں اس دیگ میں ڈالا جارہا ہے"۔

فَأَحْبَبْتُ أَنْ يَكُونَ لِي بِعَدَدِ كُلِّ شَعْرَةٍ فِي
جَسَدِي نَفْسٌ تُعَذَّبُ هَذَا الْعَذَابَ فِي اللَّهِ

"جبکہ میری آرزو یہ ہے کہ میرے جسم پر موجود ہر ہر بال کے بدلے میں ایک ایک جان ہوتی اور میں اللہ کے راستے میں وہ ساری جانیں اسی طرح قربان کردیتا"۔

بعض روایات میں ہے کہ بادشاہ نے عبداللہ ؓ کو قید کردیا۔ کچھ دنوں تک کھانا پینا بند رکھا، پھر شراب اور خنزیر کا گوشت کھانے کو دیا۔ عبداللہ ؓ اس کے قریب بھی نہ پھٹکے۔

بادشاہ نے انہیں بلایا اور دریافت کیا: تو نے یہ کھانا کیوں نہیں کھایا؟ عبداللہ ؓ نے جواب دیا: یہ کھانا اس وقت مجبوری کی حالت میں اگرچہ میرے لیے جائز ہے لیکن میں تمہیں خوش نہیں کرنا چاہتا۔ بادشاہ نے کہا: فَقَبِّلْ رَأْسِي وَأَنَا أُطْلِقُكَ. "اچھا اگر تم میرے سر کو بوسہ دے دو تو میں تمہیں آزاد کردوں گا"۔

عبداللہ بن حذافہ ؓ نے فرمایا: پھر صرف مجھے ہی نہیں بلکہ تمام مسلمان قیدیوں کو رہا کرنا ہوگا! اس نے کہا: ہاں! منظور ہے۔ عبداللہ بن حذافہ ؓ نے اس کے سر کو بوسہ دیا۔ بادشاہ نے ان کے ساتھ سارے قیدیوں کو رہا کردیا۔ جب وہ سیدنا عمر فاروق ؓ کے پاس پہنچے تو سیدنا عمر فاروق ؓ نے فرمایا:

حَقٌّ عَلَى كُلِّ مُسْلِمٍ أَنْ يُقَبِّلَ رَأْسَ عَبْدِاللَّهِ بْنِ حُذَافَةَ
وَأَنَا أَبْدَأُ، فَقَامَ فَقَبَّلَ رَأْسَهُ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ

مسلمانوں کے ہر فرد پر لازم ہے کہ عبداللہ بن حذافہ ؓ کے سر کو بوسہ دے اور میں پہل کرتا ہوں، پھر آگے بڑھے اور عبداللہ ؓ کے سر کو بوسہ دیا۔ (تفسير ابن كثير، تفسير سورة النحل الآية: 106)

بیت المقدس کی فتح کے موقع پر فراخدلانہ طرزِ عمل

بیت المقدس فتح ہوا تو سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے عیسائیوں کے ساتھ معاہدہ کیا اور انہیں درج ذیل الفاظ میں امان لکھ کر دی:

''ان کی جان، اولاد، مال اور تمام عبادت گاہیں محفوظ ہوں گی۔ ان کی عبادت گاہوں کو گرایا جائے گا نہ ان میں رہائش اختیار کی جائے گی۔'' معاہدہ لکھا جا رہا تھا کہ نماز کا وقت ہو گیا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ اس وقت گرجا گھر ''القیامۃ'' میں تھے۔ انہوں نے گرجا گھر سے باہر نکل کر اس کے دروازے کے پاس بنے ہوئے چبوترے پر اکیلے نماز ادا کی اور بڑے پادری سے کہا: اگر میں گرجا گھر میں نماز ادا کرتا تو میرے بعد مسلمان اسے چھین لیتے اور یہ جواز پیش کرتے کہ عمر نے یہاں نماز پڑھی ہے۔ پھر ایک نوشتہ تحریر کیا کہ کوئی مسلمان چبوترے پر بھی نماز نہ پڑھے، البتہ ضرورت کے پیش نظر انفرادی طور پر بغیر جماعت اور اذان کے اجازت ہے۔

آپ عیسائیوں کے ساتھ جس گرجا گھر کے بارے میں بھی معاہدہ کرتے کہ اسے برقرار رکھا جائے گا اور اسے گرانا یا وہاں رہائش اختیار کرنا جرم ہوگا۔ اس میں اسی طرح نماز ادا کرتے۔

آپ کے ان عیسائیوں سے معاہدے سخاوت، فراخ دلی اور مروت کی ایسی عمدہ مثال ہیں کہ کسی بھی

تہذیب سے تعلق رکھنے والا انسان وہاں تک پہنچنے کا تصور بھی نہیں کر سکتا، چنانچہ آپ نے ان کے امان نامے میں لکھا:

''یہ وہ امان ہے جو اللہ کے بندے امیر المؤمنین عمر نے اہل ایلیاء کو دی ہے۔ اس نے انہیں جان، مال، گرجا گھروں اور صلیب وغیرہ کے بارے میں امان دے دی ہے کہ ان کے گرجا گھروں کو رہائش گاہوں میں بدلا جائے نہ منہدم کیا جائے اور نہ اس کا کوئی حصہ استعمال میں لایا جائے۔ اسی طرح گرجا گھروں اور صلیب کی آمدن، یعنی نذرانے اور ان کے دیگر اموال سے بھی تعرض نہ کیا جائے۔ انہیں ان کا دین چھوڑنے پر مجبور کیا جائے نہ کسی کو نقصان پہنچایا جائے۔ ایلیاء میں کوئی یہودی ان کے ساتھ نہیں رہے گا۔ اہل ایلیاء کی ذمہ داری ہے کہ وہ جزیہ صحیح طور پر ادا کریں جیسا کہ مدائن والے ادا کرتے ہیں، نیز رومی اور چور یہاں سے نکل جائیں۔ جو نکل گیا اس کے مال و جان کو امان ہے حتی کہ وہ اپنی منزل پر پہنچ جائے۔ اور ان میں سے جو یہاں رہنا چاہے وہ بھی امن کے ساتھ رہ سکتا ہے، تاہم اسے بھی ایلیاء والوں کی طرح جزیہ اور ٹیکس دینا ہوگا۔ اہل ایلیاء میں سے جو اپنے مال و جان کے ساتھ رومیوں کے ہمراہ جانا چاہے اور اپنے گرجا گھر اور صلیب وغیرہ چھوڑنا چاہے اس سے بھی تعرض نہیں کیا جائے گا بلکہ وہ امن کے ساتھ جا سکتا ہے۔''

(تاریخ الطبری:4/431-436، حروب القدس، ص:41)

ایک غلام کی قریشی عورت سے شادی

سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے قبائل کو آپس میں شادیاں کرنے کی رغبت دلائی تاکہ باہمی اُلفت میں اضافہ ہو، یہاں تک کہ ایک غلام ایک قریشی کے پاس گیا اور اسے اُس کی بہن سے شادی کا پیغام دیا۔ قریشی نے انکار کر دیا۔ سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ اس قریشی کے پاس گئے اور دریافت فرمایا: آپ اپنی بہن کی شادی اس سے کیوں نہیں کرتے، حالانکہ وہ ایک باصلاحیت آدمی ہے، اس میں دنیا کی خیر یعنی مال اور آخرت کی بھلائی یعنی تقویٰ موجود ہے۔ آپ بہن کی رضامندی معلوم کر لیں اگر وہ راضی ہو تو اس کی شادی اس آدمی سے کر دیجیے۔ اس قریشی نے سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے ارشاد پر عمل کیا اور اپنی بہن کی شادی اُسی غلام سے کر دی۔

قبولِ اسلام میں سبقت کرنے والوں کو ترجیح

سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کے نزدیک کسی شخص کا دوسرے پر فضیلت پانے کا معیار حسن عمل تھا۔ ایک دفعہ سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے دروازے پر بہت سے قریشی سردار آ گئے۔ ان میں سہیل بن عمرو بن حارث اور ابوسفیان بن حرب سرفہرست تھے۔ عین اسی وقت سیدنا بلال رضی اللہ عنہ اور صہیب رضی اللہ عنہ جیسے کچھ ایسے آزاد کردہ غلام بھی حاضر ہوئے جنہیں اسلام لانے میں سبقت کا شرف حاصل تھا۔ سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے سب سے پہلے ان فقیر غلاموں کو باریابی کی اجازت دی اور قریشی سرداروں کو ان کے بعد شرفِ ملاقات بخشا۔ قریشی سردار سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے اس طرزِ عمل پر بڑے ناراض ہوئے۔ ابوسفیان نے اپنے ساتھیوں سے کہا: آج کے دن جیسا رسوا کن دن میں نے کبھی نہیں دیکھا۔ عمر رضی اللہ عنہ غلاموں کو شرف ملاقات بخشتے ہیں اور ہمیں دروازے پر کھڑا رکھتے ہیں۔ سہیل رضی اللہ عنہ نے کہا: اے لوگو! اللہ کی قسم! میں تمہارے چہروں پر ناراضی کے آثار دیکھ رہا ہوں۔ اگر تم سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے اس عمل پر ناراض ہو تو پھر تمہیں اپنے ماضی پر بھی نادم ہونا چاہیے، ان غلاموں کو اور تمہیں اسلام لانے کی دعوت ایک ساتھ ہی دی گئی تھی۔ انہوں نے فوراً بلا تاخیر اسلام قبول کر لیا تھا لیکن تم لوگوں نے تاخیر کی۔ اب تم اس وقت کی فکر کرو جب قیامت کے دن ان لوگوں کو تم سے پہلے آواز دی جائے گی۔

(مناقب عمر، لابن الجوزي: ص 129)

ایک زخم خوردہ مجاہد کی عزت افزائی

ایک دفعہ لوگ سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ سے عطیات وصول کر رہے تھے۔ انہوں نے اپنی نگاہ اٹھائی تو ایک آدمی کے چہرے پر گہرا زخم دیکھا۔ اس سے اس کا سبب دریافت فرمایا تو اس نے جواب دیا: مجھے یہ زخم ایک غزوہ میں لگا تھا۔ سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے فوراً حکم دیا: اسے ایک ہزار درہم عطا کرو۔ جب اسے ایک ہزار درہم مل گئے تو سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے پھر حکم دیا کہ اسے ایک ہزار درہم اور دے دو۔ جب وہ بھی مل گئے تو سیدنا

سیدنا علی رضی اللہ عنہ کے سر کا بوسہ

ایک آدمی نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کے بارے میں سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ سے شکایت کی۔ جب سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ اس قضیے کا فیصلہ کرنے تشریف لائے تو علی رضی اللہ عنہ سے فرمایا: ابوالحسن! دعویدار کے ساتھ بیٹھیے۔ یہ بات سُن کر علی رضی اللہ عنہ کا چہرہ متغیر ہو گیا۔ جب سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے اس قضیے کا فیصلہ سُنا دیا تو علی رضی اللہ عنہ سے فرمایا: ابوالحسن! شاید میں نے آپ کو ناراض کر دیا ہے کیونکہ میں نے آپ کے اور مدعی کے درمیان مساوات قائم کی ہے؟ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا: جی ہاں! میں ناراض ہوا ہوں لیکن میری ناراضی کی وجہ یہ ہے کہ آپ نے میرے اور میرے مخاصم کے مابین مساوات قائم نہیں کی۔ آپ نے مجھے میری کنیت سے پکارا اور عزت بخشی، جبکہ میرے حریف کو آپ نے صرف نام لے کر مخاطب کیا۔ یہ سن کر سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کے سر کو بوسہ دیا اور فرمایا:

لَا أَبْقَانِي اللّٰهُ أَرْضًا لَيْسَ فِيهَا أَبُو الْحَسَنِ

''اللہ! مجھے ایسی سرزمین پر زندہ نہ رکھے جہاں علی رضی اللہ عنہ نہ ہوں''۔

(عمر بن الخطاب، لصالح عبدالرحمن: 79)

عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے تیسری اور پھر چوتھی دفعہ بھی اس کے لیے ہزار ہزار درہم لانے کا حکم دیا۔ رقم لینے والا مجاہد اس قدر عطیہ لینے سے شرما گیا اور وہاں سے فوراً چلا گیا۔ سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے اس کے بارے میں دریافت فرمایا تو لوگوں نے اس کے جانے کا سبب بیان کیا۔ سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے فرمایا: اگر وہ یہاں رہتا تو جب تک ایک درہم بھی باقی تھا، میں اُسے عطا کرتا رہتا۔ اس شخص کا کتنا بڑا مقام ہے جسے اللہ تعالیٰ کے راستے میں چہرے پر گہری ضرب لگی اور گڑھا پڑ گیا۔

(مناقب عمر، لابن الجوزي: ص 74)

عورتوں کے حقوق

ایک دفعہ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے خطبے میں فرمایا:

عورتوں کے حق مہر کی رقم چالیس (40) اوقیہ سے زیادہ نہ بڑھاؤ۔ چاہے وہ عورت یزید بن حصین جیسے شخص کی بیٹی ہی کیوں نہ ہو۔ اگر اس سے زیادہ کسی نے حق مہر مقرر کیا تو میں ایسے مال کو بیت المال میں جمع کر دوں گا۔ یہ سن کر ایک عورت کھڑی ہو گئی۔ اس نے اعتراض کیا: امیر المؤمنین! آپ کو اس کا کوئی اختیار نہیں۔ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے دریافت کیا: کیوں؟ اس نے کہا: اس لیے کہ اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے فرمایا ہے:

﴿ وَءَاتَيْتُمْ إِحْدَىٰهُنَّ قِنطَارًا فَلَا تَأْخُذُوا۟ مِنْهُ
شَيْـًٔا ۚ أَتَأْخُذُونَهُۥ بُهْتَـٰنًا وَإِثْمًا مُّبِينًا ﴾

''اور تم ان میں سے کسی کو ایک خزانہ بھی دے چکے ہو تو اس میں سے کچھ بھی واپس نہ لو، کیا تم بہتان لگا کر اور صریح گناہ کر کے اسے لو گے''۔ (النساء: 20)

یہ آیت سن کر سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

أَصَابَتِ امْرَأَةٌ وَأَخْطَأَ عُمَرُ.

''ایک عورت نے درست بات کہی اور عمر کو غلطی لگ گئی''۔

ایک روایت میں ہے کہ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے کہا: اے اللہ! مجھے معاف فرما۔ امت کا ہر انسان عمر سے زیادہ علم رکھنے والا ہے، پھر واپس آئے منبر پر بیٹھے اور فرمایا: اے لوگو! میں تمہیں عورتوں کے حق مہر کی رقم میں اضافے سے منع کرتا تھا کہ وہ چار سو 400 درہم سے زیادہ نہ ہو لیکن اب میں اپنی اس رائے سے رجوع کرتا ہوں اور جو جتنا چاہے عورت کا حق مہر مقرر کر سکتا ہے۔

(من حياة الخليفة عمر بن الخطاب، لعبد الرحمن أحمد البكري)

سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کی دِلی آرزو

سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے ایک دفعہ حاضرین سے فرمایا کہ آپ سب لوگ اپنی اپنی آرزو بیان کریں۔ کسی نے کہا: میری خواہش ہے کہ ساری دنیا مجھے سونے سے بھری ہوئی مل جائے اور میں اسے اللہ تعالیٰ کے راستے میں خرچ کر دوں اور لوگوں میں بطور خیرات بانٹ دوں۔ کسی نے کہا: میری تمنا ہے کہ یہ ساری زمین ہیرے جواہرات سے بھر جائے اور میں اسے اللہ تعالیٰ کے راستے میں اور لوگوں پر خرچ کر دوں۔ سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے دوبارہ فرمایا: اپنی اپنی آرزو بیان کرو۔ لوگوں نے کہا: اے امیر المؤمنین! آپ ہی کچھ بتائیے، ہماری سمجھ میں تو کچھ نہیں آ رہا۔ سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے فرمایا: میری دلی خواہش یہ ہے کہ یہ دنیا ابوعبیدہ بن جراح، معاذ بن جبل، سالم مولی ابی حذیفہ اور حذیفہ بن یمان جیسے افراد سے بھر جائے۔ پھر میں انہیں اللہ تعالیٰ کی فرماں برداری کے لیے استعمال کروں۔

(المستدرك للحاكم: 3/266 وصححه الذهبي)

زہد اور تقویٰ

سعید بن مسیب رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں کہ ایک دفعہ مال فے کا ایک اونٹ زخمی ہو گیا۔ سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے اسے ذبح کر دیا۔ اس کا کچھ گوشت ازواج مطہرات رضی اللہ عنہن کی خدمت میں ارسال فرما دیا۔ باقی گوشت پکوا لیا۔ اور مسلمانوں کی ایک جماعت کو کھانے کی دعوت دی۔ اس ضیافت میں عباس بن عبدالمطلب رضی اللہ عنہ بھی موجود تھے۔ انہوں نے کہا: امیر المؤمنین! کاش آپ روزانہ آج کی طرح گوشت پکوایا کریں، ہم سب مل کر کھائیں اور باہم بات چیت کیا کریں۔ سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے فرمایا: آئندہ میں ایسا نہیں کروں گا۔ میرے دونوں ساتھی رسول اللہ ﷺ اور جناب ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ اس دنیا سے چلے گئے۔ اُن کی ایک خاص سیرت تھی۔ وہ ایک معین راستے پر چلتے تھے۔ اگر میں اُن کی سیرت سے ہٹ کر چلوں گا تو اُن کا مقدس راستہ مجھ سے چھوٹ سکتا ہے۔

(الطبقات الكبرى، لابن سعد: 3/288)

ایک میت کے بارے میں گواہی

ابوالاسود کہتے ہیں: میں ایک دفعہ مدینہ طیبہ آیا۔ وہاں کوئی وبا پھیلی ہوئی تھی جس کے نتیجے میں لوگ کثرت سے مر رہے تھے۔ میں سیدنا عمر فاروق ؓ کے پاس بیٹھ گیا۔ اُن کے قریب سے ایک جنازہ گزرا۔ لوگوں نے مرنے والے کے لیے تعریفی کلمات کہے، سیدنا عمر فاروق ؓ نے فرمایا: اس پر (جنت) واجب ہوگئی، پھر ایک اور جنازہ گزرا۔ لوگوں نے اس میت کی بھی تعریف کی۔ سیدنا عمر فاروق ؓ نے فرمایا: اس پر (جنت) واجب ہوگئی۔ تیسرا جنازہ گزرا تو اس مرنے والے کے بارے میں برے کلمات کہے گئے۔ سیدنا عمر فاروق ؓ نے فرمایا اس پر (بُرا ٹھکانا) واجب ہوا۔ میں نے عرض کی: امیر المؤمنین! واجب ہونے سے کیا مطلب؟ سیدنا عمر فاروق ؓ نے فرمایا: میں نے وہی الفاظ کہے ہیں جو رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمائے تھے:

أَيُّمَا مُسْلِمٍ شَهِدَ لَه أَرْبَعَةٌ بِخَيْرٍ أَدْخَلَهُ اللّٰهُ الْجَنَّةَ

''کوئی بھی مسلمان جس کے لیے چار آدمی اچھائی اور بھلائی کی گواہی دے دیں تو اللہ تعالیٰ اسے جنت میں داخل فرما دیتا ہے''۔

ہم نے عرض کیا: اگر تین گواہی دیں؟ آپ ﷺ نے فرمایا تھا: وَثَلَاثَةٌ ''اگر تین بھی گواہی دیں تب بھی جنت واجب ہوگی''۔ ہم نے عرض کیا: اگر دو ہوں؟ تو آپ ﷺ نے فرمایا تھا: وَاثْنَانِ۔ ''چاہے دو ہوں''۔ پھر ہم نے ایک آدمی کی گواہی کے بارے میں سوال ہی نہ کیا۔

(صحیح البخاري، حدیث:2643، وأحمد:22/1)

سیدنا عمر ؓ کا رعب و دبدبہ

لوگوں کے دلوں پر سیدنا عمر فاروق ؓ کا بڑا رعب اور دبدبہ طاری رہتا تھا جو انہیں ہر قسم کی سرکشی سے محفوظ رکھتا اور انتشار سے بچاتا تھا۔ اس کی سب سے بڑی دلیل خالد بن ولید ؓ کی معزولی تھی۔ عین اس وقت جبکہ وہ اپنی شہرت کے عروج پر تھے۔ انہیں ہر لڑائی میں فتح حاصل کرنے کے تجربات حاصل ہو چکے تھے۔ لوگ اُنہیں عظیم قائد سمجھتے تھے اور انتہائی پسندیدگی کی نگاہ سے دیکھتے تھے، حتی کہ نوبت یہ ہوگئی لوگ جنگ میں کامیابی کے لیے ان کی قیادت کو ضروری خیال کرنے لگے۔ انہوں نے سیدنا عمر فاروق ؓ کا حکم پاتے ہی سرِ تسلیم خم کر دیا، حالانکہ یہ بڑا نازک وقت تھا اور اس وقت لوگوں کو منصب سالاری پر خالد بن ولید ؓ کی اشد ضرورت تھی۔ خالد بن ولید ؓ کو سیدنا عمر فاروق ؓ کی طرف سے معزولی کا حکم نامہ عین اُس وقت موصول ہوا جب مجاہدین اسلام جنگ یرموک کے لیے رُومیوں کے سامنے صف آرا ہو رہے تھے۔ اس موقع پر ابو عبیدہ بن جراح ؓ نئے سپہ سالار مقرر کیے گئے۔ حکم نامہ پاتے ہی خالد بن ولید ؓ نے فرمایا: امیر المؤمنین ؓ کا حکم نامہ سر آنکھوں پر! اس وقت جب ایک فوجی نے توجہ دلائی کہ اس معزولی سے فتنہ بھی کھڑا ہو سکتا ہے۔ یہ سن کر خالد ؓ نے فرمایا: جب تک سیدنا عمر فاروق ؓ زندہ ہیں کوئی فتنہ سر نہیں اُٹھا سکتا۔

(الشیخان أبو بکر وعمر، من روایة البلاذري: 219)

تراشے

عمرو بن مُرّہ فرماتے ہیں کہ ایک آدمی سیدنا عمر فاروق ؓ سے ملا اور کہنے لگا: آپ ہمارے لیے نرم ہو جائیے۔ آپ نے تو ہمارے دل اپنے رعب سے لبریز کر دیے ہیں۔ سیدنا عمر فاروق ؓ نے پوچھا: کیا اس چیز میں کوئی ظلم ہے؟ اس نے کہا: نہیں! سیدنا عمر فاروق ؓ نے فرمایا: اللہ تمہارے دلوں میں میرا رعب اور زیادہ کر دے۔ (مناقب عمر، لابن الحوزي: 135)

اولاد رسول ﷺ کی تکریم

سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے پاس جب فتوحات کا سامان آیا اور انہوں نے اسے تقسیم کرنے کا ارادہ فرمایا تو اصحاب رسول ﷺ سے مشورہ طلب کیا۔ سیدنا عبدالرحمٰن بن عوف نے عرض کیا: اِبْدَأْ بِنَفْسِكَ۔ ''تقسیم کا کام اپنی ذات سے شروع فرمائیے''۔ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: نہیں۔ اللہ کی قسم! بِالْأَقْرَبِ مِنْ رَسُولِ اللّٰهِ۔ ''میں تو رسول اللہ ﷺ کے رشتہ داروں سے شروع کروں گا''۔ وَمِنْ بَنِي هَاشِمٍ۔ ''ان کے بعد رسول اللہ ﷺ کے قبیلہ بنو ہاشم کو دوں گا''۔

چنانچہ انہوں نے سب سے پہلے سیدنا عباس رضی اللہ عنہ، پھر سیدنا علی رضی اللہ عنہ کو عطا فرمایا۔ اس کے بعد مسلسل پانچ قبائل کے حصے مقرر کیے...... تب کہیں جا کر بنو عدی بن کعب کی باری آئی۔ انہوں نے بنو ہاشم میں سے بدری صحابہ کو، پھر بنو امیہ بن عبد شمس سے بدری صحابہ کو اولیت دی ...... پھر رسول اللہ ﷺ سے قرب کی بنیاد پر عطیات تقسیم فرمائے۔

وَفَرَضَ لِلْحَسَنِ وَالْحُسَيْنِ لِمَكَانِهِمَا مِنْ رَسُولِ اللّٰهِ ﷺ

''سیدنا حسن وسیدنا حسین رضی اللہ عنہما کو خاص طور پر ان کے رسول اللہ ﷺ سے تعلق کی مناسبت سے عطیات مرحمت فرمائے''۔

(المرتضى لأبي الحسن الندوي: 119)

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ میں سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ سے ایک آیت کے بارے میں کچھ پوچھنا چاہتا تھا۔ اس مقصد کے لیے میں نے ایک سال تک انتظار کیا۔ میں صرف ان کی ہیبت کے باعث اس آیت کے بارے میں سوال نہ کر سکا۔

(صحيح مسلم، حديث: 1479)

بیٹے کا احتساب

سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں ایران میں فارسیوں کے خلاف جہاد کے لیے گیا ہوا تھا۔ معرکہ جلولا میں اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو فتح دی۔ مال غنیمت میں بے شمار سامان مسلمانوں کے ہاتھ لگا۔ میں نے اس میں سے کچھ سامان چالیس ہزار درہم میں خرید لیا اور اسے اپنے ہمراہ لے کر مدینہ طیبہ پہنچ گیا۔ جب اپنے والد گرامی سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ کی خدمت میں پہنچا...... انہوں نے اس سامان کو یقیناً دیکھ لیا تھا۔ مجھ سے فرمانے لگے:

بیٹے! تمہاری کیا رائے ہے اگر کل قیامت کے روز مجھے آگ میں پھینکا جانے لگے اور تمہیں کہا جائے کہ فدیہ دے کر اپنے باپ کو بچا لو۔ تو تم کیا کرو گے؟ میں نے عرض کیا: ابا جان کیوں نہیں میں آپ کو ہر تکلیف دہ چیز سے بچانے کے لیے جتنا بھی فدیہ دے سکا، دے کر آپ کو بچا لوں گا۔

ارشاد فرمایا: سنو میرے بیٹے! میں گویا تصور کی آنکھ سے دیکھ رہا ہوں کہ تم غنیمت کا یہ مال خرید رہے ہو۔ اور لوگ کہہ رہے ہیں کہ عبداللہ رسول اللہ ﷺ کا صحابی ہے، یہ امیر المؤمنین کا بیٹا ہونے کے ساتھ ساتھ لوگوں میں بہت محبوب بھی ہے ...... بلاشبہ یہ ساری صفات تمہارے اندر پائی جاتی ہیں...... پھر لوگوں نے کہا ہوگا: اس سے زیادہ قیمت نہ لو اور اسے مطلوبہ سامان سستے داموں دے دو۔

بیٹے! میں ایک ذمہ دار آدمی ہوں، لوگوں میں مال تقسیم کرتا ہوں۔ میں تمہیں کسی بھی قریشی تاجر سے زیادہ منافع دوں گا۔ ایک درہم کا منافع ایک درہم ہوگا۔ گویا 100 % منافع دیتا ہوں۔ پھر سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے مدینہ طیبہ کے بڑے بڑے تاجروں کو بلوایا اور وہ سارا مال چار لاکھ درہم میں بیچ دیا۔ اس میں سے مجھے اسی ہزار درہم دیے اور باقی رقم سیدنا سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ کے پاس ارسال فرمائی اور انہیں حکم دیا کہ اسے تقسیم کر دو۔

(تاريخ الإسلام للذهبي عهد الخلفاء الراشدين: ص 271، 272)

عسکری قوانین کی ابتدا

سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے کئی موقعوں پر لشکر روانہ کرتے وقت اُنہیں بیش قیمت نصیحتیں ارشاد فرمائیں۔ ان نصیحتوں کو اگر عسکری قوانین کی ابتدائی صورت کہا جائے تو بے جا نہ ہوگا۔ ایسے ہی ایک موقع پر جب آپ نے عراق میں جاری جنگ کے دوران لشکر کی مدد کے لیے مزید کمک بھیجی تو اس پر ابو عبید بن مسعود ثقفی کو امیر مقرر کیا اور انہیں بتایا کہ ڈیفنس کمیٹی، جو اس کے ساتھ ہے، سے کس طرح مشاورت کرنی ہے، پیش قدمی کے موقع پر کیسے پیش قدمی کرنی ہے اور توقف کے موقع پر کیسے پیچھے ہٹنا ہے۔ درج ذیل الفاظ میں یہ ساری باتیں بڑے خوبصورت انداز میں بیان فرمائیں:

''اصحاب رسول ﷺ کی بات اور مشورہ توجہ سے سننا اور انہیں مشاورت میں ضرور شریک رکھنا۔ اجتہاد کرنے میں جلد بازی کی بجائے ٹھہراؤ سے کام لینا۔ جنگ میں وہی شخص کامیاب ہوتا ہے جس کی طبیعت میں ٹھہراؤ ہو اور وہ موقع شناس ہو۔

میں نے سلیط بن قیس کو اس کی جلد بازی کی وجہ سے امیر مقرر نہیں کیا کیونکہ وہ بہت جلد جنگ میں کود جاتا ہے اور جنگ کی طرف جلدی نقصان دہ ہے الا یہ کہ معاملہ بالکل واضح ہو۔

پھر احتیاط کے طور پر مزید کہا:

''تم مکر وفریب، دھوکا دہی، خیانت اور غرور وتکبر والی سرزمین میں جا رہے ہو۔ تم ایسی قوم کا سامنا کرنے والے ہو جو شر وفساد میں بڑے دلیر ہو چکے ہیں بلکہ شر ان کے رگ وریشہ میں سرایت کر چکا ہے اور خیر کو انہوں نے اس طرح بھلا دیا ہے، جیسے کبھی اس سے آشنا ہی نہ تھے، لہٰذا محتاط ہو کر رہنا۔ اپنی زبان کی حفاظت کرنا اور اپنے راز کی بات کسی سے نہ کرنا۔ کیونکہ جسے تم اپنا راز داں بنا لیتے ہو، پھر اس کے مزاج کے خلاف کوئی بات نہیں کہی جا سکتی بصورت دیگر وہ تمہارا راز فاش کر دیتا ہے۔

(البداية والنهاية:26/7،اتمام الوفاء فی سیرۃ الخلفاء ص :65)

آخرت کے لیے فکرمندی

عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں: سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ کی عادت تھی کہ ہر نماز کے بعد کچھ دیر لوگوں کے پاس بیٹھتے تھے۔ کسی کی کوئی ضرورت ہوتی تو اس پر غور کرتے تھے، مگر ایک دن ایسا ہوا کہ ایک سے زیادہ نمازیں پڑھ چکے لیکن عادت کے خلاف کسی بھی نماز کے بعد نہ بیٹھے۔ میں سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے دروازے پر پہنچا۔ میں نے ان کے ملازم یرفأ سے پوچھا: یرفأ ! کیا امیر المؤمنین بیمار ہیں؟ اس نے جواب دیا: نہیں! اسی دوران سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ بھی امیر المؤمنین سے ملاقات کے لیے تشریف لے آئے۔ یرفأ نے ہمارے لیے اجازت حاصل کی۔ ہم دونوں کو اندر بلا لیا گیا۔ جب ہم سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ کی خدمت میں پہنچے تو دیکھا کہ ان کے سامنے مال وزر کا ڈھیر لگا ہوا ہے۔

سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

میں نے سب اہل مدینہ کے بارے میں غور وفکر کیا ہے۔ لیکن تم دونوں سے بڑا کسی کا خاندان اور عیال نہیں ہے۔ یہ مال لے جاؤ اور اسے اپنے لوگوں میں تقسیم کر دو۔ اگر بڑھ جائے تو واپس کر دینا۔

ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں: یہ سن کر میں گھٹنوں کے بل بیٹھ گیا اور عرض کیا: اگر مال بچ جائے تو وہ آپ ہمیں دے دیں۔ یہ سُن کر وہ بل کھا کر تلملائے اور فرمایا: ایسا اس وقت کہاں ہوتا تھا جب محمد ﷺ اور ان کے اصحاب گوشت کے باریک لمبے ٹکڑوں پر گزارا کرتے تھے؟ میں نے عرض کیا: اگر اللہ تعالیٰ اس وقت مسلمانوں کو فتوحات سے نوازتا تو رسول اللہ ﷺ آپ جیسا سلوک نہ کرتے۔

سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے پوچھا کہ پھر وہ کیا کرتے؟ میں نے عرض کیا: وہ ہمیں بھی کھلاتے اور خود بھی کھاتے۔ یہ سن کر سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ رو پڑے۔ ان کی ہچکی بندھ گئی اور پسلیاں ہلنے لگیں، پھر فرمایا:

لَوَدِدْتُ أَنِّي خَرَجْتُ مِنَ الْأَمْرِ كَفَافًا لَا عَلَيَّ وَلَا لِي

''میری طلب اور تڑپ تو یہ ہے کہ میں خلافت کے معاملات میں برابر سرابر ہی چھوٹ جاؤں۔ نہ کچھ مجھے ملے نہ کچھ مجھ پر بوجھ ہو''۔

(الشیخان، من روایة البلاذري:221)

شہروں میں سرکاری چراگاہیں

سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کے خادم اسلم بیان کرتے ہیں: ایک دفعہ سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے اپنے ایک غلام کو ایک سرکاری چراگاہ کا نگران مقرر کیا اور اسے کام سے متعلق ہدایات دیتے ہوئے فرمایا:

''مسلمانوں سے نرم رویہ اختیار کرنا اور مظلوم کی بددعا سے بچنا کیونکہ وہ اللہ تعالیٰ کے ہاں بہت جلد قبول ہوتی ہے۔ اونٹوں اور بکریوں والوں کو اس چراگاہ میں آنے سے نہ روکنا۔ عبدالرحمٰن بن عوف اور عثمان بن عفان کے جانوروں کو بھی اس سرکاری چراگاہ میں چرنے دینا کیونکہ اگر ان دونوں کے جانور ہلاک ہو گئے تو یہ لوگ کھیتی باڑی اور کھجور کے باغات کی طرف رجوع کریں گے اور لڑائی کے لیے نہیں نکل سکیں گے جب کہ ہمیں جہادی معرکوں میں ان جیسے بہادر لوگوں کی سخت ضرورت رہتی ہے۔ اونٹوں اور بکریوں کے ریوڑ بھوک کے باعث ہلاک ہو گئے تو ان کے مالکان اپنے بچوں سمیت میرے پاس آجائیں گے اور کہیں گے:

امیر المؤمنین! ہماری حاجت پوری فرمایئے! ایسی صورت میں کیا میں انہیں خالی ہاتھ واپس بھیج سکتا ہوں؟ آج ان چراگاہوں کے لیے پانی اور گھاس کی فراہمی حکومت کے لیے آسان ہے، لیکن جب ان کے جانور نہ رہیں گے اور یہ محتاج ہو جائیں گے تو پھر انہیں بیت المال سے سونا اور چاندی امداد کے طور پر دینا پڑے گا۔ اگر کسی کو کم امداد ملی تو یہ لوگ خیال کریں گے کہ میں ان پر ظلم کر رہا ہوں۔ قسم ہے اس ذات کی جس کے ہاتھ میں میری جان ہے میں ان چراگاہوں پر خرچ کر کے لوگوں کو جہاد کے لیے تیار کرتا ہوں۔ اگر ایسا نہ ہوتا تو میں ان کے شہروں کی قیمتی زمین کو کبھی چراگاہ کے طور پر استعمال نہ کرتا''۔

(تاریخ الإسلام للذهبي عهد الخلفاء الراشدين: ص 272)
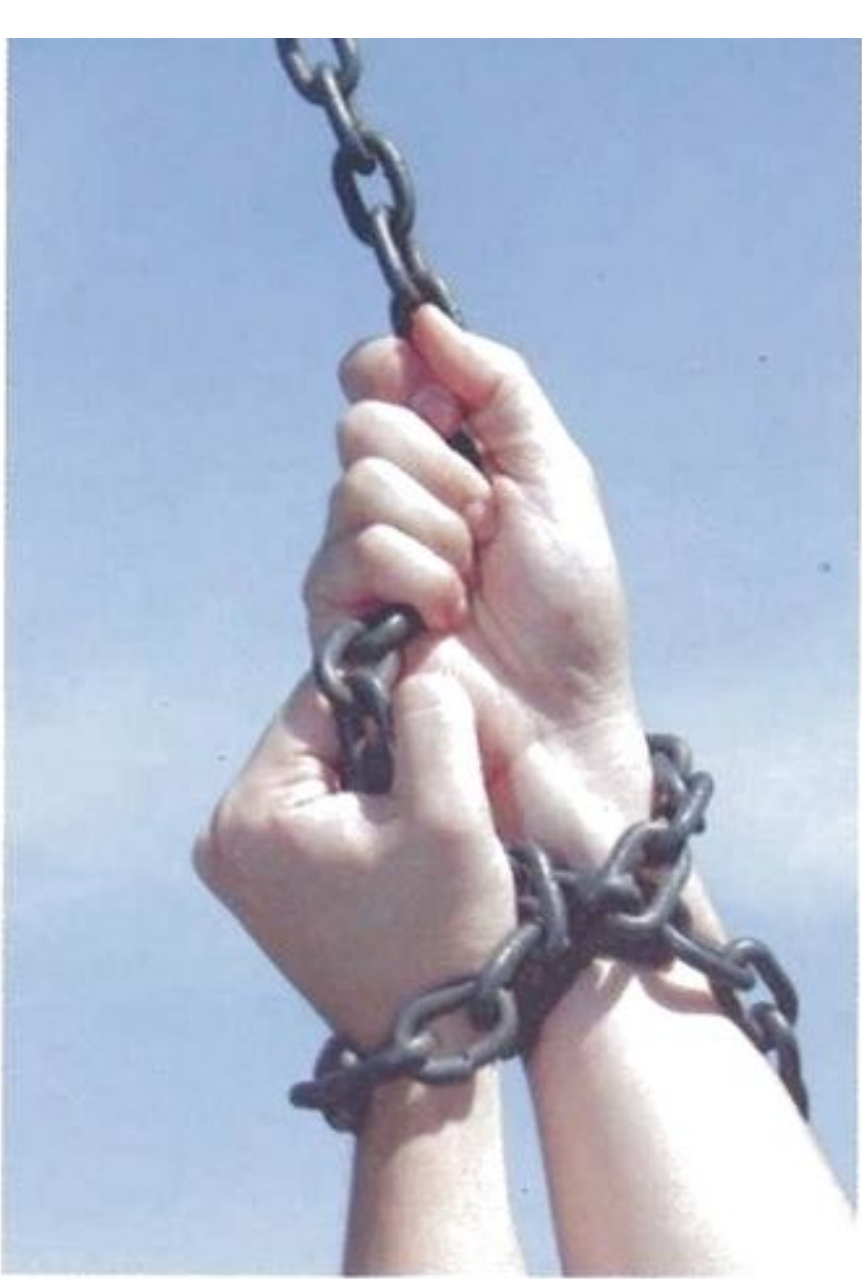
غلامی کے خاتمے کی کاوش

موسیٰ بن انس بن مالک کا بیان ہے: محمد بن سیرین کے والد سیرین نے سیدنا انس سے مکاتبت کا معاملہ کرنا چاہا۔ ان کے پاس بہت سا مال تھا لیکن انس رضی اللہ عنہ نے انکار فرما دیا۔ سیرین سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ کی خدمت میں حاضر ہوئے تو سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے انس رضی اللہ عنہ سے فرمایا: اس سے مکاتبت کر لو۔ انہوں نے پھر انکار کیا۔ سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے اُنہیں درہ سے ہنکارا اور یہ آیت پڑھی:

﴿وَالَّذِينَ يَبْتَغُونَ الْكِتَابَ مِمَّا مَلَكَتْ أَيْمَانُكُمْ فَكَاتِبُوهُمْ إِنْ عَلِمْتُمْ فِيهِمْ خَيْرًا﴾

''تمہارے غلاموں میں سے جو مکاتبت کرنا چاہیں، ان سے مکاتبت کر لیا کرو، اگر ان میں کچھ بھلائی معلوم کرو''۔ (النور: 33)

سیدنا عمر کی زبان سے فرمان الٰہی سنتے ہی سیدنا انس رضی اللہ عنہ نے سیرین سے مکاتبت کر لی اور ایک معین رقم کی ادائیگی کے بعد وہ آزاد ہو گئے۔ (محض الصواب: 975/3)

غور فرمایئے! کیسا عظیم واقعہ ہے اور اسلام میں غلامی کے خاتمے اور غلاموں کے حقوق کی کتنی شاندار مثال ہے۔ ہم دیکھتے ہیں ایک آزادی کا طلبگار غلام آزادی کا مطالبہ کرتا ہے۔ اس کا آقا اسے آزادی دینے سے انکار کر رہا ہے۔ معاملہ سربراہِ مملکت کے پاس پہنچتا ہے تو وہ آقا اور غلام میں کوئی امتیاز نہیں رکھتا۔ وہ اصل معاملے پر غور کرتا ہے۔ غلام کو حق بجانب پا کر اسی کے حق میں دلیل دیتا ہے اور آقا کو قائل کرتا ہے کہ وہ اس غلام سے آزادی کا معاملہ کر لیں۔ کیا دنیا کی تاریخ بے لاگ عدل کی ایسی کوئی مثال پیش کر سکتی ہے؟

(محض الصواب في فضائل أمير المؤمنين عمر بن الخطاب: 975/3)

عیینہ بن حصن کی بے بسی

ایک دفعہ قبیلہ مضر کے سردار عیینہ بن حصن سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ سے ملاقات کے لیے آئے۔ وہاں مالک بن ابی زفر بھی بیٹھے تھے جو غریب مسلمانوں میں سے تھے۔ عیینہ مالک کو ناپسند کرتا تھا۔ اُنہیں دیکھ کر کہنے لگا: کمزور طاقتور اور نکما بلند ہو گیا! یہ سن کر مالک نے کہا: کیا تو اپنی خوشحالی کے سبب غرور کرتا ہے؟

سیدنا عمر رضی اللہ عنہ عیینہ کی یہ گفتگو سن کر ناراض ہوئے۔ فرمایا: عیینہ! خود کو اسلام میں عاجز اور حقیر بنالو، اللہ کی قسم! تم مالک کا مقابلہ نہیں کر سکتے۔ تمہیں یاد رکھنا چاہیے کہ تم ایک بار اسلام سے منحرف ہو چکے ہو اور تمہیں معافی دے کر تمہاری جان بخشی گئی تھی۔ میں تم سے اس وقت تک راضی نہ ہوں گا جب تک خود مالک ہی تمہاری سفارش نہ کریں۔ لوگوں نے سنا تو حیرت سے ایک دوسرے کا منہ تکنے لگے کہ کیا ایک سردار ایک معمولی شخص کی منت سماجت کرے گا، لیکن سیدنا عمر کا عزم مصمم دیکھ کر عیینہ اتنا بے بس ہو گیا کہ اسے کوئی سبیل نظر نہ آئی سوائے اس کے کہ وہ مالک ہی سے درخواست کرے کہ وہ براہ کرم سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ سے اس کی سفارش کر دیں۔

(تاريخ المدينة المنورة، لابن شبة النميري:690/2)

ابوسفیان رضی اللہ عنہ اور ان کا مکی گھر

سیدنا عمر رضی اللہ عنہ مکہ تشریف لائے۔ لوگ ان کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کیا: امیر المؤمنین! سیدنا ابو سفیان نے اپنا گھر اس طرح تعمیر کیا ہے کہ بارش وغیرہ کا پانی گزرنے کا راستہ بند کر دیا ہے، اس طرح ہمارے مکان منہدم ہو جائیں گے۔ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ اُسی وقت ابوسفیان رضی اللہ عنہ کے مکان پر پہنچے۔ انہوں نے بہت سے پتھر نصب کر رکھے تھے۔ سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے فرمایا: یہ پتھر ہٹاؤ۔ انہوں نے فوراً ہٹا دیا، پھر فرمایا: فلاں فلاں پتھر بھی ہٹا دو۔ انہوں نے پانچ یا چھ نصب شدہ پتھر ہٹا دیے۔ بعدازاں سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ بیت اللہ کی طرف متوجہ ہوئے اور فرمایا: اے اللہ! تیرا شکر ہے کہ تو نے عمر کو اتنی عزت بخشی کہ وہ مکہ شہر میں ابوسفیان کو حکم دیتا ہے اور ابوسفیان اس کا حکم مانتا ہے۔

(أخبار عمر: ص321)

شریک حیات کے انتخاب میں جذبات کا احترام

سیدنا عمر رضی اللہ عنہ رشتہ کے انتخاب میں لڑکی اور لڑکے کے جذبات کا احترام کرنے کے قائل تھے اور خوبصورتی پر یقین رکھتے تھے۔ وہ عورت کے اس حق کو بھی تسلیم کرتے تھے کہ لڑکے کی طرح اسے بھی یہ حق حاصل ہے کہ وہ خاوند کی خوبصورتی کو دیکھے۔ آپ والدین کو اس بات سے منع کرتے تھے کہ وہ بچیوں کو بدصورت لوگوں کے ساتھ نکاح پر مجبور کریں اور فرماتے: ''جس طرح تم خوبصورت بیوی کے خواہش مند ہوتے ہو، اسی طرح بچیاں بھی پسند کرتی ہیں کہ ان کا شریک حیات خوبصورت ہو''۔

ایک عورت اپنے خاوند کو لے کر سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کے پاس آئی جس کے بال پراگندہ تھے۔ وہ اس سے خلع کا مطالبہ کر رہی تھی۔ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے حکم دیا کہ اس کے شوہر کو حمام میں نہلاؤ، اس کے ناخن تراشو اور بال بھی کاٹ دو۔ اس نئی ہیئت میں شوہر کو جب بیوی نے دیکھا تو وہ اپنے مطالبے سے دستبردار ہو گئی۔ سیدنا عمر فاروق نے اس موقع پر شخص مذکور سے اور دیگر حاضرین سے فرمایا: ''ان بیویوں کے لیے اسی طرح بن ٹھن کے رہا کرو، اللہ کی قسم یہ بھی چاہتی ہیں کہ تم ان کے لیے خوبصورت بن کر رہو جس طرح تم چاہتے ہو کہ یہ زیب و زینت اختیار کریں''۔

(عبقرية عمر، ص: 188)

تراشے

سیدنا عمر رضی اللہ عنہ زبیر بن عوام رضی اللہ عنہ کے اس مذبح (سلاٹر ہاؤس) میں آتے جو مدینہ کا اکلوتا مذبح تھا۔ سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے ہاتھ میں ایک علامتی دُرّہ ہوتا تھا۔ وہ کسی آدمی کو مسلسل دو دن گوشت خریدتے دیکھتے تو اسے دُرّے سے ڈراتے اور فرماتے: تم مسلسل دوسرے روز گوشت خرید رہے ہو اس طرح دوسرے مسلمانوں کی حق تلفی ہوتی ہے۔ آج کسی اور کو خریدنے دو اور تم صبر کر لو''۔

(الدور السياسي للصفوة: ص231)

اپنی صحت کا خیال نہ رکھنے پر تنقید

سیدنا عمر رضی اللہ عنہ عوام کی صحت کا خاص خیال رکھتے تھے۔ وہ انہیں موٹاپے کے خطرناک نتائج سے آگاہ فرماتے اور انہیں اپنا وزن کم رکھنے کی رغبت دلاتے تاکہ وہ اپنا کام طاقت اور ہمت سے انجام دے سکیں اور اپنی ڈیوٹی بہتر طریقے سے پوری کر سکیں۔ وہ فرمایا کرتے تھے:

''اے لوگو! زیادہ پیٹ بھر کے نہ کھایا کرو کیونکہ اس سے نماز میں سستی اور جسم میں فساد اور طرح طرح کی بیماریاں پیدا ہوتی ہیں۔ حتی کہ اللہ تعالیٰ موٹے عالم کو بھی پسند نہیں فرماتا۔ تم اپنی خوراک میں میانہ روی اختیار کرو اس سے فضول خرچی بھی نہ ہوگی، صلاحیتیں بھی برقرار رہیں گی اور اللہ عزوجل کی بندگی ہمت و طاقت سے بجالائی جا سکے گی۔ کوئی بندہ اس وقت تک ہلاکت کا شکار نہیں ہوتا جب تک اس کی خواہشات اس کے دین پر غالب نہ آجائیں''۔ (الخليفة الفاروق: 124)

علامہ ابن جوزی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے ایک دفعہ موٹے پیٹ والا ایک آدمی دیکھا تو اس سے فرمایا: یہ کیا ہے؟ اس نے کہا: یہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے برکت ہے۔ سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے فرمایا: تمہیں غلط فہمی ہوئی میرے عزیز! یہ تو اللہ تعالیٰ کا عذاب ہے۔
(مناقب عمر: 200)

وہ لوگوں کی صحت کا انتہائی توجہ سے اہتمام فرماتے تھے۔ جو آدمی کسی متعدی اور موذی مرض کا شکار ہوتا تو مرض پھیلنے کے ڈر سے اس کی نقل و حرکت پر پابندی لگا دیتے، اسے لوگوں کے ساتھ میل جول سے منع فرما دیتے اور اسے اپنے گھر ہی پر رہنے کا حکم دیتے تھے۔ جب وہ شفایابی کے قریب ہو جاتا تو اس کی نقل و حرکت سے پابندی اٹھا لیتے تھے۔

بچوں کی تربیت

سیدنا عمر رضی اللہ عنہ لوگوں کو جسمانی ورزشوں، گھڑ سواری اور دوڑ کے مقابلوں میں شرکت کی رغبت دلاتے رہتے تھے۔ فرمایا کرتے تھے: ''اپنے بچوں کو تیراکی اور تیر اندازی سکھاؤ۔ انہیں حکم دو کہ وہ اُچھل کر گھوڑے پر سوار ہونے کی مشق کریں۔ مزید برآں انہیں اچھے اچھے اشعار بھی یاد کراؤ''۔
(الخليفة الفاروق: ص 125)

سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے کوڑھ کی بیماری میں مبتلا ایک عورت کو لوگوں کے ساتھ بیت اللہ کا طواف کرتے دیکھا تو اُسے فرمایا: اللہ کی بندی! تیرے لیے بہتر تھا کہ لوگوں کو اذیت دینے کی بجائے گھر پر ہی بیٹھی رہتی۔ اس نے ایسا ہی کیا اور واپس چلی گئی۔ کچھ عرصے کے بعد اس خاتون کے پاس ایک آدمی آیا۔ اس نے کہا جس شخص نے تجھے بیت اللہ کا طواف کرنے سے منع کیا تھا وہ تو فوت ہو چکا ہے؛ اس لیے اب تم طواف کے لیے جا سکتی ہو۔ اس نے جواب دیا: اللہ کی قسم! میں نہیں چاہتی کہ میں سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ کی زندگی میں تو اُن کی اطاعت کروں اور جب وہ چل بسیں تو نافرمانی کرنے لگوں۔
(الخليفة الفاروق: 124)

بچوں پر شفقت

سیدنا عمر فاروق بچوں سے بھی شدید محبت کرتے تھے۔ عام طور پر یہ سمجھا جاتا ہے کہ بڑے لوگ بچوں کے ساتھ محبت اور پیار نہیں کرتے، مگر جب ہم ان کی سیرت کو پڑھتے ہیں تو معلوم ہوتا ہے کہ وہ بچوں کے حقوق کا بھی خیال رکھنے والے تھے اس سلسلہ میں سیرت نگار سنان بن سلمہ ایک واقعہ بیان کرتے ہیں:

سنان اپنے بچپن کے زمانے میں ایک کھجور کے درخت کے نیچے سے کچی کھجوریں چُن رہے تھے۔ کئی اور بچے بھی ان کے ساتھ تھے۔ اچانک سیدنا عمر رضی اللہ عنہ اُدھر آ نکلے۔ آپ کو دیکھ کر سب بچے بھاگ نکلے، البتہ سنان اپنی جگہ کھڑے رہے۔ جب آپ اُن کے قریب ہوئے تو سنان جلدی سے کہنے لگے: امیر المؤمنین! یہ سب کھجوریں خود بخود گری ہیں۔ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: مجھے دکھاؤ، ابھی معلوم ہو جائے گا۔ آپ نے اُن کی جھولی میں پڑی کھجوریں دیکھ کر فرمایا: تم سچ کہتے ہو۔ البتہ اس بچے (سنان) نے اسی پر بس نہ کی، بلکہ آپ سے اپنے گھر تک بحفاظت پہنچانے کے سلسلے میں بھی تمنا کی، عرض کیا: امیر المؤمنین! یہ بھاگنے والے بچے اب آپ کو کہیں نظر نہیں آ رہے ہیں؟ لیکن اللہ کی قسم! اگر آپ چلے جائیں گے تو وہ مجھ پر حملہ کر کے سب کھجوریں چھین لیں گے۔ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ اس بچے کے ساتھ گئے اور گھر تک پہنچا کر آئے۔
(عبقرية عمر، ص:206)

ایک شرابی کو نصیحت

ایک دفعہ سیدنا عمر فاروق ؓ نے ایک شامی باشندے کو، جو بڑا طاقتور اور جنگجو رہ چکا تھا، غائب پایا تو اس کے بارے میں دریافت فرمایا: وہ شامی کہاں ہے؟ لوگوں نے عرض کیا: امیر المؤمنین! وہ تو پکا شرابی بن چکا ہے۔ سیدنا عمر فاروق ؓ نے اپنے کاتب کو بلایا اور یہ لکھنے کا حکم دیا:

''عمر بن خطاب کی طرف سے فلاں شخص کی طرف۔

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ،

تمام تعریفیں اللہ کے لیے ہیں جس کے سوا کوئی معبود نہیں،

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم، حم، اس کتاب کا نزول اللہ کی طرف سے ہے جو نہایت غالب، خوب جاننے والا ہے۔ گناہ بخشنے والا اور توبہ قبول کرنے والا ہے، سخت سزا (دینے) والا، بڑے فضل والا ہے، اس کے سوا کوئی سچا معبود نہیں، اسی کی طرف لوٹ کر جانا ہے''۔

سیدنا عمر ؓ نے اس خط کو مکمل کرایا اور اپنے ایلچی سے فرمایا: یہ خط اُسے اس وقت دینا جب وہ ہوش میں ہو۔ پھر سیدنا عمر فاروق ؓ نے تمام حاضرین سے فرمایا کہ اس کے لیے دعا کرو۔ جب اس شخص کے پاس حضرت عمر کا خط پہنچا تو وہ اسے پڑھنے لگا اور کہنے لگا: مجھ سے میرے رب نے وعدہ فرمایا ہے کہ وہ مجھے معاف فرمائے گا اور مجھے اپنی سزا سے ڈرایا ہے۔ وہ مسلسل یہی الفاظ دہراتا رہا، پھر رونے لگا۔ اس نے شراب نوشی سے توبہ کر لی اور اس کی توبہ خوب رہی۔

سیدنا عمر ؓ کو اس معاملے کی خبر پہنچی تو فرمایا: اگر تم کسی کو دیکھو کہ وہ سیدھے راستے سے بھٹک گیا ہے تو اس کے لیے اسی طرح دعا کرو اور اسے راہِ راست پر لانے کی کوشش کرو۔

وَلَا تَكُونُوا عَوْنًا لِلشَّيْطَانِ عَلَيْهِ. ''اس کے خلاف شیطان کے مددگار مت بنو''۔

(تفسير القرطبي: 15/256)

ایسی چال ترک کر دو!

ایک آدمی اپنے ہاتھ ڈھیلے چھوڑ کر تکبر کی چال چل رہا تھا۔ سیدنا عمر فاروق ؓ نے فرمایا: ''ایسی چال چھوڑ دو''۔ اس نے جواب دیا: میں ایسا کرنے سے قاصر ہوں۔ سیدنا عمر فاروق ؓ نے درّہ اس کی طرف بڑھایا۔ وہ پھر اسی طرح چلا۔ سیدنا عمر فاروق ؓ نے پھر درّہ اس کی طرف کیا تو اس نے یہ متکبرانہ چال چھوڑ دی۔

سیدنا عمر ؓ نے فرمایا: ''اگر میں ایسے ناروا کاموں میں کسی کو نہیں ماروں گا تو پھر کن کاموں میں ماروں گا''؟ وہ آدمی بعد ازاں ان کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کیا: اللہ تعالیٰ آپ کو جزائے خیر عطا فرمائے۔ مجھ پر ایک شیطان سوار تھا جسے اللہ نے آپ کے ذریعے سے بھگا دیا۔

(أخبار عمر: 175)

سیدنا عمر کی خود احتسابی

ایک دفعہ سیدنا عمر فاروق ؓ نے خطبہ ارشاد فرمایا: سامعین کرام! تم میں سے کوئی مجھ میں کوئی غلط کام دیکھے تو مجھے سیدھا کر دے۔ ایک آدمی کھڑا ہو گیا اور کہنے لگا: اللہ کی قسم! اگر ہم آپ میں کوئی غلط کام دیکھیں گے تو اسے تلوار سے سیدھا کر دیں گے۔ سیدنا عمر ؓ نے فرمایا:

الْحَمْدُ لِلَّهِ الَّذِي جَعَلَ فِي هَذِهِ الْأُمَّةِ مَنْ يُقَوِّمُ اعْوِجَاجَ عُمَرَ بِسَيْفِهِ

''تمام تعریفیں اللہ تعالیٰ کے لیے ہیں جس نے اس اُمت میں ایسا فرد بھی پیدا فرمایا جسے یہ جرأت حاصل ہے کہ وہ عمر کے غلط کام کو اپنی تلوار سے درست کر دے''۔

(أخبار عمر: ص 331، 332)

تراشے

سیدنا عمر بن خطاب کا لوگوں کے دلوں میں تو بہت رعب و دبدبہ تھا لیکن ان کی اپنی حالت یہ تھی کہ عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں: پھر حج کے دنوں میں میں نے آپ سے بعض امور کے بارے میں پوچھا اور اپنی حالت بیان کی تو سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ''ڈرو مت! جس چیز کے بارے میں تم سمجھتے ہو کہ میں اسے جانتا ہوں وہ مجھ سے پوچھو، میں تمہیں بتاؤں گا''۔ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ جب لوگوں کے دلوں میں اپنی ہیبت محسوس فرماتے تو کہتے:

اَللّٰهُمَّ! تَعْلَمُ أَنِّي مِنْكَ أَشَدُّ فَرَقًا مِنْهُمْ فِيَّ

''اے اللہ! تو خوب جانتا ہے کہ جس قدر لوگ مجھ سے ڈرتے ہیں، اس سے کہیں زیادہ میں تجھ سے ڈرتا ہوں''۔ (مناقب عمر، لابن الجوزي: 134)

سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے ایک فقیر کو مانگتے دیکھا۔ اس کی پشت پر کھانے سے بھرا ایک تھیلا لٹک رہا تھا۔ سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے وہ کھانا صدقے کے اونٹوں کے سامنے پھیلا دیا اور فرمایا: ''اب تم جس سے چاہو سوال کر سکتے ہو''۔ (مناقب أمير المؤمنين، لابن الجوزي: 101)

شفاء بنت عبداللہ رضی اللہ عنہا نے ایک دفعہ کچھ نوجوانوں کو دیکھا کہ بہت دھیمی چال چل رہے ہیں، اور کلام میں مسکینوں جیسا لہجہ اختیار کیے ہوئے ہیں۔ پوچھا: یہ کون لوگ ہیں؟ بتایا گیا کہ یہ پرہیزگار لوگ ہیں۔ شفاء نے یہ سن کر فرمایا:

''اللہ کی قسم! سیدنا عمر رضی اللہ عنہ جب کلام فرماتے تو بلند آواز سے کرتے تھے۔ چلتے تو جلدی چلتے، کسی کو مارتے تو زور سے مارتے، جبکہ وہ انتہائی پرہیزگار اور عبادت گزار انسان تھے''۔

(أخبار عمر: ص 190، والشيخان، من رواية البلاذري: 226)

حجر اسود

ایک پتھر ہے نقصان دے سکتا ہے نہ نفع!

عابس بن ربیعہ بیان کرتے ہیں کہ ایک مرتبہ سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ حجر اسود کے پاس آئے، اسے بوسہ دیا اور فرمایا:

إِنِّي أَعْلَمُ أَنَّكَ حَجَرٌ لَا تَضُرُّ وَلَا تَنْفَعُ، وَلَوْلَا أَنِّي رَأَيْتُ النَّبِيَّ ﷺ يُقَبِّلُكَ مَا قَبَّلْتُكَ

''بلاشبہ مجھے یقین ہے کہ تو محض ایک پتھر ہے، کسی کو نقصان دے سکتا ہے نہ نفع...... اگر میں نے نبی ﷺ کو تجھے بوسہ دیتے نہ دیکھا ہوتا تو تجھے کبھی بوسہ نہ دیتا''۔ (صحيح البخاري، حديث: 1597)

قارئین کرام! ذرا غور فرمائیں:

سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کا یہ قول رسول اللہ ﷺ کی ظاہری اور معنوی اتباع کا کتنا حسین نمونہ ہے۔ ابن حجر رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ امام طبری رحمہ اللہ نے فرمایا: سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے یہ الفاظ اس لیے ارشاد فرمائے کیونکہ لوگ زمانہ قریب میں بتوں کے پجاری رہ چکے تھے۔ وہ اس بات سے خائف ہوئے کہ کہیں جاہل لوگ یہ نہ سمجھ لیں کہ اس پتھر کو بوسہ دینا یا ہاتھ لگانا پتھروں کی تعظیم کی اسی طرح کی ایک قسم ہے جس طرح جاہلیت میں کی جاتی تھی۔ سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے اپنے ارشاد سے حجر اسود کے استلام کا مقصد واضح فرما دیا کہ دراصل یہ عمل رسول اللہ ﷺ کی اتباع کے زمرے میں آتا ہے۔ (فتح الباري: 3/590، 591)

بیٹے کا مال بیت المال میں جمع کرنے کا حکم

عہد فاروقی میں بیت المال کے انچارج معیقیب بیان کرتے ہیں: سیدنا عمر نے ایک مرتبہ دوپہر کے وقت مجھے بلا بھیجا۔ میں ان کی خدمت میں پہنچا۔ وہ اپنے بیٹے عاصم کو کسی بات پر ڈانٹ رہے تھے۔ مجھ سے فرمایا: تمہیں معلوم ہے اس نے کیا کیا؟ یہ عراق گیا اور عراق والوں کو خبر دی کہ وہ امیر المؤمنین کا بیٹا ہے۔ ان سے اپنے اخراجات کے سلسلے میں مدد طلب کی۔ انہوں نے اسے کچھ برتن، چاندی، کچھ سامان اور ایک آراستہ منقش تلوار دی ہے۔ عاصم نے عرض کیا: میں نے ہرگز ایسا نہیں کیا۔ میں تو صرف کچھ مسلمان لوگوں کے پاس گیا۔ انہوں نے مجھے یہ سب کچھ دے دیا۔ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ معیقیب سے مخاطب ہوئے۔ فرمایا: یہ سب چیزیں بیت المال میں جمع کرلو۔

اگر اس نے سوال نہیں کیا تو بھی حکمرانوں اور سرکاری عہدے داروں کو ملنے والے جملہ تحائف سرکاری ملکیت ہیں، اُن کی ذاتی ملکیت نہیں ہیں۔ سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ کا اس مسئلے میں دوٹوک موقف تھا کہ ایسے تحائف بیت المال میں جائیں گے، اسی لیے اُنہوں نے اپنی اہلیہ ام کلثوم کو دیئے گئے تحائف بھی بیت المال میں جمع کرا دیے تھے۔ امیر المؤمنین سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے محسوس کیا کہ ان کے بیٹے کو یہ مال صرف اس لیے ملا کہ وہ امیر المؤمنین کے بیٹے ہیں، چنانچہ وہ اس مال کو عاصم کے لیے جائز نہیں سمجھتے تھے۔ ان کا موقف یہ تھا کہ اس مال کے حصول میں ان کے بیٹے کی کوئی محنت شامل نہیں۔ اُن کا یہ عمل رسول اللہ ﷺ کے اُسوہ حسنہ کے عین مطابق تھا۔ رسول اللہ ﷺ نے ابن اللُّتبیہ ازدی کو عامل بنا کر بھیجا۔ وہ واپس آکر کہنے لگا: یہ مال تو آپ کا ہے اور یہ تحائف مجھے دیے گئے ہیں۔ نبی کریم ﷺ نے جب یہ صورت حال دیکھی تو منبر پر

تشریف فرما ہوئے اور اللہ کی حمد وثنا کے بعد فرمایا:

’’ہم کچھ لوگوں کو عامل بنا کر بھیجتے ہیں۔ وہ واپس آکر ہمیں یہ جواب دیتے ہیں کہ یہ آپ لوگوں کا مال ہے اور یہ مجھے تحائف کی صورت میں ملا ہے۔ وہ شخص اپنے والدین کے گھر میں بیٹھے پھر ہم دیکھتے ہیں اُسے کتنے تحائف ملتے ہیں‘‘۔

(عصر الخلافة الراشدة، للدكتور أكرم ضياء العمري: 236)

خلیفہ کے لیے متفقہ لقب

امیر المؤمنین کے لقب کے حوالے سے سیرت نگاروں نے لکھا ہے کہ ایک دفعہ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے عراق کے گورنر کو لکھا کہ میرے پاس دو ایسے عراقی نوجوان بھیج دو جو اچھی سوچ کے ساتھ ساتھ طاقتور بھی ہوں۔ میں ایسے نوجوانوں سے عراق اور اہل عراق کے بارے میں مکمل تفصیلات معلوم کرنا چاہتا ہوں۔ اس حکم کی تعمیل میں عراق کے گورنر نے لبید بن ربیعہ اور عدی بن حاتم کو روانہ کر دیا۔ وہ دونوں مدینہ آئے۔ انہوں نے اپنی سواریاں مسجد کے صحن میں بٹھائیں، پھر مسجد میں داخل ہوئے تو عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ کھڑے تھے۔ دونوں نے کہا: ہمارے لیے امیر المؤمنین سے ملاقات کا اجازت نامہ طلب فرمائیے۔

عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کی خدمت میں آئے اور کہا: امیر المؤمنین! آپ پر سلامتی ہو۔ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے دریافت فرمایا: عمرو بن عاص! تم نے مجھے اس لقب سے کیوں مخاطب کیا؟ عمرو رضی اللہ عنہ نے عرض کیا: جی! میں اس کی وجہ بتاتا ہوں۔ دراصل لبید بن ربیعہ اور عدی بن حاتم عراق سے آئے ہیں۔ انہوں نے مجھ سے کہا: ہمارے لیے امیر المؤمنین سے ملاقات کا اجازت نامہ طلب فرمائیے۔ میں نے ان سے کہا: اللہ کی قسم! تم نے سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کو بالکل درست اور مناسب لقب سے پکارا ہے۔ وہ امیر ہیں اور ہم مؤمنین ہیں وہی دن تھا جب سے آپ رضی اللہ عنہ کو امیر المؤمنین کہنے کا رواج پڑ گیا۔

(المستدرك للحاكم: 3/81-82، قال الذهبي: صحيح)

خلیفہ کے اخراجات کی حد

ربیع بن زیاد حارثی ایک دفعہ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کی خدمت میں حاضر ہوئے تو اُن کی خراب حالت دیکھ کر بولے :امیر المؤمنین! عمدہ کھانے، عمدہ سواری اور عمدہ لباس کے سب سے زیادہ مستحق آپ ہیں۔ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ اس وقت کھانا تناول فرما رہے تھے۔ کھانا بہت سادہ اور معمولی تھا۔ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے ربیع کی سرزنش کرتے ہوئے فرمایا: اللہ کی قسم! میرے خیال میں تو نے یہ بات صرف میرا قرب حاصل کرنے کے لیے کہی ہے، اللہ کی رضا جوئی کے لیے نہیں کہی۔ میں تو تجھے اچھا انسان سمجھتا تھا۔ کیا تم جانتے نہیں رعایا کے ساتھ میری مثال کیسی ہے؟ ربیع نے عرض کیا: آپ ہی فرمائیے کیسی ہے؟

ارشاد فرمایا: میری اور ان کی مثال ایسے مسافروں کی سی ہے جو سب اپنے اخراجات ایک آدمی کے حوالے کر دیں اور اسے کہہ دیں کہ آپ اس مشترکہ پیسے کو حسب ضرورت خرچ کرتے رہیں۔ ربیع! اب تم ہی بتاؤ، کیا ایسے کسی شخص کے لیے زیبا ہے کہ ان میں سے کچھ مال اپنے لیے مخصوص کر لے؟ ربیع نے کہا: نہیں، سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: بس میری اور سب مسلمانوں کی یہی مثال ہے۔

(محض الصواب: 383/1، والطبقات الکبری: 280، 281)

اسباب کو اختیار کرنا توکل کے منافی نہیں

معاویہ بن قرہ روایت کرتے ہیں کہ سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ کی ملاقات کچھ یمنی حضرات سے ہوئی، سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے دریافت فرمایا: تم کون لوگ ہو؟ انہوں نے جواب دیا: ہم متوکل لوگ ہیں، یعنی صرف اللہ تعالیٰ ہی پر بھروسہ کرنے والے ہیں۔ سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے فرمایا: تم تو زبردستی متوکل بن جانے والے لوگ ہو۔ سچے متوکل تو وہ لوگ ہوتے ہیں جو پہلے زمین میں دانہ کاشت کرتے ہیں، پھر فصل کے حصول کے لیے اللہ تعالیٰ پر بھروسہ کرتے ہیں۔

(أصحاب الرسول ﷺ: 164/1)

آثارِ انبیاء کو مساجد کا درجہ دینے کے نقصانات

عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ سے صحیح سند سے ثابت ہے کہ ایک سفر کے دوران میں انہوں نے کچھ لوگوں کو باری باری ایک جگہ نماز پڑھتے دیکھا۔ انہوں نے دریافت فرمایا: یہ لوگ یہاں کیوں نماز پڑھ رہے ہیں؟ لوگوں نے کہا: یہ وہ جگہ ہے جہاں اللہ کے رسول ﷺ نے نماز ادا کی تھی۔ یہ سن کر سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے فرمایا: تم سے پہلے لوگ اس وجہ سے ہلاک ہوئے تھے کہ انہوں نے اپنے انبیاء کے آثار کو مساجد کا درجہ دے دیا تھا، پھر فرمایا: جب نماز کا وقت ہو جائے تو یہاں نماز ادا کر لو ورنہ آگے چل دو۔

(مجموع الفتاوی لشیخ الإسلام ابن تیمیة: 235/10)

بیعت رضوان والے درخت کی کٹائی

ابن سعد رحمہ اللہ صحیح سند سے روایت کرتے ہیں کہ نافع بیان کرتے ہیں: سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کو اطلاع ملی کہ کچھ لوگ بیعت رضوان والے درخت کے پاس آتے ہیں اور وہاں نماز پڑھتے ہیں۔ سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے پہلے تو ایسے لوگوں کو ڈانٹ پلائی اور پھر اس درخت کو جڑ سے کٹوا دیا۔

(الطبقات الکبری لابن سعد: 100/2)

سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کا توحید کی حمایت وحفاظت کے سلسلے میں ایک عظیم کردار تھا۔ سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ فتنوں کی بُو سونگھ لیتے تھے۔ جہاں بھی فتنے پھوٹ پڑنے کا اندیشہ ہوتا تھا وہ فتنے کے تمام اسباب کا ابتدا ہی میں خاتمہ کر دیتے تھے۔ بیعت رضوان والے درخت کے پاس جا کر نماز پڑھنا ایک ایسا عمل تھا جو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے نہیں بلکہ بعد میں آنے والے کچھ افراد نے شروع کیا تھا۔ یہ ایک بدعت کا آغاز تھا۔ عین ممکن تھا کہ یہ نئی سوچ آگے چل کر مستقل شجر پرستی میں تبدیل ہو جاتی، اس لیے انہوں نے اس درخت ہی کا صفایا کر دیا۔

فتنوں کی بیخ کنی

عمرو بن میمون اپنے والد سے بیان فرماتے ہیں کہ سیدنا عمر فاروق ؓ کی خدمت میں ایک شخص آیا اور کہنے لگا: امیر المؤمنین! ہم نے جب مدائن فتح کیا تو وہاں ایک کتاب دیکھی۔ اس میں بڑی عجیب باتیں تحریر تھیں۔ سیدنا عمر فاروق ؓ نے فرمایا: کیا وہ اللہ کی کتاب تھی؟ اس نے کہا: نہیں! سیدنا عمر ؓ نے اپنا درہ منگوایا اور اسے مارنے لگے۔ ساتھ ساتھ آپ یہ آیات کریمہ پڑھتے جاتے تھے:

﴿الٓر تِلْكَ ءَايَـٰتُ ٱلْكِتَـٰبِ ٱلْمُبِينِ ﴿١﴾ إِنَّآ أَنزَلْنَـٰهُ قُرْءَٰنًا عَرَبِيًّا لَّعَلَّكُمْ تَعْقِلُونَ ﴿٢﴾ نَحْنُ نَقُصُّ عَلَيْكَ أَحْسَنَ ٱلْقَصَصِ بِمَآ أَوْحَيْنَآ إِلَيْكَ هَـٰذَا ٱلْقُرْءَانَ وَإِن كُنتَ مِن قَبْلِهِۦ لَمِنَ ٱلْغَـٰفِلِينَ﴾

مدائن العراقیة

''الرٰ، یہ واضح کتاب کی آیات ہیں، یقیناً ہم نے اسے عربی قرآن بنا کر نازل فرمایا ہے تاکہ تم سمجھ سکو، (اے نبی!) آپ کی طرف یہ قرآن وحی کر کے ہم آپ کو ایک بہترین داستان سناتے ہیں جبکہ یقیناً اس سے پہلے آپ بے خبروں میں سے تھے''۔ (یوسف:1-3)

پھر فرمایا: تم سے پہلے لوگ اسی وجہ سے ہلاک ہوئے کہ انہوں نے اللہ تعالیٰ کی کتابوں تورات اور انجیل کو چھوڑ کر اپنے علماء اور پادریوں کی کتابوں پر یقین کر لیا۔ اس طرح اللہ تعالیٰ کی کتابیں مٹ گئیں اور ان میں موجود علم ناپید ہو گیا۔

(مناقب عمر، لابن الجوزي: ص 23)
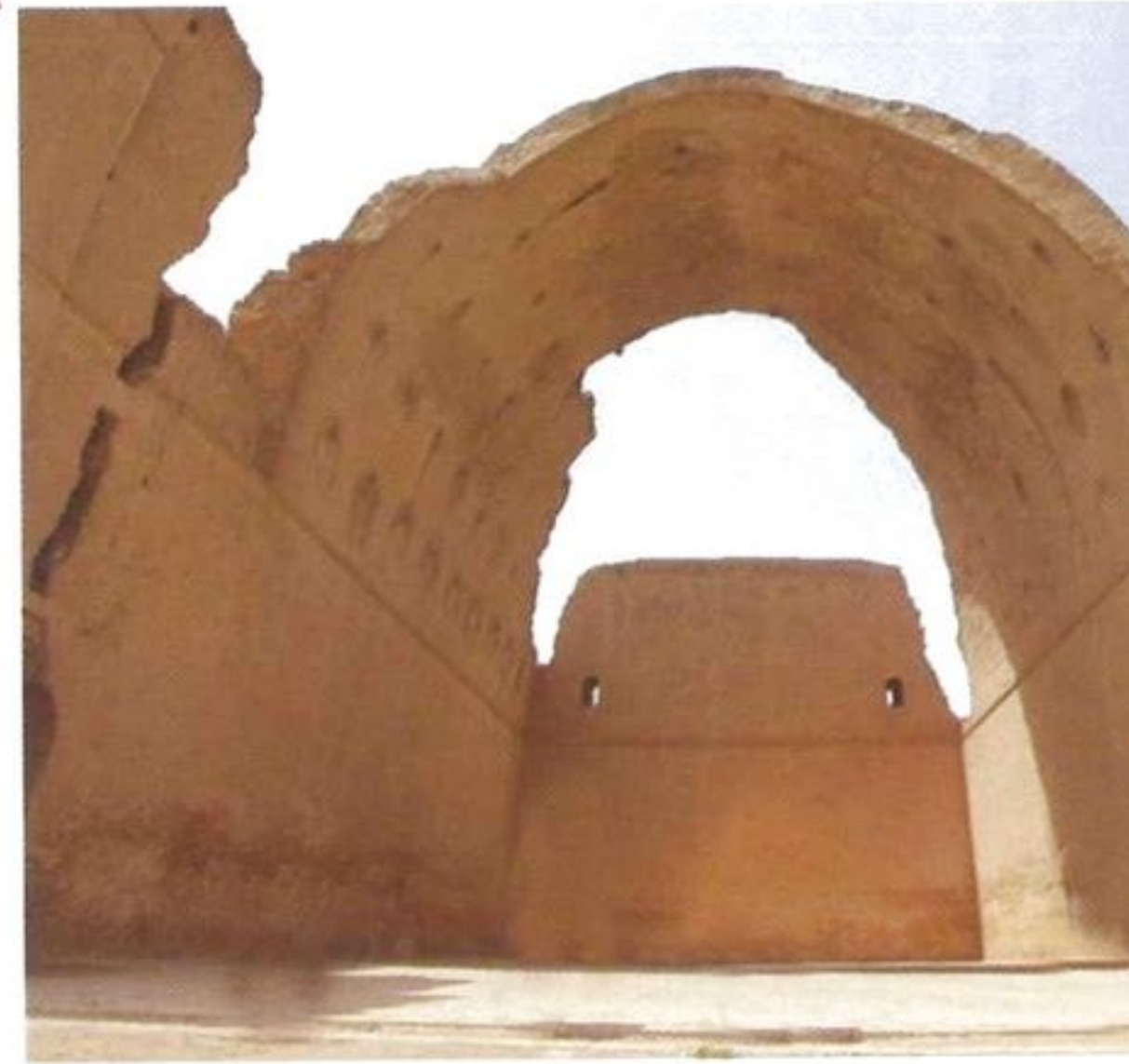
اللہ تعالیٰ ہر چیز پر قادر ہے

شام کے محاذ پر حضرت خالد بن ولید ؓ کی معزولی اُمت کے حق میں مصلحت عامہ کے سوا کچھ نہ تھی۔ فاروق اعظم ؓ لوگوں کی خالد ؓ کے ساتھ زبردست عقیدت وتعلق سے خائف ہو گئے۔ انہیں اندیشہ ہوا کہ کہیں لوگ یہ عقیدہ نہ رکھنے لگیں کہ اللہ کی مدد صرف خالد ؓ کے ساتھ جڑی ہوئی ہے۔ یہ تمام فتوحات خالد ؓ کی جنگی تجربہ کاری کا نتیجہ ہیں۔ اس طرح لوگ صرف خالد ؓ پر بھروسہ کر لیں گے۔ سیدنا عمر فاروق ؓ نے لوگوں کو یہ سکھلانے کی کوشش فرمائی کہ مددگار صرف اللہ تعالیٰ ہی کی ذاتِ عالی ہے۔ وہ جس کی چاہے مدد فرمائے۔ اللہ تعالیٰ ہی قادر مطلق ہے۔ جو جی چاہے کرے، لہٰذا انہوں نے خالد کی معزولی کا فیصلہ کر لیا اور اپنے مفصل حکم نامے میں اس کی وجہ بیان فرمائی، پھر یہ حکم تمام علاقوں کے گورنروں کی طرف روانہ کر دیا گیا تاکہ عقیدۂ توحید کی حفاظت ہو۔ سیدنا عمر فاروق ؓ نے اپنے حکم نامے میں لکھا: میں نے خالد ؓ کو کسی ناراضی یا خیانت کی وجہ سے معزول نہیں کیا، بس لوگ خالد ؓ کی وجہ سے فتنے میں مبتلا ہو رہے تھے۔ میں نے چاہا کہ انہیں بتا دوں کہ صرف اللہ ہی کی ذاتِ عالی ہے جو ہر کام بناتی ہے۔

(البداية والنهاية، للعلامة ابن كثير: 82/7)

تراشے

اسلم مولی عمر بیان کرتے ہیں: میں نے عمر بن خطاب ؓ کو فرماتے ہوئے سنا: آج کل بھی ہم دورانِ طواف رمل، یعنی تیزی سے چلتے ہیں، جبکہ اس کا سبب باقی نہیں رہا؟ اس کی واحد وجہ یہ ہے:

لَا نَدَعُ شَيْئًا كُنَّا نَفْعَلُهُ عَلَى عَهْدِ رَسُولِ اللّٰهِ

''ہم وہ عمل ترک نہیں کر سکتے جو ہم رسول اللہ ﷺ کے عہد مبارک میں کیا کرتے تھے''۔

(محض الصواب في فضائل أمير المؤمنين عمر بن الخطاب: 532/2)

نمازوں میں خشوع وخضوع

سیدنا عمر رضی اللہ عنہ انتہائی خشوع وخضوع سے نماز ادا کرتے تھے۔ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں: میں نے سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے پیچھے نماز ادا کی۔ اِن کے رونے کی آواز آرہی تھی جو تیسری صف میں بھی سنی جا سکتی تھی۔ ایک روایت میں ہے کہ انہوں نے نماز فجر میں قرآن کریم کے اس حصے کی تلاوت فرمائی:

﴿إِنَّمَآ أَشْكُوا۟ بَثِّى وَحُزْنِىٓ إِلَى ٱللَّهِ﴾

''میں تو اپنی بے قراری اور غم کی شکایت صرف اللہ کی جناب میں کرتا ہوں''۔ (یوسف: 86)

اس پر وہ اس قدر روئے کہ ان کی ہچکی بندھ گئی جو آخری صف میں بھی سنائی دے رہی تھی۔

(مجموع الفتاوی: 374/10)

وہ نماز میں بلاضرورت حرکت کرنے سے منع فرماتے تھے۔ ایک شخص کو دیکھا جو نماز میں مختلف حرکات کررہا تھا۔ آپ نے اس موقع پر وہی کلمات فرمائے جو ایسے ہی ایک شخص کو دیکھ کر نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمائے تھے: لَوْ خَشَعَ قَلْبُ هَذَا لَخَشَعَتْ جَوَارِحُهُ۔

''اگر اس کے دل میں خشوع ہوتا تو اس کا اثر اس کے اعضاء وجوارح پر بھی نظر آتا''۔

(مجموع الفتاوی: 154/18)

نمازوں کا اہتمام

سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کے پاس اگر کئی روز تک اسلامی لشکروں کی خبر نہ آتی تو قنوت نازلہ پڑھتے تھے اور مجاہدین کی کامیابی کے لئے اللہ تعالی کے سامنے آہ وزاری کرتے ہوئے دعائیں کرتے تھے۔ جب رومیوں سے معرکہ ہوا تو آپ نے فرض نمازوں میں قنوت نازلہ پڑھی۔

وہ خود بھی نماز کے بڑے پابند تھے اور دوسروں کو بھی اس کی خصوصی تاکید کرتے، نماز کے سنن وفرائض کا خصوصی اہتمام کرتے۔ لوگوں کو نماز ٹھیک سنت نبوی کے مطابق ادا کرنے کی تلقین فرماتے اور بدعت سے سختی کے ساتھ روکتے تھے۔ ایک دفعہ نماز مغرب میں تاخیر ہوگئی اور مشغولیت کے سبب دو ستارے طلوع ہوگئے تو انہوں نے اللہ کو راضی کرنے کے لیے دو غلام آزاد فرمائے۔ وہ کسی مؤثر عذر کے بغیر دو نمازیں اکٹھی پڑھنے کو گناہ کبیرہ قرار دیتے تھے اور نماز عصر کے بعد نفلی نماز سے منع فرماتے تھے۔ (مجموع الفتاوی: 91/21)

نماز جمعہ کا اہتمام

جو شخص نماز جمعہ میں دیر سے آتا تھا سیدنا عمر فاروق اس کی گوشمالی فرماتے تھے۔ سالم بن عبداللہ اپنے والد عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے بیان کرتے ہیں کہ ایک دفعہ عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ خطبہ دے رہے تھے۔ دوران خطبہ ایک مہاجر صحابی رسول ﷺ، جو سابقین اوّلین میں سے تھے، مسجد میں داخل ہوئے۔ سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے اُن سے اُسی وقت پوچھا: یہ کوئی آنے کا وقت ہے؟ انہوں نے عرض کیا: میں ایک کام میں انتہائی مشغول تھا اذان ہوگئی تو میں گھر بھی نہ جاسکا، صرف وضو کیا اور مسجد میں آگیا۔ اس پر سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے پوچھا: کیا صرف وضو ہی کیا ہے؟ حالانکہ تمہیں علم ہے کہ رسول اللہ ﷺ جمعہ کے دن غسل کا حکم دیتے تھے۔

(صحيح البخاري، حديث: 878)

اتباع نہ کہ اختراع

سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے ایک دفعہ برسر منبر ارشاد فرمایا: خبردار! احادیث کو نظر انداز کر کے اپنی رائے قائم کرنے والے سنتوں کے دشمن ہیں، یہ لوگ احادیث حفظ کرنے سے قاصر ہیں۔ اپنی رائے سے فتویٰ دیتے ہیں، پھر فرمایا:

(أَلَا وَإِنَّا نَقْتَدِي وَلَا نَبْتَدِي، وَنَتَّبِعُ وَلَا نَبْتَدِعُ، مَا نَضِلُّ مَا تَمَسَّكْنَا بِالْأَثَرِ)

”خبردار! ہم تو پیغمبر کی اقتدا کرنے والے ہیں۔ کوئی نیا دین وضع کرنے والے نہیں۔ ہم اتباع اختیار کرنے والے ہیں بدعت ایجاد کرنے والے نہیں۔ جب تک ہم نبی کریم کی سنت پر کاربند رہیں گے گمراہ نہ ہوں گے“۔ (محض الصواب في فضائل أمير المؤمنين عمر بن الخطاب: 531/2)

رسول اللہ ﷺ کا خواب

ایک موقع پر رسول اللہ ﷺ نے اپنا خواب بیان کرتے ہوئے فرمایا: ”میرے پاس ایک دودھ کا پیالہ لایا گیا۔ میں نے خوب جی بھر کر پیا۔ میں اتنا سیر ہو گیا کہ مجھے محسوس ہونے لگا کہ اس کی تراوٹ میرے ناخنوں سے باہر آ جائے گی۔ باقی دودھ میں نے عمر بن خطاب کو دے دیا“۔ صحابہ نے پوچھا: یا رسول اللہ!

آپ نے اس کی کیا تعبیر فرمائی۔ آپ ﷺ نے فرمایا: ”علم“۔ (صحيح البخاري، حديث: 82)

سبحان اللہ! جس شخص کے علم پر وحی الٰہی سے خبر پا کر اللہ کے رسول شہادت دیں اس کی قدر و منزلت کے کیا کہنے۔

مسجد رسول اللہ ﷺ کا احترام

سیدنا عمر رضی اللہ عنہ مساجد میں شور و غل سے منع فرماتے تھے۔ سائب بن یزید بیان کرتے ہیں: میں مسجد میں تھا کہ اچانک کسی شخص نے مجھے کنکری ماری۔ میں نے پلٹ کر دیکھا تو وہ سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ تھے۔ انہوں نے مجھے آہستہ سے کہا: جاؤ! ان دو آدمیوں کو میرے پاس لاؤ، پھر ان سے پوچھا: تم کہاں کے رہنے والے ہو؟ انہوں نے جواب دیا: ہم طائف کے رہنے والے ہیں۔ سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

لَوْ كُنْتُمَا مِنْ أَهْلِ الْبَلَدِ لَأَوْجَعْتُكُمَا، تَرْفَعَانِ أَصْوَاتَكُمَا فِي مَسْجِدِ رَسُولِ اللّٰهِ

”اگر تم مدینہ کے باشندے ہوتے تو میں تم دونوں کو سزا دیتا۔ تم رسول اللہ ﷺ کی مسجد میں آواز بلند کرتے ہو“! (صحيح البخاري، حديث: 470)

رسول اللہ ﷺ کے احکامات کا احترام

سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نبی ﷺ کے ارشادات کا انتہائی ادب کرتے تھے۔ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں، نبی ﷺ نے ارشاد فرمایا:

إِذَا اسْتَأْذَنَتِ امْرَأَةُ أَحَدِكُمْ إِلَى الْمَسْجِدِ فَلَا يَمْنَعْهَا

''جب تم میں سے کسی کی بیوی مسجد جانے کی اجازت طلب کرے تو وہ اسے نہ روکے''۔

سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کی بیوی مسجد میں نماز ادا کرتی تھیں۔ سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

(إِنَّكِ لَتَعْلَمِينَ مَا أُحِبُّ)۔

''تو جانتی ہے کہ میں کیا چاہتا ہوں''؟ بیوی نے عرض کیا:

(وَاللّٰهُ لَا أَنْتَهِي حَتَّى تَنْهَانِي)۔

''اللہ کی قسم! میں اس وقت تک مسجد جانے سے نہ رکوں گی جب تک آپ منع نہ کر دیں''۔

جب سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ کی شہادت کا واقعہ پیش آیا تو وہ اس وقت مسجد ہی میں تھیں۔

(صحيح البخاري، حديث: 5238، فتح الباري: 383/2)

یہ واقعہ سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ کی اُمور شریعت کی قدر دانی اور کتاب وسنت پر عمل پیرا ہونے کی درخشندہ مثال ہے۔ انہوں نے سنتِ رسول ﷺ کی خاطر اپنی چاہت کو مغلوب کر لیا۔

سیدنا عمر فاروق ایک رات نماز کے لیے کھڑے ہوئے تو کسی عوامی مسئلے کی وجہ سے بہت پریشان تھے۔ وہ سو سکے نہ نماز پڑھ سکے...... فرمایا: اللہ کی قسم! نہ میں سو سکتا ہوں، نہ نماز پڑھ سکتا ہوں۔ کوئی سورت پڑھتا ہوں تو یاد ہی نہیں رہتا کہ شروع میں ہوں یا سورت کے اختتام پر! پوچھا گیا: ایسا کیوں ہے؟ تو انہوں نے فرمایا: لوگوں کے غم کی وجہ سے!

(الفاروق عمر، للشرقاوي: ص 214)

عمر فاروق رضی اللہ عنہ کا احساس ذمہ داری

سیدنا عمر فاروق وہ پہلے شخص ہیں جنہوں نے رات کے وقت گشت کا اہتمام کیا۔ دار الخلافہ میں جب لوگ خواب غفلت میں پڑے ہوتے ایک شخصیت ایسی بھی تھی جو پوری طرح بیدار اور چوکس ہوتی۔ لوگوں کو پیٹ بھر کر کھانا فراہم کرنے کے لیے وہ اپنی بھوک کی پرواہ نہ کرتے۔ لوگوں کے راحت وآرام کے لیے انہوں نے اپنا آرام تیاگ دیا تھا۔ جب آسمان کی نیلگوں چھت ستاروں سے بھر جاتی 'لوگ محو استراحت ہوتے' سیدنا عمر کوڑا پکڑ کر باہر نکل جاتے۔ ہو سکتا ہے کوئی کمزور مل جائے جس کی وہ مدد کر سکیں' کوئی ضرورت مند مل جائے جس کی ضرورت پوری کر سکیں' کوئی مجرم مل جائے جسے ادب سکھا سکیں۔

(عبقرية عمر، لمحمود عباس العقاد)

حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: عمران بن حصین رضی اللہ عنہما نے بصرہ سے احرام باندھا اور سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے پاس پہنچے۔ سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے انہیں اس عمل سے روکا اور سخت الفاظ میں فرمایا تم نے یہ نہ سوچا کہ:

يَتَحَدَّثُ النَّاسُ أَنَّ رَجُلًا مِنْ أَصْحَابِ مُحَمَّدٍ أَحْرَمَ مِنْ مِصْرٍ مِنَ الْأَمْصَارِ

''لوگ کیا کہیں گے کہ نبی ﷺ کے ایک صحابی رضی اللہ عنہ نے (میقات کی بجائے) کسی شہر ہی سے احرام باندھ لیا''۔

مدینہ منورہ کے نزدیک واقع مسجد میقات

نماز تہجد کا اہتمام

سیدنا عمر رضی اللہ عنہ رات کے درمیانی حصے میں نماز ادا کرنے کے شائق تھے۔ وہ اپنی عادت کے مطابق نماز پڑھتے تھے۔ جب رات کا آخری حصہ ہو جاتا تو اہلِ خانہ کو بیدار فرماتے اور کہتے: نماز کے لیے جاگو! نماز کے لیے جاگو!! پھر یہ آیت تلاوت فرماتے:

﴿ وَأْمُرْ أَهْلَكَ بِالصَّلَوٰةِ وَاصْطَبِرْ عَلَيْهَا ۖ لَا نَسْـَٔلُكَ رِزْقًا ۖ نَّحْنُ نَرْزُقُكَ ۗ وَالْعَـٰقِبَةُ لِلتَّقْوَىٰ ﴾

''اور اپنے اہل و عیال کو نماز کا حکم دیجیے اور (خود بھی) اس پر قائم رہیے، ہم آپ سے رزق نہیں مانگتے، ہم ہی آپ کو رزق دیتے ہیں، اور (بہترین) انجام تو (اہل) تقویٰ کے لیے ہے''۔

(طٰہٰ: 132)

تہجد کی قضا

سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ ان شخصیات میں سے تھے جو تہجد کی نماز بڑی باقاعدگی سے ادا کرتے تھے۔ مگر بشری تقاضوں سے اگر کبھی تہجد کی نماز نہ پڑھ سکتے تو اس کی قضا دن کے وقت کر لیا کرتے تھے۔ سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ ہی سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ فرمان مروی ہے:

مَنْ نَامَ عَنْ حِزْبِهِ أَوْ عَنْ شَيْءٍ مِنْهُ، فَقَرَأَهُ فِيمَا بَيْنَ صَلَاةِ الْفَجْرِ وَ صَلَاةِ الظُّهْرِ، كُتِبَ لَهُ كَأَنَّمَا قَرَأَهُ مِنَ اللَّيْلِ

''جس شخص کا رات کا وظیفہ (نفلی نماز وغیرہ) یا اس کا کچھ حصہ رہ جائے، وہ اسے فجر اور ظہر کے درمیان مکمل کر لے تو اس کا اجر و ثواب اسی طرح اس کے نامہ اعمال میں لکھ دیا جاتا ہے جیسے اس نے وہ نفل نماز رات کو ہی ادا کی ہو''۔

(صحیح مسلم، حدیث: 747)

سیدنا عمر فاروق کی آرزوئیں

سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کے مزاج میں بے حد عاجزی اور فروتنی تھی۔ وہ اپنے پروردگار سے خوب دل لگا کر دعائیں مانگا کرتے تھے۔ ان کی دعا کے مشہور الفاظ یہ تھے:

اللّٰهُمَّ اجْعَلْ عَمَلِي كُلَّهُ صَالِحًا وَلِوَجْهِكَ خَالِصًا وَلَا تَجْعَلْ لِأَحَدٍ فِيهِ شَيْئًا

''اے اللہ! میرے سارے عمل نیک کر دے، اپنی رضا کے لیے خالص کر دے اور یہ ذرہ بھر بھی کسی غیر کے لیے نہ ہو''۔ مزید فرماتے:

اللّٰهُمَّ إِنْ كُنْتَ كَتَبْتَنِي شَقِيًّا فَامْحُنِي

وَاكْتُبْنِي سَعِيدًا، فَإِنَّكَ تَمْحُو مَا تَشَاءُ وَتُثْبِتُ

''اے اللہ! اگر تو نے مجھے اپنے ہاں بد بخت لکھ رکھا ہے تو اسے مٹا دے اور مجھے نیک بخت لکھ دے، تو چیز کو مٹانے اور برقرار رکھنے پر قادر ہے''۔

(مجموع الفتاوى: 8/118)

فرماتے تھے: مجھے دعا کی قبولیت سے زیادہ دعا کی شرائط کا فکر ہوتا ہے کیونکہ:

فَإِذَا أُلْهِمْتُ الدُّعَاءَ فَإِنَّ الْإِجَابَةَ مَعَهُ۔

''مجھے دعا کا طریقہ آ گیا تو اللہ تعالیٰ کی طرف سے قبولیت یقینی بات ہے''۔
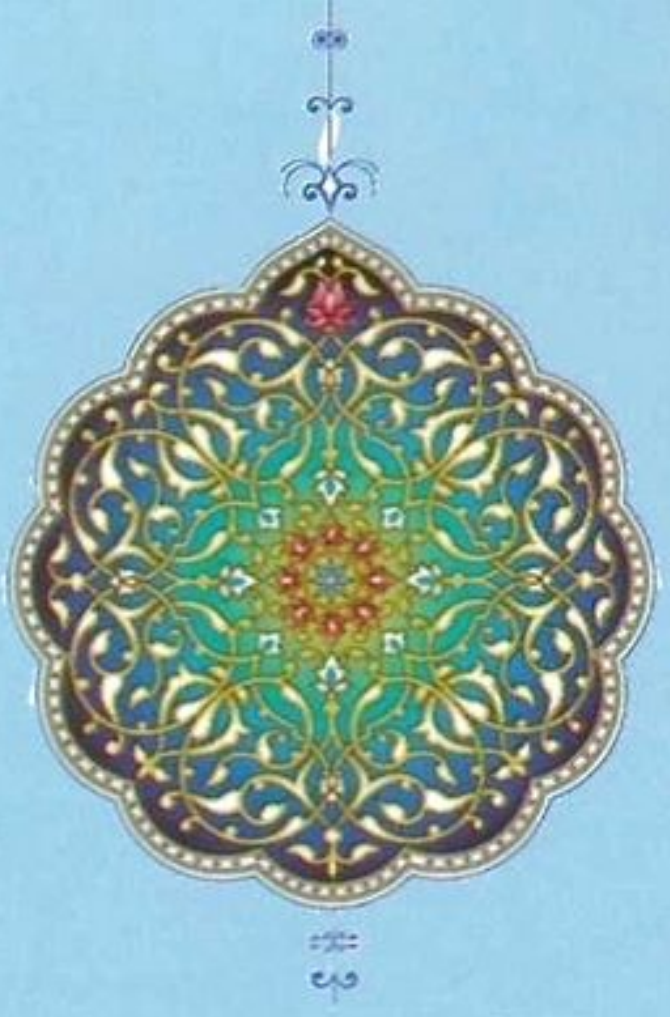
ملکہ روم کا سیدنا عمر ؓ کی بیوی ام کلثوم ؓ کو تحفہ

استاد خضری اپنے محاضرات میں ذکر فرماتے ہیں کہ رُومی بادشاہ نے حالات کی نزاکت کو بھانپتے ہوئے سیدنا عمر ؓ سے مصالحت کا ارادہ کر لیا۔ اُس نے سیدنا عمر فاروق ؓ کا قرب حاصل کرنے کے لیے اپنا ایلچی بھیجا۔ سیدنا عمر فاروق ؓ نے اُس کی پیش کش کا مثبت جواب دیتے ہوئے اُس ایلچی کے ساتھ اپنا سفیر روانہ کر دیا۔ ام کلثوم بنت علی ؓ نے ملکہ روم کے لیے خوشبو، مشروبات اور دیگر تحائف چپکے سے اُن کے ایلچی کے حوالے کر دیے۔ جب اس نے یہ چیزیں ملکہ روم تک پہنچائیں تو قیصر کی بیوی نے اپنی حاشیہ نشین عورتوں کو جمع کیا اور کہا:

> دیکھو یہ عرب کے بادشاہ کی بیوی نے تحفہ بھیجا ہے اور یہ ان کے نبی کی نواسی بھی ہے، پھر ملکہ روم نے ام کلثوم کو خط لکھا اور جواباً تحائف بھی ارسال کیے۔ اس میں ایک عمدہ قسم کا ہار بھی تھا۔

رومیوں کا ایلچی یہ تحائف لے کر جب سیدنا عمر ؓ کی خدمت میں پہنچا تو سیدنا عمر ؓ نے یہ سب تحفے اپنے پاس رکھ لیے اور فرمایا: نماز کے لیے اکٹھے ہو جاؤ۔ سب اکٹھے ہو گئے۔ سب کو دو رکعات پڑھائیں۔ بعد ازاں فرمایا: جس معاملے کا تعلق میرے ذاتی اور گھریلو امور سے ہو اور اسے

مشورہ کیے بغیر طے کر لیا جائے تو اس میں کوئی خیر نہیں ہو گی۔ مجھے مشورہ دو کہ یہ تحفہ جو ملکہ روم کی طرف سے آیا ہے اس کا کیا کیا جائے؟ کچھ لوگوں نے مشورہ دیا کہ یہ ام کلثوم ؓ کو اس تحفے کے بدلے میں دے دیا جائے جو انہوں نے ملکہ روم کو بھیجا تھا۔ چونکہ ملکہ روم ہماری رعایا میں سے نہیں ہے۔ نہ ہی اس نے یہ تحفہ آپ کی خدمت میں ارسال کیا ہے، اس لیے آپ اسے بیت المال میں جمع نہیں کرا سکتے۔ کچھ لوگوں نے کہا: ہم بھی کچھ کپڑے بھیجا کرتے تھے کہ اس کا بدلہ حاصل کر سکیں۔ یہ سن کر سیدنا عمر ؓ نے فرمایا:

> لیکن ایک طرف مسلمانوں کا سفیر اور دوسری طرف ان کا ایلچی تھا، مسلمانوں نے رومیوں کی ملکہ کی اس کے گھر جا کر عزت کی، لہٰذا جواب میں جو کچھ ملا یہ مسلمانوں ہی کا حق ہے، پھر انہوں نے ملکہ روم کے ارسال کردہ ہار کو بیت المال میں جمع کرا دیا اور ام کلثوم کو ان کے اخراجات کی مناسبت سے عطیہ مرحمت فرمایا۔

(الخلفاء الراشدون، للدکتور عبدالوهاب النجار: 245)

اٹلی میں واقع رومن سلطنت کے آثار کی ایک تصویر

باجماعت نمازِ تراویح

حرم مکی میں تراویح کا روح پرور منظر

سیدنا عمر رضی اللہ عنہ وہ اولین شخصیت ہیں جنہوں نے باجماعت نماز تراویح کا اہتمام فرمایا۔ انہوں نے باجماعت تراویح کا حکم تمام شہروں کے حکام کو ارسال فرمایا۔ اس کا سبب یہ تھا کہ ایک دفعہ وہ رمضان المبارک کی ایک رات گھر سے نکلے۔ مسجد کی طرف آئے۔ دیکھا کہ لوگ مختلف ٹولیوں کی شکل میں تراویح ادا کر رہے ہیں۔ کہیں کوئی اکیلا ہی نماز پڑھ رہا ہے تو کہیں ایک مختصر سا گروہ باجماعت تراویح ادا کر رہا ہے۔ سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے فرمایا: میری رائے یہ ہے کہ اگر میں ان سب نمازیوں کو ایک قاری کی اقتدا میں اکٹھا کر دوں تو یہ تراویح کا بہتر طریقہ ہوگا، پھر انہوں نے لوگوں کو ایک ہی امام ابی بن کعب رضی اللہ عنہ کی امامت پر یکجا کر دیا۔

عبدالرحمٰن بن عبدالقاری جو اس واقعے کے عینی شاہد ہیں، فرماتے ہیں: پھر میں دوسرے دن سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے ساتھ گھر سے نکلا تو دیکھا لوگ ابی بن کعب رضی اللہ عنہ کی اقتدا میں تراویح ادا کر رہے ہیں۔ سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے فرمایا: یہ نیا طریقہ کتنا اچھا ہے۔ جو لوگ سو رہے ہیں، وہ رات کے آخری حصے میں تراویح ادا کریں گے۔ وہ جاگنے والوں سے بہتر ہیں۔ لوگ بہرحال رمضان میں رات کے ابتدائی حصے میں قیام کرتے تھے۔

(صحيح البخاري، حديث: 2010)

اس قصے سے یہ وہم نہیں ہونا چاہیے کہ تراویح کی ابتدا ہی سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ سے ہوئی۔ یہ ان کی دریافت نہیں تھی بلکہ تراویح کا عمل نبی کریم ﷺ کے زمانے ہی سے جاری تھا۔ نبی کریم ﷺ نے تین دن تک مسجد میں نماز تراویح کی امامت فرمائی۔ سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے صرف یہ کیا کہ لوگوں کو ایک ہی امام کی اقتدا میں جمع کر دیا۔ لوگ پہلے متفرق طور پر تراویح ادا کرتے تھے اب یکجا ہو کر ادا کرنے لگے۔

(محض الصواب في فضائل أمير المؤمنين عمر بن الخطاب:349/1)

سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ کا ذوقِ عبادت

سیدنا عمر رضی اللہ عنہ عبادات کے سلسلے میں انتہائی محنت فرماتے تھے۔ وہ بہت زیادہ نفلی نماز ادا کرنے والے تھے۔ مسلسل روزہ رکھتے تھے۔ آخری عمر میں روزوں میں مزید اضافہ ہوگیا۔ صدقہ وخیرات کرنے میں سب سے آگے تھے۔ ہر سال حج کرتے تھے۔ وہ نبی ﷺ کے ساتھ تمام غزوات میں شریک ہوئے۔ اُن کے بعد بھی اہل باطل کے خلاف جنگوں میں شرکت کی۔ ان کے دور خلافت میں کفار سے جتنی بھی جنگیں ہوئیں ان سب کا انہیں بھرپور ثواب ملے گا کیونکہ ان تمام جنگوں کے محرک وہی تھے۔ وہ عموماً اللہ تعالیٰ کی یاد میں مصروف رہتے تھے۔ فرماتے تھے:

عَلَيْكُمْ بِذِكْرِ اللّٰهِ فَإِنَّهُ شِفَاءٌ وَ إِيَّاكُمْ وَذِكْرَ النَّاسِ فَإِنَّهُ دَاءٌ

''اللہ کا ذکر کثرت سے کیا کرو اس میں شفا ہے۔ لوگوں کا ذکر چھوڑ دو، اس میں بیماری ہے''۔ وہ یہ بھی فرماتے تھے: خُذُوا بِحَظِّكُمْ مِنَ الْعُزْلَةِ ''کچھ خلوت نشینی کی بھی عادت ڈالو''۔

(تفسير القرطبي:336/16، والزهد لوكيع:512/2)

اجتہاد

روزے کے بارے میں سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ نبی ﷺ کے مبارک طریقہ پر عمل پیرا رہتے۔ وہ ایک دن روزے سے تھے۔ بادل چھایا ہوا تھا۔ انہوں نے اندازہ لگایا کہ سورج غروب ہو گیا ہے، چنانچہ روزہ افطار کر لیا لیکن تھوڑی ہی دیر میں سورج پھر نمودار ہو گیا۔ یہ صورت حال دیکھ کر انہوں نے فرمایا: معاملہ آسان ہے کیونکہ ہم نے تو اجتہاد کیا تھا۔

(موطأ:303/1)

اسلام کی پہلی سرکاری مضاربت

سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے ایک غلام کا نام اسلم تھا، وہ عموماً ان کے ہمراہ رہتا تھا۔ وہ بیان کرتا ہے: سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے دو صاحبزادے عبداللہ اور عبیداللہ رضی اللہ عنہما عراق جانے والے ایک لشکر میں شامل ہوئے۔ جنگ ختم ہوگئی تو واپسی پر بصرہ کے گورنر جناب ابوموسیٰ اشعری کے پاس چند دنوں کے لیے رک گئے۔ انہوں نے ان کی خوب عزت وتکریم کی، بھرپور مہمان نوازی کی اور پھر کہنے لگے: اگر میرے پاس تمہیں نفع پہنچانے کا کوئی ذریعہ ہوتا تو ضرور پہنچاتا، پھر فرمایا:

ارے ہاں، کیوں نہیں، ایک ذریعہ ہے۔ بیت المال کی کچھ رقم موجود ہے۔ اسے میں امیر المؤمنین کے پاس بھیجنا چاہتا ہوں۔ میں اس بارے میں، تمہارے ساتھ بیع سلف کر سکتا ہوں۔ تم اس رقم کے عوض عراقی سامان خرید لو اور مدینہ جا کر بیچ دو۔ اصل مال امیر المؤمنین کی خدمت میں پیش کر دینا اور نفع خود رکھ لینا۔

انہوں نے ایسا ہی کیا اور سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کے نام ایک مراسلہ ارسال فرمایا کہ وہ یہ رقم وصول کر لیں۔ جب وہ دونوں سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کے پاس پہنچے تو انہوں نے دریافت فرمایا: کیا ابوموسیٰ رضی اللہ عنہ نے تمہاری طرح سارے لشکر سے یہی رعایت برتی ہے؟

ان دونوں نے جواب دیا: نہیں! سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: پھر اصل رقم اور منافع دونوں پیش کرو۔ عبداللہ خاموش رہے۔ عبیداللہ رضی اللہ عنہ نے عرض کیا: امیر المؤمنین! آپ کا یہ اقدام ٹھیک نہیں۔ کیونکہ اگر مال تلف ہو جاتا یا رقم کم ہو جاتی تو ہم اس کے ضامن تھے۔ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے دوبارہ فرمایا: پوری رقم پیش کرو۔ عبداللہ پھر خاموش رہے اور عبیداللہ نے دوبارہ دفاع کیا۔ پاس بیٹھے ایک آدمی نے کہا: امیر المؤمنین! آپ اسے مضاربت کی شکل کیوں نہیں دے دیتے؟ یہ سن کر سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے اصل رقم اور آدھا منافع لے لیا اور آدھے منافع کی عبداللہ رضی اللہ عنہ اور عبیداللہ رضی اللہ عنہ کو چھوٹ دے دی۔ کہا جاتا ہے کہ اسلام میں یہ پہلی سرکاری مضاربت تھی۔

(الخلفاء الراشدون، للدکتور عبد الوهاب النجار:244)

تراشے

ابووائل سے روایت ہے، فرماتے ہیں: میں بیت اللہ میں شیبہ بن عثمان کی کرسی پر بیٹھا تھا۔ اسی جگہ ایک دفعہ سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ بیٹھے تھے۔ انہوں نے فرمایا: میری خواہش ہے کہ میں اس بیت اللہ میں موجود تمام خزانے، چاندی اور سونا تقسیم کر دوں۔ میں نے عرض کیا: آپ ایسا نہیں کر سکتے۔ سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے دریافت فرمایا: کیوں؟ میں نے عرض کیا: اس لیے کہ آپ کے دونوں ساتھیوں (رسول اللہ ﷺ اور صدیق اکبر) نے اس طرح نہیں کیا۔ سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ہاں! میں ان دونوں کی اقتدا کرتا ہوں۔

(أشهر مشاهير الإسلام، لرفيق العظيم:2/256،257)

سیدنا عمر فاروق کا ارشاد ہے: جب تم میں سے کوئی اونٹ خریدے تو بڑا اور موٹا تازہ اونٹ خریدے اگر نہ ملے تو اس کی تلاش میں دوسرے بازار کا رُخ کرے۔

(نظام الحكومة الإسلامية :20/2)

سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ اور حج

حج کے بارے میں کہا جاتا ہے کہ سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ اپنے پورے دور خلافت میں مسلسل ہر سال حج کرتے رہے۔ سیرت نگاروں کے مطابق انہوں نے نو یا دس حج کیے۔ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے حج کے انتظامات پر خاص توجہ دی۔ حج کی تعلیم وتربیت کے لیے خصوصی عملے کا تقرر فرمایا اور ریاست کے تمام ذمہ دار حکام کے لیے درج ذیل امور کو لازم قرار دیا:

1- لوگوں کو حج کے اوقات سے آگاہ رکھنا اور حج کے مشاعر کی طرف سفر کی نگرانی کرنا۔

2- شریعت کے مطابق لوگوں کو مناسک حج کی تعلیم دینا۔

3- حج کے دوران میں اپنے فرائض ادا کرنا۔

4- شرعی ارکان حج کی پیروی کرنا۔

5- نماز کی امامت کرانا اور لوگوں کی دینی رہنمائی کرنا۔

(السلطة التنفيذية:1/382)
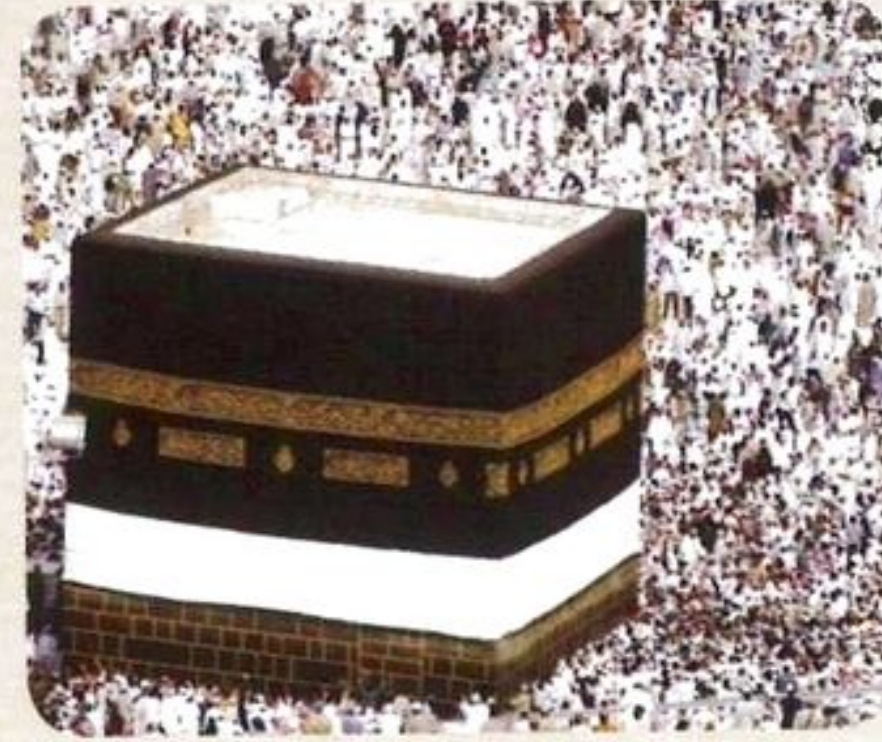
رسول اللہ ﷺ کا خواب

ایک دفعہ آپ ﷺ نے اپنے خواب کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا: میں نے دیکھا کہ میں جنت میں ہوں اور ایک محل کے پاس ایک خاتون وضو کر رہی ہے۔ میں نے پوچھا: یہ محل کس کا ہے؟ اُنھوں نے بتایا: یہ عمر بن خطاب کا ہے۔ میرا دل چاہا کہ میں اس محل کو اندر سے بھی دیکھ لوں پھر مجھے عمر کی غیرت کا خیال آ گیا اور میں نے اپنا ارادہ ترک کر دیا۔ یہ سن کر سیدنا عمر آبدیدہ ہو گئے اور کہا: اللہ کے رسول! کیا میں آپ کے بارے میں غیرت کھاؤں گا۔ عمر رضی اللہ عنہ نبی اکرم ﷺ کے بارے میں کیسے غیرت کھا سکتے تھے۔ رسول اللہ ﷺ تو پوری امت کے روحانی باپ ہیں۔ اور سیدنا عمر تو آپ ﷺ کے ایک شاگرد اور سیرت طیبہ کے ایک عمدہ شاہکار تھے۔

(المسك والعنبر في خطب المنبر، للدكتور عائض القرني)

گرانی کی روک تھام

ایک دفعہ سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ بازار گئے، انہوں نے دیکھا کہ تاجروں نے بہت سا فالتو مال ذخیرہ کر رکھا ہے۔ سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ایسا ہرگز نہیں ہوسکتا کہ اللہ تعالیٰ تو ہمارے پاس رزق بھیجے اور جب یہ رزق ہمارے بازاروں میں پہنچ جائے تو کچھ لوگ بیواؤں اور مسکینوں کا رزق روک کر اپنے اضافی مال کو ذخیرہ کر لیں، پھر وہ تاجر انتظار کرتے رہیں کہ جب باہر سے مال لے کر آنے والے اپنا مال بیچ کر چلے جائیں تو پھر مرضی کا بھاؤ مقرر کریں۔

میں اعلان کرتا ہوں کہ آج کے بعد کوئی بھی باہر سے ہمارے بازار میں اونٹوں کا قافلہ لانے والا تاجر جو بھی مال لائے گا، چاہے موسم سرد ہو یا گرم، وہ عمر کا مہمان ہوگا، وہ جلد بازی نہ کرے بلکہ اپنی سہولت کے مطابق آسانی سے بیچے۔

(موسوعة فقه عمر: ص 80)

ذخیرہ اندوزی کا انسداد

سیدنا عمر رضی اللہ عنہ ذخیرہ اندوزی کے سخت خلاف تھے۔ انہوں نے حاطب بن ابی بلتعہ سے دریافت فرمایا: حاطب! تم اپنا سودا کس حساب سے بیچتے ہو؟ حاطب نے عرض کیا: میں دو مُد کے حساب سے بیچتا ہوں۔ سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ سخت ناراض ہوئے اور فرمایا: تم ہمارے دروازوں کے سامنے ہمارے ہی علاقوں اور بازاروں سے سودا سلف خریدتے ہو، ہماری گردنوں سے گزرتے ہو اور پیمانہ اپنی مرضی سے مقرر کرتے ہو۔ صاع کے حساب سے سودا بیچو، صاع چار مد کا ہوتا ہے، اگر یہ بات قبول نہیں تو پھر ہمارے بازار میں سودا مت بیچو، کہیں اور چلے جاؤ۔ وہاں سے مال خریدو اور جس طرح چاہو بیچو۔

(موسوعة فقه عمر لقلعجي: ص 28)

تجارت اور بازاروں کی خبر گیری

سیدنا فاروق اعظم رضی اللہ عنہ بازار میں تجارت کرنے والوں پر کڑی نگاہ رکھتے تھے۔ انہیں شریعت کے مطابق معاملات طے کرنے کی ترغیب دیتے تھے۔ انہوں نے بازاروں کے احوال کی دیکھ بھال کے لیے بہت سے نگران مقرر کر رکھے تھے۔ انہوں نے سائب بن یزید رضی اللہ عنہ کو مدینہ کے بازار اور عبداللہ بن عتبہ بن مسعود کو دیگر بازاروں کا نگران مقرر فرمایا تھا۔ (السلطة التنفيذية:408/1)

سیدنا عمر رضی اللہ عنہ بازاروں کے معاملات میں سخت ترین احتساب کا اہتمام فرماتے تھے۔ وہ اپنا درہ سنبھال کر بنفس نفیس بازاروں کا دورہ کرتے تھے۔ جو تاجر تادیب کا مستحق ہوتا اسے ادب سکھاتے تھے۔ حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: میں نے سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ کو ایک ازار میں ملبوس دیکھا۔ اس میں چودہ (14) پیوند لگے ہوئے تھے۔ ایک پیوند چمڑے کا تھا۔ وہ ہاتھ میں اپنا درہ اٹھائے اس حالت میں بازاروں میں چکر لگا رہے تھے کہ سوائے اس پیوند لگے ازار کے ان کے بدن پر کوئی قمیص تھی نہ گرمی سے بچاؤ کے لیے سر پر لپیٹنے کی کوئی چادر! (الطبقات الكبرى:330/3)

علامہ حافظ ذہبی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ قتادہ رحمہ اللہ نے بیان کیا: سیدنا عمر رضی اللہ عنہ خلیفہ ہونے کے باوجود بے حد سادہ مزاج تھے۔ وہ اون کا لمبا کرتا پہنتے تھے۔ اس میں چمڑے کے پیوند لگے ہوئے تھے۔ وہ اپنا درہ کندھے پر رکھے بازاروں کی خبر گیری فرماتے تھے۔ جہاں بھی ضرورت ہوتی اس کے مطابق لوگوں کی اصلاح فرماتے تھے۔ (تاريخ الإسلام عهد الخلفاء الراشدين: ص 268)

سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کے احتساب کی ایک اور مثال ملاحظہ ہو۔ ایک دفعہ انہوں نے بازار میں ایک آدمی کو دیکھا۔ اس نے دودھ میں پانی ملا رکھا تھا۔ انہوں نے اس کا دودھ زمین پر بہا دیا۔
(الحسبة في الإسلام، لشيخ الإسلام ابن تيمية: ص 60)

ادھار کی صورت میں سونے چاندی کا تبادلہ سود ہے!!

سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کے احتساب کی ایک مثال امام مسلم رحمہ اللہ نے مالک بن اوس بن حدثان سے روایت کی ہے۔ انہوں نے کہا: میں بازار گیا۔ میں نے تاجروں سے کہا: کون میرے ساتھ دراہم سے تبادلہ کرے گا؟ طلحہ بن عبید اللہ رضی اللہ عنہ نے مجھے بلایا۔ وہ سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے پاس ہی کھڑے تھے۔ طلحہ رضی اللہ عنہ نے کہا: ہمیں اپنا سونا دے دو۔ جب ہمارا خادم آئے گا تو ہم تمہیں چاندی دے دیں گے۔ یہ سن کر سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ہرگز نہیں! اللہ کی قسم! تجھے اسے ابھی اسی وقت چاندی دینی پڑے گی ورنہ تجھے اس کا سونا واپس کرنا ہو گا۔ کیونکہ نبی ﷺ نے اسے سود قرار دیا ہے۔ نبی ﷺ کے فرمان کا مفہوم یہ ہے:

”سونے اور چاندی کا تبادلہ اُدھار کی صورت میں کرنا سود کے زمرے میں آتا ہے۔ گندم کا گندم کے ساتھ تبادلہ صرف نقد اور برابر ہونے کی صورت میں ہو سکتا ہے۔ اسی طرح جو کے جو سے تبادلے اور کھجور کے کھجور سے تبادلے میں بھی دو شرطوں کو مدنظر رکھنا پڑے گا کہ یہ تبادلہ نقد ہو اور اجناس برابر ہوں۔

(الحسبة في الإسلام، لشيخ الإسلام ابن تيمية: ص 60)

ذخیرہ اندوزی کی ممانعت

سیدنا عمر ؓ ذخیرہ اندوزی کو صرف انسان اور جانوروں کی خوراک تک ہی محدود نہ رکھتے تھے۔ وہ ہر اس مال کا ذخیرہ کرنے سے منع فرماتے تھے جس کی مارکیٹ میں مانگ ہوتی تھی۔ امام مالک ؒ موطا میں روایت فرماتے ہیں کہ سیدنا عمر فاروق ؓ نے فرمایا: ہمارے بازاروں میں ذخیرہ اندوزی منع ہے۔ لوگ اپنے زائد مال کو یہ دیکھ کر ذخیرہ نہ کریں کہ اللہ تعالیٰ نے ہمارے لیے ہمارے بازار میں رزق مہیا فرما دیا ہے، جب وہ بک جائے گا، تب وہ اپنا مال مہنگے داموں بیچیں گے۔ آج کے بعد کوئی بھی باہر سے مال لانے والا جو اپنے کندھے پر مال اُٹھائے ہوگا، سردی ہو یا گرمی، وہ ہمارا مہمان ہوگا، وہ جلد بازی نہ کرے۔ جس طرح جی چاہے سکون کے ساتھ اپنا مال بیچے۔ (موسوعة فقه عمر: ص 29)

- سیدنا عمر فاروق کا فرمان ہے: کمائی کا کوئی بھی ذریعہ چاہے وہ کتنا ہی حقیر اور ہلکا نظر آتا ہو، لوگوں کے سامنے ہاتھ پھیلانے سے بدرجہا بہتر ہے۔ (نظام الحكومة الإسلامية :20/2)
- سیدنا عمر فاروق کا قول ہے: اے فقراء کی جماعت اپنے سر اٹھاؤ۔ تجارت کرو، اب راستہ واضح ہو چکا ہے، اب تم لوگوں پر بوجھ مت بنو۔ (نظام الحكومة الإسلامية :20/2)

تراشے

- مسلم بن جندب بیان کرتے ہیں: ایک دفعہ مدینے میں کھانے کا سامان آیا۔ بازار کے تاجر آئے اور وہ سامان خرید کر لے گئے۔ سیدنا عمر فاروق ؓ نے ان لوگوں سے فرمایا: بازار والو! کیا تم ہمارے بازاروں میں تجارت کرتے ہو؟ لوگوں کو بھی اس میں شریک کرو۔ تم یہاں سے نکلو۔ باہر جاؤ، وہاں سے مال خرید کر لاؤ اور پھر بیچو۔ (موسوعة فقه عمر: ص 80)
- سیدنا عمر ؓ اکثر اوقات عوام الناس اور تجار کی سہولت کی غرض سے اشیائے ضرورت کا بھاؤ مناسب سطح پر لانے کے لیے بذاتِ خود ضروری ہدایات جاری فرماتے تھے۔ (موسوعة فقه عمر: ص 177)
- ایک دفعہ ایک آدمی تیل لے کر آیا اور بازار کے بھاؤ کے بجائے اپنے بھاؤ سے بیچنے لگا۔ سیدنا عمر فاروق ؓ نے فرمایا: تم اپنا سودا بازار کے بھاؤ بیچو، ورنہ یہاں سے چلے جاؤ۔ ہم تمہیں اپنے نرخ پر مجبور نہیں کریں گے، پھر اس آدمی کو وہاں کے لوگوں سے دُور روانہ کر دیا۔ (موسوعة فقه عمر: ص 177)
- فاروق اعظم ؓ ایسے آدمی کی سرزنش کرتے تھے جو تجارت کی غرض سے بازار میں بیٹھ جاتا اور اسے تجارت کے اسلامی احکام کا علم نہ ہوتا۔ وہ فرماتے تھے:

لَا يَقْعُدْ فِي سُوقِنَا مَنْ لَا يَعْرِفُ الرِّبَا

”جسے سود کے بارے میں کوئی علم نہ ہو وہ ہمارے بازار میں تجارت کے لیے نہ بیٹھے“۔

(نظام الحكومة الإسلامية للكتاني: 17/2)

تجارتی اصلاحات کی تنفیذ

وہ بازاروں کا چکر لگاتے اور کبھی کسی کو درہ بھی مار دیتے اور فرماتے: ہمارے بازار میں وہ آدمی کاروبار کرے جو عالم ہو بصورتِ دیگر وہ سمجھ لے کہ وہ دانستہ یا نادانستہ سود کھا رہا ہے۔

سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کے نزدیک ریاست کے تمام معاملات و مسائل یکساں اہمیت کے حامل تھے۔ وہ کسی بھی معاملے میں کوتاہی کے قائل نہ تھے۔ وہ کسی بھی حالت میں حاکم کے لیے سستی کو ناقابلِ تصور سمجھتے تھے۔ سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ منڈیوں کی اصلاح کے لیے قواعد وضع فرماتے۔ وصولی و ادائیگی کے طریقے منظم فرماتے۔

تجارت میں استحکام اور ٹھہراؤ کو یقینی بناتے۔ ان کے قواعد کی بدولت نہ دھوکے کی گنجائش ہوتی نہ ملاوٹ کی۔ وہ ذخیرہ اندوزی کا سختی سے سدباب کرتے تھے۔ انہوں نے شراب یا کسی اور کالے دھندے کا ہر امکان ختم کر دیا۔ انہیں تجارتی دنیا میں کوئی جہالت اور ناجائز بات قطعًا قبول نہ تھی۔ سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے تجارت کے لیے نہایت مختصر مگر جامع فیصلہ صادر فرمایا کہ جو آدمی اسلامی آدابِ تجارت سے واقف نہ ہو وہ ہمارے بازار میں تجارت نہ کرے۔ اس طرح انہوں نے خرید و فروخت کے معاملات میں ہر خرابی کا دروازہ بند کر دیا۔

(شهيد المحراب: ص 209)

سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کی دور اندیشی اور بصیرت ملاحظہ کیجیے کہ آج ساری جدید دنیا سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کے قائم کردہ اصول کو اپنائے ہوئے ہے کہ کسی بھی کام کے لیے مطلوبہ ڈگری اور عملی مہارت کا ہونا ضروری ہے۔

تجارتی نظام کی سخت نگرانی

سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے تجارتی نظام کو بے لگام نہیں چھوڑا۔ انہوں نے بہت سے نگران مقرر فرما رکھے تھے جو اس نظام کی حفاظت کرتے تھے۔ انہوں نے سلیمان بن حثمہ کو منڈیوں کا انچارج بنایا تھا جبکہ سائب بن یزید اور عبیداللہ بن عتبہ بن مسعود کو ان کا معاون خاص اور عامل مقرر کیا تھا۔ یوں تجارتی شعبے کا ایک نگرانِ اعلیٰ اور پھر اس کے ماتحت بہت سے نگران ہوتے تھے۔ بلاشبہ منڈیوں کی اس نظم بندی اور سہولت سے عوام کے لیے بڑی آسانیاں پیدا ہوئیں۔ وہ اپنی ضروریات پورا کرنے کے سلسلے میں بہت سی صعوبتوں کا سامنا کرنے سے بچ گئے۔ جب حاکمِ وقت تجارت کا نظام ٹھیک رکھنے کے بارے میں اس قدر توجہ دلاتا ہے تو وہ اللہ تعالیٰ سے بھی اجر کا مستحق قرار پاتا ہے۔ سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے تمام اقدامات بالکل درست، پوری طرح قابلِ عمل اور نتیجہ خیز تھے۔ ان مفید اقدامات نے ثابت کر دیا کہ اسلام دنیا بھر میں زندگی کے ہر ہر گوشے میں ہر جگہ اور ہر زمانے کے لیے موزوں ترین دین ہے جو ہر دور کی نسل کو ترقی کا راستہ دکھاتا ہے اور تباہی کے گڑھے میں گرنے سے بچاتا ہے۔ اسلام کسی کی ترقی کے راستے میں رکاوٹ نہیں۔ اسلام کسی کو بے آسرا نہیں چھوڑتا۔ وہ سب کو خوابِ غفلت سے بیدار کرنا چاہتا ہے۔

(شهيد المحراب: ص 210)

تراشے

سیدنا عمر فاروق کا ارشاد ہے: جب تم میں سے کوئی اونٹ خریدے تو بڑا اور موٹا تازہ اونٹ خریدے اگر نہ ملے تو اس کی تلاش میں دوسرے بازار کا رُخ کرے۔

(نظام الحكومة الإسلامية :20/2)

عہدِ نبوی کی عظیم ترین خاتون سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا، سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کی بہت تعظیم کرتی تھیں۔ اُن کے بیان کے مطابق آپ رضی اللہ عنہ ایک بے مثال انسان تھے۔

آسمان سے سونے چاندی کی برسات نہیں ہوگی

سیدنا عمر فاروق نے یہ بھی فرمایا: تم میں سے کوئی بیٹھے بٹھائے محض یہ دعا ہی نہ کرتا رہے: اے اللہ! مجھے رزق دے۔ ایسے شخص کو یقین کر لینا چاہیے کہ اس پر آسمان سے سونے چاندی کی برسات نہیں ہوگی۔ اللہ تعالیٰ کی عادت مبارکہ ہے کہ وہ بعض لوگوں کو بعض کے ذریعے سے رزق عطا فرماتا ہے، پھر یہ آیت کریمہ تلاوت فرمائی:

﴿ فَإِذَا قُضِيَتِ الصَّلَوٰةُ فَانتَشِرُوا فِي الْأَرْضِ وَابْتَغُوا مِن فَضْلِ اللَّهِ وَاذْكُرُوا اللَّهَ كَثِيرًا لَّعَلَّكُمْ تُفْلِحُونَ ﴾

(الجمعة: 10)

”پھر جب نماز پوری ہو جائے تو تم زمین میں پھیل جاؤ اور اللہ کا فضل تلاش کرو اور اللہ کو کثرت سے یاد کرو، تاکہ تم فلاح پا سکو۔“ (نظام الحكومة الإسلامية: 20/2)

سیدنا عمر ؓ جب کسی نوجوان کو دیکھتے اور وہ انہیں اچھا معلوم ہوتا تو دریافت فرماتے: کیا تجھے کوئی کام آتا ہے؟ اگر جواب نفی میں ملتا تو فرماتے: یہ نوجوان میری نظر سے گر گیا ہے۔

(نظام الحكومة الإسلامية: 20/2)

مسلمانوں کی سرکردہ شخصیات کو تجارت کی ترغیب

ایک دفعہ سیدنا عمر فاروق ؓ بازار میں آئے، دیکھا کہ وہاں غالب اکثریت نبطیوں (عراق کے عجمیوں) کی ہے۔ یہ صورت حال دیکھ کر سیدنا عمر ؓ کو دھچکا لگا۔ لوگ جمع ہوئے تو انہوں نے اس صورتِ

حال پر اپنی تشویش کا اظہار کیا اور ترک تجارت پر مسلمان زعماء کو ملامت کی۔ لوگوں نے کہا: اللہ تعالیٰ نے ہمیں فتوحات کے ذریعے تجارت سے بے نیاز فرما دیا ہے۔ سیدنا عمر فاروق ؓ نے فرمایا: اگر تم اسی طرح رہے تو یاد رکھو کہ تمہارے مرد دوسرے مردوں کے اور عورتیں دیگر عورتوں کی محتاج بن جائیں گی۔

سیدنا عمر ؓ مسلمانوں کے ان ممتاز افراد کے بارے میں بڑے متفکر ہو جاتے تھے جو جہاد میں مصروف نہ ہونے کے باوجود تجارت سے غافل رہتے تھے۔ وہ ایسے لوگوں پر خصوصی توجہ دیتے تھے۔

(نظام الحكومة الإسلامية: 18/2، والدولة الإسلامية: 161)

محنت اور کمائی کی ترغیب

سیدنا فاروق اعظم ؓ لوگوں کو محنت مزدوری کرنے اور حصول رزق کے لیے تگ و دو کرنے کی ترغیب دیتے تھے۔

محمد بن سیرین ؒ اپنے باپ سے روایت کرتے ہیں: میں سیدنا عمر فاروق ؓ کے ساتھ تھا، ہم مغرب کے علاقے میں تھے۔ میرے پاس سامان کی ایک گٹھڑی تھی۔ سیدنا عمر فاروق ؓ نے پوچھا: یہ آپ کے پاس کیا ہے؟ میں نے عرض کیا: یہ سامان کی گٹھڑی ہے۔ میں اس سے بازار میں تجارت کروں گا۔ سیدنا عمر فاروق ؓ نے فرمایا: قریشیو! سیرین اور اس جیسے دیگر حضرات تجارت میں تم پر غالب نہ آ جائیں کیونکہ تجارت خلافت و امارت کا تیسرا ستون ہے۔ حضرت حسن بصری سے روایت ہے کہ سیدنا عمر فاروق ؓ نے فرمایا: جو آدمی تین دفعہ ایک ہی جنس کی تجارت کرے اور نفع نہ ہو تو اسے کسی دوسرے کام کی تجارت کرنی چاہیے۔ مزید فرمایا:

تَعَلَّمُوا الْمِهْنَةَ فَإِنَّهُ يُوشِكُ أَنْ يَحْتَاجَ أَحَدُكُمْ إِلَى مِهْنَتِهِ

”کوئی نہ کوئی فن ضرور سیکھا کرو۔ ممکن ہے تمہیں کسی وقت اس کی ضرورت پیش آ جائے۔“

مزید فرمایا: اگر تجارت نہ ہوتی تو تم لوگوں کے دست نگر ہوتے۔

(نظام الحكومة النبويه: 20/2)

ماہرین فن کی عزت افزائی

ان کی قدردانی کسی گروہ تک محدود نہ تھی۔ کسی بھی شخص میں کسی قسم کا جوہر ہوتا تھا تو اس کے ساتھ خاص مراعات کا معاملہ کرتے تھے۔ عمیر بن وہب الجمحی کا وظیفہ (200) دینار سالانہ اس بنا پر مقرر کیا کہ وہ پرخطر معرکوں میں ثابت قدم رہتے ہیں۔

ایک دفعہ مغیرہ بن شعبہ کو حکم بھیجا کہ کوفہ میں جس قدر شعراء ہیں ان کے وہ اشعار جو انھوں نے زمانہ اسلام میں کہے ہیں لکھوا کر بھیجو۔ مغیرہ نے پہلے اغلب عجلی کو بلوایا اور شعر پڑھنے کی فرمائش کی؛ پھر لبید کو بلا کر یہ حکم سنایا۔ وہ سورۃ البقرۃ لکھ کر لائے کہ اللہ تعالیٰ نے شعر کے بدلے مجھ کو یہ نعمت عنایت فرمائی ہے۔ مغیرہ نے یہ پوری کیفیت سیدنا عمر کو لکھ بھیجی۔ وہاں سے جواب آیا کہ اغلب کے روزینے میں سے پانچ سو گھٹا کر لبید کے روزینے میں پانچ سو کا اضافہ کردو۔ اغلب نے سیدنا عمر کی خدمت میں عرض کی کہ بجا آوری حکم کا یہ صلہ تو نہ ہونا چاہیے! امیر المؤمنین نے لبید کے اضافہ کے ساتھ اس کی تنخواہ بھی بحال رہنے دی۔ (الفاروق، ص:383)

اہل کمال کی قدردانی

اس زمانہ میں جتنے بھی اہل کمال لوگ تھے، مثلاً شعراء، خطباء، ماہرین حسب ونسب، پہلوان اور بہادر سب ان کی خدمت میں آئے اور ان کی قدردانی سے مستفید ہوئے۔ اس زمانے کا سب سے بڑا شاعر متمم بن نویرہ تھا جس کے بھائی کو ابوبکر صدیق کے زمانے میں سیدنا خالد بن ولید نے غلطی سے قتل کر دیا تھا، اس واقعہ نے اس کو اس قدر صدمہ پہنچایا تھا کہ ہمیشہ رویا کرتا اور مرثیے (غمناک اشعار) کہا کرتا۔ جس طرف نکل جاتا، لوگ اس کے گرد جمع ہو جاتے اور اس سے مرثیہ پڑھوا کر سنتے۔ مرثیہ پڑھتے ہوئے خود بھی روتا اور سب کو رلاتا تھا۔ سیدنا عمر کی خدمت میں حاضر ہوا تو آپ نے اس سے مرثیہ پڑھنے کی فرمائش کی۔

سیدنا عمر نے متمم سے مخاطب ہو کر کہا: اگر مجھ کو ایسا مرثیہ کہنا آتا تو میں اپنے بھائی زید کا مرثیہ کہتا۔ اس نے کہا: امیر المؤمنین! اگر میرا بھائی آپ کے بھائی کی طرح (یعنی شہید ہو کر) مارا جاتا تو میں ہرگز اس کا سوگ نہ کرتا۔ سیدنا عمر ہمیشہ فرمایا کرتے تھے: میرے پاس میرے بھائی کی تعزیت متمم جیسی کسی نے نہیں کی۔

(فتوح البلدان: ص456)

دو آدمی دو ہزار کے برابر

پہلوانی اور بہادری میں دو شخص طلیحہ بن خویلد رضی اللہ عنہ اور عمرو بن معدی کرب رضی اللہ عنہ تمام عربوں میں ممتاز ترین افراد تھے اور ہزار ہزار سوار کے برابر مانے جاتے تھے۔ سیدنا عمر نے دونوں کو اپنے پاس بلا کر ان کی عزت افزائی کی اور قادسیہ کے معرکہ میں جب ان کو بھیجا تو سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ کو لکھا کہ میں دو ہزار تمہاری مدد کو بھیجتا ہوں۔ عمرو بن معدی کرب رضی اللہ عنہ پہلوان ہونے کے ساتھ ساتھ خطیب اور شاعر بھی تھے۔ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ اکثر ان سے فنون حرب کے متعلق گفتگو کیا کرتے تھے۔ چنانچہ ایک نشست میں قبائل عرب اور اسلحہ جنگ کی نسبت جو سوالات کیے اور عمرو بن معدی کرب رضی اللہ عنہ نے ایک ایک کی نسبت جن مختصر اور بلیغ فقروں میں جواب دیے اس کو اہل عرب نے عموماً اور مسعودی نے مروج الذہب میں تفصیل سے لکھا ہے۔ (الفاروق، ص:384)

ریکارڈ رکھنے کی ابتدا

ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: میں بحرین سے سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کی خدمت میں 5 لاکھ درہم لے کر حاضر ہوا۔ انھوں نے مجھ سے وہاں کے لوگوں کے حالات دریافت فرمائے۔ میں نے سب حالات گوش گزار کر دیے، پھر انھوں نے پوچھا: کیا لائے ہو؟ میں نے عرض کیا: 5 لاکھ درہم! سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے بڑے تعجب سے دریافت کیا: کیا تمھیں معلوم ہے کہ تم کیا کہہ رہے ہو؟ میں نے عرض کیا: جی ہاں! ایک لاکھ، ایک لاکھ، ایک لاکھ، ایک لاکھ اور ایک لاکھ۔ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: تمھیں نیند آرہی ہے۔ جاؤ۔ سو جاؤ۔ صبح کے وقت میرے پاس آنا۔ جب صبح ہوئی تو میں سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ انھوں نے فرمایا: کیا لائے ہو؟ میں نے عرض کیا: 5 لاکھ درہم لایا ہوں۔ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے دوبارہ فرمایا: معلوم ہے تم کیا کہہ رہے ہو؟ میں نے عرض کیا: جی ہاں! ایک لاکھ اور گنتے گنتے پانچ لاکھ پورے کر دیے۔ کہتے ہیں کہ میں انگلیوں کے ساتھ شمار بھی کرتا رہا۔ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے دریافت فرمایا: کیا یہ سب پاکیزہ مال ہے؟ میں نے عرض کیا: مجھے تو بس اسی چیز کا علم ہے جو میں نے عرض کر دی۔ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ منبر پر تشریف فرما ہوئے۔ اللہ کی حمد و ثنا بیان فرمائی، پھر فرمایا: اے لوگو! ہمارے پاس بہت زیادہ مال آیا ہے۔ اب تمھاری مرضی ہے تم جیسے چاہو ناپ کر یا گنتی کے حساب سے تم پر تقسیم کر دوں۔ اس وقت ایک آدمی کھڑا ہو گیا۔ عرض کیا: اے امیر المؤمنین! میں نے عجمی لوگوں کو دیکھا ہے کہ وہ اموال کا ریکارڈ رکھتے ہیں۔ اس آدمی کی بات سن کر سیدنا عمر رضی اللہ عنہ بھی ریکارڈ رکھنے کے خواہش مند ہو گئے۔ [1]

[1] مقدمة ابن خلدون، ص: 244، والخراج لأبي يوسف، ص: 49,48.

سیدنا عمر رضی اللہ عنہ لوگوں کو اولاً حج کی ترغیب دیتے تھے، پھر انہیں حج کرنے کا حکم جاری کرتے تھے۔ وہ فرماتے تھے: میرا ارادہ ہے کہ میں اپنی ریاست کے تمام شہروں میں اپنے ہرکارے بھیجوں، وہ جا کر بغور جائزہ لیں کہ جو بھی حج کی استطاعت رکھتا ہے مگر حج نہیں کرتا، اس کے احوال سے مجھے مطلع کریں تاکہ میں اس پر جزیہ عائد کر دوں۔

(فرائد الکلام: ص 173)

تراشے

سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے ایک آدمی کو دیکھا جو بناوٹ اور تکلف سے مصنوعی عاجزی کا اظہار کر رہا تھا۔ آپ نے اس کی کمر میں ایک درّہ رسید کیا اور فرمایا: ''اللہ تمھیں ہدایت دے، تم ہمارے سامنے مصنوعی تقویٰ دکھا کر اپنا دین برباد نہ کرو''۔

(عبقرية عمر، ص: 91)

سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کی خواہش تھی کہ وہ نماز کے لیے اذان کہا کریں..... فرمایا:

لَوْ كُنْتُ أُطِيقُ الْأَذَانَ مَعَ الْخِلَافَةِ لَأَذَّنْتُ

''اگر خلیفہ ہونے کے ساتھ ساتھ میں اذان بھی دے سکتا تو ضرور دیتا''۔

(الشيخان من رواية البلاذري، ص: 225)

جس دن سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ پر قاتلانہ حملہ ہوا تو سیدہ ام ایمن پکار اُٹھیں: آج اسلام کمزور ہو گیا ہے۔

(ابن سعد: 268/1)

نومولودوں کے وظیفے کا اجرا

سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کے آزاد کردہ غلام اسلم بیان کرتے ہیں: ایک دفعہ مدینہ منورہ میں کچھ تاجر آئے۔ انہوں نے عیدگاہ میں پڑاؤ ڈالا۔ سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ سے فرمایا: کیوں نہ آج ہم ان لوگوں کی چوکیداری کریں؟ عبدالرحمٰن رضی اللہ عنہ نے موافقت فرمائی۔ دونوں رات کے وقت ان کی نگہبانی میں مصروف رہے اور نماز پڑھتے رہے۔ سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے ایک بچے کے رونے کی آواز سنی تو اس کی ماں سے کہا: اللہ سے ڈرو اور اپنے بچے کا خیال کرو، پھر واپس اپنی جگہ آ گئے۔ رات کے آخری حصہ میں بچے کی دوبارہ آواز سنی تو دوبارہ فرمایا: تم پر افسوس! تم کیسی ماں ہو؟ میں دیکھ رہا ہوں رات بھر تمہارا بچہ سکون سے نہیں سو سکا، اس خاتون نے کہا: اللہ کے بندے! میں اسے کھانا کھلانا چاہتی ہوں لیکن یہ کھاتا ہی نہیں۔ سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے دریافت فرمایا: کیوں نہیں کھاتا؟ اس نے کہا: کیونکہ سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ کا ضابطہ ہے کہ وہ بچے کا وظیفہ اس وقت مقرر فرماتے ہیں جب وہ ماں کا دودھ پینا چھوڑ دے۔ انہوں نے ہر دودھ چھڑائے ہوئے بچے کا وظیفہ مقرر کر رکھا ہے اس لیے میں اس بچے کا دودھ چھڑانے کی کوشش کر رہی ہوں۔ سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے پوچھا: تمہارے بیٹے کی عمر کتنی ہے؟ اس نے بتایا کہ وہ چند مہینوں کا ہے۔ سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے فرمایا: اس کے دودھ چھڑانے میں جلدی نہ کرو، پھر صبح کی نماز پڑھی تو دوران نماز ان کی

یتیموں کی خبرگیری

عہد فاروقی میں یتیموں کی پرورش بڑے اعلیٰ طریقے سے کی جاتی تھی۔ اگر ان کی جائداد ہوتی تھی، تو اس کی حفاظت کا نہایت عمدہ انتظام کرتے تھے اور اکثر تجارت کے ذریعہ سے اس کو ترقی دیتے رہتے تھے، ایک دفعہ حکم بن ابی العاص سے فرمایا: میرے پاس یتیموں کا جو مال جمع ہے وہ زکاۃ نکالنے کی وجہ سے گھٹتا جا رہا ہے تم اس کو تجارت میں لگاؤ اور جو نفع ہو اس کی ادائیگی کرو، چنانچہ دس ہزار کی رقم ان کے حوالہ کی۔ انہوں نے اسے تجارت میں لگایا اور رقم بڑھتے بڑھتے ایک لاکھ تک جا پہنچی۔

(عصر الخلافة الراشدة، ص: 195)

آنکھوں سے آنسوؤں کی جھڑی لگ گئی۔ شدتِ گریہ سے ان کی قراءت کی آواز بھی لوگوں تک ٹھیک سے نہ پہنچی۔ بعدازاں فرمایا: اے عمر! تیرا برا ہو تیری وجہ سے کتنے مسلمانوں کے بچے ہلاکت کو جا پہنچے یعنی ان سے فیاضی کا سلوک نہیں کیا گیا۔ پھر ایک منادی کو حکم دیا کہ وہ اعلان کرے: لوگو! اپنے بچوں کا دودھ چھڑانے میں جلد بازی سے کام نہ لو۔ ہم ہر مسلمان بچے کا وظیفہ مقرر کیے دیتے ہیں۔ یہ حکم نامہ انہوں نے پوری اسلامی ریاست کے حکام کو ارسال کر دیا۔

(البداية والنهاية: 7/140)

قارئین کرام: سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کے دور خلافت کا معاشرہ کتنا بلند پایہ تھا۔ وقت کے سب سے بڑے فرماں روا نے انصاف کو کس معراج تک پہنچا دیا تھا جس کے سبب ہر مسلمان بچے کا نام وظیفہ پانے والوں کی فہرست میں لکھا گیا اور بیت المال سے اس کا حصہ مقرر ہو گیا کیونکہ بیت المال پر تمام مسلمانوں کا یکساں حق ہے۔ اس کا تمام تر ذمہ دار وہ شخص ہے جسے لوگوں نے اس کا امین اور نگران مقرر کیا ہے، لہٰذا اس کے لیے قطعاً جائز نہیں کہ وہ بیت المال کا کوئی پیسہ ناحق خرچ کرے یا کسی مستحق کا وظیفہ بند کرے یا روک لے۔

جانور کو پسینہ آنے پر اظہارِ ملال

ایک دفعہ سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے تازہ مچھلی کھانے کی خواہش ظاہر فرمائی۔ ان کے غلام یرفأ نے جلدی سے سواری پکڑی، دو راتیں جانے اور دو واپس آنے میں صرف کیں اور مچھلیوں سے بھرا ہوا ایک بڑا ٹوکرا خرید لایا۔ یرفأ ابھی اپنی سواری کا پسینہ پونچھ رہا تھا کہ اسے سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے دیکھ لیا۔ فوراً فرمایا: عمر کی خواہش پوری کرنے کے لیے ایک جانور کو اس قدر تکلیف اٹھانا پڑی۔ اللہ کی قسم! عمر اسے نہیں چکھے گا۔

(الرياض النضرة: ص 408)

وہ تمہیں دیکھ تو نہیں رہے

سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے خادم اسلم بیان کرتے ہیں: ایک دفعہ میں سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے ساتھ رات کو گشت کر رہا تھا کہ سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ تھک گئے۔ آدھی رات سے زیادہ وقت گزر چکا تھا۔ وہ کچھ دیر سستانے کے لیے ایک دیوار سے ٹیک لگا کر کھڑے ہو گئے۔ اچانک ایک عورت کی آواز سنائی دی۔ وہ اپنی بیٹی سے کہہ رہی تھی: دودھ میں کچھ پانی ملا دو۔ لڑکی نے کہا: اماں جان! کیا آپ کو امیر المؤمنین کے حکم کا علم نہیں ہے؟ ماں نے پوچھا: وہ کیا ہے؟ بیٹی نے کہا: ان کی طرف سے اعلان ہوا ہے کہ آئندہ کوئی شخص دودھ میں پانی نہ ملائے۔ ماں نے کہا: تم دودھ میں پانی ملا دو۔ یہاں نہ عمر فاروق رضی اللہ عنہ دیکھ رہے ہیں نہ اعلان کرنے والا! اس لڑکی نے کہا: نہیں اماں جان! اللہ کی قسم! یہ ہرگز نہیں ہو سکتا کہ میں لوگوں کے سامنے تو ان کی اطاعت کروں اور علیحدگی میں نافرمانی کی مرتکب ہوں۔ سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ یہ ساری باتیں غور سے سن رہے تھے۔ اسلم سے فرمایا: اس دروازے پر علامتی نشان لگاؤ اور اس جگہ کو یاد رکھو، پھر آگے چل دیے۔ صبح کے وقت سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے اسلم کو بھیجا اور حکم دیا: خبر لاؤ کہ کہنے والی کون تھی اور جس سے بات کی گئی وہ کون تھی اور معلوم کرو کہ کیا وہ لڑکی شادی شدہ ہے؟ اسلم بیان کرتے ہیں: میں وہاں پہنچا۔ معلوم ہوا کہ وہ لڑکی غیر شادی شدہ ہے۔ اس کا نام ام عمارہ بنت سفیان بن عبداللہ بن ربیعہ ثقفی ہے۔ جس سے گفتگو ہوئی وہ اس کی ماں تھی۔ میں نے آ کر سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ کو مکمل رپورٹ دے دی۔ سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے اپنے تمام بیٹوں کو جمع کیا اور پوچھا: کیا تم میں سے کوئی شادی کرنا چاہتا ہے تاکہ میں اس کی شادی اس لڑکی سے کر دوں؟ اگر تمہارے باپ کو عورت کی حاجت ہوتی تو وہ اس لڑکی سے شادی کرنے میں پہل کرتا۔ عبداللہ اور عبدالرحمٰن دونوں نے عرض کیا: ہماری بیویاں تو موجود ہیں۔ عاصم نے عرض کیا: ابا جان! میری بیوی نہیں ہے اس لڑکی کی شادی مجھ سے کر دیجیے۔ سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے اس لڑکی کی طرف پیغام نکاح بھیجا اور اپنے بیٹے عاصم کی شادی اس سے کر دی۔ اس نیک لڑکی سے ایک بیٹی پیدا ہوئی جس کا نام لیلی ام عاصم رکھا گیا، اس کی شادی عبدالعزیز بن مروان سے ہوئی اور اس کے بطن سے مشہور خلیفہ عمر بن عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ پیدا ہوئے۔ (مناقب أمير المؤمنين، لابن الجوزي: 89، 90)

کوتاہی کا تدارک

نوفل بن عمارہ بیان کرتے ہیں کہ قریش کے دو معروف سردار حارث بن ہشام اور سہیل بن عمرو سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کے پاس آ کر بیٹھے۔ اسی اثنا میں اسلام کے ابتدائی ایام میں ایمان لانے والے مہاجرین آنا شروع ہو گئے۔ آپ سہیل اور حارث سے کہتے: ''تھوڑا ادھر... تھوڑا ادھر...'' اور ان کو اپنے آپ سے دور کرتے جاتے اور مہاجرین کو بٹھاتے جاتے۔ اس کے بعد انصاری مسلمان آنا شروع ہوئے اور آپ نے سہیل اور حارث کو مزید دور کیا، یہاں تک کہ دونوں سب سے پیچھے پہنچ گئے۔

شام میں موجود رومن سلطنت کے آثار کی ایک تصویر

جب دونوں حضرات وہاں سے نکلے تو حارث بن ہشام نے سہیل بن عمرو سے کہا: ''آپ نے دیکھا عمر نے ہمارے ساتھ کیسا سلوک کیا''؟ سہیل کہنے لگے: ''حارث میرے بھائی! ہمیں امیر المؤمنین کو برا بھلا کہنے کی بجائے اپنے آپ کو قصوروار ٹھہرانا چاہیے۔ جب اسلام کی دعوت شروع ہوئی تو ان غریب لوگوں نے فوری طور پر لبیک کہا جب کہ ہم نے اسلام قبول کرنے میں بہت دیر کر دی۔

جب مہاجرین و انصار وہاں سے چلے گئے تو حارث اور سہیل دوبارہ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کے پاس آئے اور عرض کیا:

''امیر المؤمنین! ہم نے آج اپنے ساتھ روا رکھے جانے والے سلوک کو دیکھا اور محسوس کیا کہ اس کی وجہ ہم خود ہیں۔ کیا اب کوئی ایسا عمل ہے جس کے ذریعے ہم اس کا تدارک کر سکیں؟''

سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ''میرے نزدیک تو اس کا تدارک اس طرف سے ہی ہو سکتا ہے۔'' یہ کہہ کر آپ نے روم کے علاقے کی طرف اشارہ کیا یعنی آپ لوگ وہاں جا کر جہاد میں شامل ہوں۔ چنانچہ یہ دونوں شام کی طرف نکلے اور وہاں جنگ میں شہید ہوئے۔

(مناقب عمر لابن جوزی، ص: 129)

کیا تم قیامت کے دن میرا بوجھ اُٹھاؤ گے؟

اسلم مولی عمر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: سیدنا عمر رضی اللہ عنہ حرہ واقم کی طرف نکلے۔ میں ان کے ساتھ تھا۔ جب ہم مدینہ سے پانچ کلومیٹر کے فاصلے پر واقع ''صرار'' نامی جگہ پہنچے تو ہم نے دیکھا کہ آگ روشن ہے۔ سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے فرمایا: اسلم! میرا خیال ہے یہاں رات کی تاریکی اور سردی کے سبب کوئی قافلہ رکا ہوا ہے۔ میرے ساتھ چلو، پھر ہم تقریباً بھاگتے ہوئے ان کے قریب پہنچے۔ ہماری نظر ایک عورت پر پڑی جس کے ساتھ اس کے بچے بھی تھے۔ آگ جل رہی تھی۔ اس پر ہنڈیا چڑھی ہوئی تھی اور بچے بھوک سے چلا رہے تھے۔ یہ منظر دیکھ کر سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ آگے بڑھے۔ فرمایا: اے روشنی والو! تم پر سلامتی ہو۔ سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے انہیں ''آگ والو'' کہنے سے پرہیز کیا۔ کیونکہ ''آگ والو'' اہل جہنم کے لیے بھی بولا جاتا ہے۔ اس عورت نے جواب دیا: وعلیکم السلام! سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے اجازت مانگی اور فرمایا: کیا میں قریب آ سکتا ہوں؟ اس عورت نے جواب دیا: اچھی نیت سے آگے بڑھو ورنہ دور رہو۔ سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ قریب ہوئے اور دریافت فرمایا: تمہارا کیا حال ہے؟ عورت نے جواب دیا: ہم اندھیری رات اور سردی کی وجہ سے یہاں ٹھہرے ہیں۔ سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے پوچھا: یہ بچے کیوں رو رہے ہیں؟ عورت بولی: بھوک کی وجہ سے۔ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: اس ہنڈیا میں کیا ہے؟ اس نے کہا: صرف پانی ہے۔ میں دکھاوے سے ان بچوں کو دلاسہ دے رہی ہوں تاکہ یہ خاموش ہو جائیں اور سو جائیں۔ ہمارے اور امیر المومنین عمر رضی اللہ عنہ کے درمیان اللہ تعالیٰ ہی فیصلہ کرے گا۔ سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ تجھ پر رحمت فرمائے۔ بھلا عمر کو تمہاری کیا خبر؟ عورت نے کہا: ہمارے خلیفہ ہو کر اُنہیں ہماری خبر کیوں نہیں؟ یہ سن کر سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ میری طرف پلٹے اور فرمایا: اسلم آؤ میرے ساتھ چلو! ہم دوڑتے ہوئے آئے۔ آٹے کے گودام میں گئے۔ انہوں نے آٹے کا ایک توڑا نکالا اور ایک بڑا ڈبہ گھی کا اور کچھ سامان خور و نوش پکڑا، پھر مجھ سے فرمایا: اسے میری پشت پر لاد دو۔ میں نے عرض

کیا: آپ مجھے اُٹھانے دیں۔ یہ سن کر سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے فرمایا: کیا قیامت کے دن بھی تم میرا بوجھ اُٹھاؤ گے؟ میں نے دونوں چیزیں ان کی کمر پر لاد دیں، پھر ہم دونوں تیز تیز قدموں سے چلتے ہوئے دوبارہ وہاں پہنچے۔ آٹا اور گھی دونوں چیزیں اس عورت کے سامنے رکھ دیں، پھر کچھ آٹا نکالا اور فرمایا: اے خاتون! تو آٹا صاف کر۔ میں تیرے لیے گھی اور آٹے کے آمیزے سے حریرہ بناتا ہوں، پھر سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ ہنڈیا کے نیچے پھونکیں مارنے لگے۔ میں نے دیکھا کہ دھوئیں کے مرغولے سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ کی داڑھی سے باہر آ رہے تھے۔ انہوں نے ان کے لیے سب کچھ پکایا، پھر ہنڈیا چولہے سے اتار لی اور خاتون سے فرمایا: تمہارے پاس کوئی برتن ہے تو لاؤ۔ وہ برتن لائی۔ سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے کھانا برتن میں ڈالا اور فرمایا: میں یہ کھانا ٹھنڈا کرنے کے لیے پھیلاتا ہوں۔ تم بچوں کو کھلانا شروع کر دو۔

سیدنا عمر رضی اللہ عنہ مسلسل کھانا پھیلاتے اور ٹھنڈا کرتے رہے اور بچے کھاتے رہے حتی کہ وہ سب خوب سیر ہو گئے۔ سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے باقی کھانا خاتون کے پاس وہیں چھوڑ دیا، پھر وہ اور میں وہاں سے واپس آ گئے۔ واپس آتے وقت اس خاتون نے کہا: اللہ کے بندے! اللہ تعالیٰ آپ کو جزائے خیر دے۔ موجودہ امیر المومنین کی جگہ آپ خلیفہ ہوتے تو بہت اچھا تھا۔ امیر المومنین سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے فرمایا: اے اللہ کی بندی! زبان سے اچھی بات نکال۔ جب تو امیر المومنین کے پاس جائے گی تو ان شاء اللہ مجھے بھی وہیں پائے گی، پھر سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ کچھ دور ہٹے۔ دوبارہ ان کی طرف پلٹے اور اوٹ میں بیٹھ گئے۔ میں نے عرض کیا: کیا اب آپ کو اور کوئی مصروفیت نہیں؟ انہوں نے مجھے کوئی جواب نہ دیا۔ میں نے دیکھا کہ بچے آپس میں کھیل کود رہے ہیں اور کشتی میں مصروف ہو گئے ہیں، پھر وہ سکون سے سو گئے۔ اب سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ وہاں سے اٹھے اور میری طرف متوجہ ہوئے اور فرمایا: اسلم! بھوک نے ان کی نیند اڑا دی تھی اور رونے پر مجبور کر دیا تھا۔ میرا جی چاہا کہ میں اُس وقت تک واپس نہ جاؤں جب تک ان کے اس اطمینان کا مشاہدہ نہ کر لوں جو تم نے ابھی دیکھا ہے۔

(الكامل في التاريخ: 2/214)

امیر المؤمنین!
اپنے دوست کو بیٹے کی خوشخبری سنائیے!

سیدنا عمرؓ رات کے وقت گشت پر تھے۔ ان کا گزر مدینے کی ایک کشادہ جگہ سے ہوا۔ وہاں انہوں نے بالوں کا بُنا ہوا اک خیمہ دیکھا جو پہلے وہاں نہیں تھا۔ آگے بڑھے تو اس خیمے سے ایک عورت کے رونے کی آواز سنائی دی۔ وہاں ایک آدمی کو بھی بیٹھے دیکھا۔ سیدنا عمر فاروقؓ نے اسے سلام کیا اور دریافت فرمایا: تم کون ہو؟ اس نے کہا: میں ایک بادیہ نشین ہوں۔ میں امیر المؤمنین کی طرف آیا ہوں تاکہ ان کی مہربانی سے فائدہ اٹھاؤں۔ سیدنا عمر فاروقؓ نے پوچھا: اس گھر سے آنے والی رونے کی آواز کس کی ہے؟ اس نے جواب دیا: اللہ تعالیٰ آپ پر رحمت فرمائے۔ اسے آپ کی مدد کی ضرورت ہے۔ سیدنا عمر فاروقؓ نے فرمایا: میں تیار ہوں۔

مگر ہم اس کی کیسے مدد کر سکتے ہیں؟ رونے والی عورت میری اہلیہ ہے اور دردزہ میں مبتلا ہے، اس نے جواب دیا۔ سیدنا عمر فاروقؓ نے پوچھا: کیا اس کے پاس کوئی خاتون ہے؟ اس نے کہا: نہیں۔ سیدنا عمر فاروقؓ فوراً واپس گھر پہنچے۔ اپنی بیوی سیدہ ام کلثوم بنت علیؓ سے فرمایا: اللہ نے تیرے لیے بڑا اجر وثواب کا موقع پیدا کر دیا ہے کیا تو اسے حاصل کرنا چاہتی ہے؟ ام کلثومؓ نے عرض کیا: جی ہاں۔ مگر معاملہ کیا ہے؟ سیدنا عمر فاروقؓ نے فرمایا: ایک اجنبی عورت ہے۔ دردزہ میں مبتلا ہے۔ اکیلی ہے۔ اس کے پاس کوئی خاتون نہیں ہے۔ سیدہ ام کلثومؓ نے عرض کیا: بہت اچھا! میں اس خاتون کی مدد کے لیے آپ کے ساتھ چلتی ہوں۔ سیدنا عمر فاروقؓ نے فرمایا: اس عورت کے لیے

سیدنا عمر فاروق نے اکثر شہروں میں مہمان خانے تعمیر کروائے جہاں مسافروں کو بیت المال کی طرف سے کھانا ملتا تھا۔ مدینہ منورہ میں جو لنگر تھا اکثر وہاں خود جا کر مہمانوں کو کھانا کھلانے کے اہتمام کا جائزہ لیتے رہتے تھے۔

بوقتِ ولادت کام آنے والی چیزیں تیل، کپڑا اور روئی وغیرہ لے لو اور غذائی چیزیں گھی وغیرہ بھی لے آؤ۔ سیدہ ام کلثومؓ یہ تمام چیزیں لے آئیں۔ سیدنا عمر فاروقؓ نے فرمایا: آؤ چلو، پھر ہنڈیا اٹھائی اور چل دیے۔ سیدہ ام کلثومؓ ان کے پیچھے پیچھے چلنے لگیں۔ مطلوبہ خیمہ آ گیا تو فرمایا: اس میں چلی جاؤ، اور خود اس آدمی کے پاس بیٹھ گئے۔ اسے فرمایا: آگ جلاؤ! اس نے آگ جلائی۔ سیدنا عمر فاروقؓ نے ہنڈیا چڑھا دی اور کھانا پکایا۔ تھوڑی دیر بعد اُس عورت کے ہاں ولادت ہوگئی۔ سیدہ ام کلثومؓ نے آواز دی: امیر المؤمنین! اپنے دوست کو بیٹے کی خوشخبری سُنا دیجیے۔ جب اس بدوی نے امیر المؤمنین کا لفظ سنا تو گھبرا گیا اور دور ہٹنے لگا۔ سیدنا عمر فاروقؓ نے فرمایا: اپنی جگہ پر اطمینان سے بیٹھے رہو، پھر وہ ہنڈیا اٹھائی اور دروازے پر رکھ کر سیدہ ام کلثومؓ سے فرمایا: اس خاتون کو اچھی طرح کھلاؤ۔ انہوں نے حکم کی تعمیل کی، پھر ہنڈیا واپس دروازے کے پاس رکھ دی۔ سیدنا عمر فاروقؓ نے ہنڈیا اس آدمی کے حوالے کر دی اور فرمایا: تم بھی کھاؤ، تم تو رات بھر جاگتے رہے ہو، پھر اپنی بیوی کو آواز دی۔ فرمایا: اب تم باہر آ جاؤ اور اس بدوی سے کہا: کل ہمارے پاس آ جانا۔ ہم تمہیں تمہاری ضرورت کے مطابق دے دیں گے۔ وہ بدوی اگلے دن سیدنا عمر فاروقؓ کی خدمت میں پہنچا تو سیدنا عمر فاروقؓ نے اس کے بچے کا نام رجسٹر میں درج کیا اور اس کا روزینہ مقرر کر دیا۔

(البداية والنهاية: 140/7)

تراشے

احنف بن قیسؓ بیان کرتے ہیں: ایک دفعہ ہم سیدنا عمر فاروقؓ کی خدمت میں ایک بہت بڑی فتح کی خوش خبری دینے حاضر ہوئے۔ انہوں نے پوچھا: تم کہاں ٹھہرے ہوئے ہو؟ میں نے جگہ بتائی۔ وہ میرے ساتھ چل پڑے حتی کہ ہماری سواریوں کے پاس آ پہنچے۔ وہ کھڑے ہو گئے۔ سب جانوروں کو یکے بعد دیگرے نظر گھما گھما کر دیکھنے لگے، پھر فرمایا: کیا تم اپنی سواریوں کے بارے میں اللہ تعالیٰ سے نہیں ڈرتے؟ کیا تم نہیں جانتے کہ ان کا تم پر حق ہے؟ تم نے انہیں کچھ دیر کے لیے کھلا کیوں نہ چھوڑ دیا تاکہ یہ زمین پر چل پھر کر کچھ کھالیں۔

(نظام الحكم في الشريعة والتاريخ: 605/2)

سیدنا عمر رضی اللہ عنہ اور علی رضی اللہ عنہ کے درمیان مکمل ہم آہنگی

سیدنا عمراور حضرت علی رضی اللہ عنہما کے درمیان مکمل ہم آہنگی پائی جاتی تھی۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے اپنی بیٹی ام کلثوم۔ جو سیدہ فاطمۃ الزاہراء رضی اللہ عنہا کے بطن سے تھیں- کا ان سے نکاح بھی کر دیا تھا۔

سیدنا علی رضی اللہ عنہ نے سیدنا عمر رضی اللہ عنہ سے محبت کی وجہ سے اپنے ایک بیٹے کا نام عمر رکھا۔ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کی طرح اُنہیں سیدنا ابوبکر اور عثمان رضی اللہ عنہما سے بھی بڑی محبت تھی، اسی لیے اُنہوں نے اپنے ایک بیٹے کا نام ابوبکر اور ایک کا نام عثمان رکھا۔ کوئی بھی شخص اپنے بچوں کے نام انہی شخصیات کے نام پر رکھتا ہے جن کے بارے میں اُس کے دل میں خاص احترام اور محبت ہو۔ (البداية والنهاية: 331/7، 332)

سیدنا علی رضی اللہ عنہ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کے سب سے زیادہ قابل اعتماد مشیر تھے۔ وہ ان سے ہر چھوٹے بڑے معاملے میں مشورہ ضرور کرتے تھے۔ انہوں نے بیت المقدس کی فتح، جنگ مدائن، جنگ نہاوند نیز فارسیوں اور رومیوں سے جہاد کے آغاز اور سن ہجری کی ابتدا جیسے معاملات میں حضرت علی رضی اللہ عنہ سے مشورہ کیا۔

سیدنا علی رضی اللہ عنہ زندگی بھر سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کے مشیر خاص رہے۔ سیدنا علی رضی اللہ عنہ، سیدنا عمر کے زبردست خیر خواہ تھے۔ وہ ہر آن اسی فکر میں رہتے تھے کہ کہیں سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کسی پریشانی میں مبتلا نہ ہو جائیں۔ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ بھی علی رضی اللہ عنہ سے انتہائی محبت فرماتے تھے۔ ان کے درمیان مکمل اعتماد کا رشتہ تھا۔ اس کے باوجود کچھ لوگوں نے تاریخ کو جھوٹ سے آلودہ کر دیا اور اپنے مذموم مقاصد کے لیے خود ساختہ روایات کے ذریعے ثابت کرنے کی ناکام کوشش کرتے ہیں کہ وہ دونوں تو ہر وقت ایک دوسرے کو نقصان پہنچنے اور کسی آفت سے دوچار ہونے ہی کا انتظار کرتے تھے۔

ایک دفعہ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے بنفس نفیس فارسیوں سے قتال کے لیے جانے کا ارادہ فرمایا۔ انہوں نے اس بارے میں حضرت علی رضی اللہ عنہ سے مشورہ کیا تو جناب علی رضی اللہ عنہ نے وہی مشورہ دیا جو ایک سچا خیر خواہ اور والہانہ چاہت رکھنے والا شخص دے سکتا ہے کہ امت کو آپ کی ضرورت ہے آپ بذات خود محاذ جنگ پر نہ تشریف لے جائیں۔

(فقه السيرة: ص 529)

رفاہی حکومت

سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کے دور میں اس بات کا سخت اہتمام کیا کہ ممالک محروسہ میں کوئی شخص فقر و فاقہ میں مبتلا نہ ہونے پائے، عام حکم تھا اور اس کی ہمیشہ تعمیل ہوتی تھی کہ ملک میں جس قدر اپاہج، از کار رفتہ، مفلوج وغیرہ ہوں، سب کی تنخواہیں بیت المال سے مقرر کر دی جائیں۔ لاکھوں سے متجاوز افراد کا اندراج کیا گیا جن کو گھر بیٹھے خوراک ملتی تھی۔ اول یہ انتظام شروع کیا تو حکم ہوا کہ ایک جریب آٹا پکایا جائے (ایک جریب تقریباً ۲۵ کلو گرام کے برابر ہوتا ہے)۔ پک کر تیار ہوا تو ۳۰ آدمیوں کو بلا کر کھلایا۔ شام کو پھر اسی قدر آٹا پکوایا اور اتنے ہی آدمیوں کو کھلایا، دونوں وقت کے لیے یہ مقدار کافی ٹھہری تو فرمایا کہ ایک مہینے بھر کی خوراک کے لیے دو جریب آٹا کافی ہے۔ پھر حکم دیا کہ ہر شخص کے لیے اس قدر آٹا مقرر کر دیا جائے۔ اعلان عام کے لیے منبر پر چڑھے اور پیمانہ ہاتھ میں لے کر فرمایا: میں نے تم لوگوں کے لیے اس قدر خوراک مقرر کر دی ہے جو شخص اس کو گھٹائے گا وہ اللہ تعالیٰ کے ہاں جوابدہ ہوگا۔

امت کے چار قاضی

سیدنا ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے انتہائی قریب رہنے والے تھے۔ انہوں نے بہت سے کبار صحابہ رضی اللہ عنہم، مثلاً: عمر، علی، ابی بن کعب اور عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہم جیسی عظیم ہستیوں سے بہت کچھ سیکھا۔ خصوصاً وہ سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ سے بڑے متاثر رہے۔ سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے ان سے بصرہ کی طویل مدت تک قائم رہنے والی ولایت کے دوران خط کتابت کے ذریعے سے رابطہ قائم رکھا۔ وہ ان کی خبرگیری فرماتے تھے۔ جب کوئی مشکل آڑے آتی تو حضرت ابوموسیٰ رضی اللہ عنہ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کی طرف رجوع فرماتے تھے۔ امام شعبی رحمہ اللہ نے انہیں امت کے مشہور ترین چار قاضیوں میں شمار کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: اس امت کے چار قاضی ہوئے ہیں: عمر، علی، زید بن ثابت اور ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہم۔

(سير أعلام النبلاء: 389/2)

انصاف پسند حکمران

سیدنا عمر ؓ کا رہن سہن اور طور طریقے دیکھنے کے لیے عیسائی بادشاہ قیصر نے اپنا ایک قاصد مدینہ روانہ کیا۔ جب وہ مدینے پہنچا تو اس نے لوگوں سے پوچھا: ''تمہارا بادشاہ کہاں ملے گا؟'' لوگوں نے کہا کہ ہمارا کوئی بادشاہ نہیں ہے، ہاں امیر ضرور ہے۔ وہ اس وقت شہر کے نواحی علاقوں میں نکلا ہوا ہے۔

قاصد سیدنا عمر کو ڈھونڈتا ڈھونڈتا نواحی علاقے میں پہنچا تو کیا دیکھتا ہے کہ آدھی دنیا پر حکومت کرنے والا حکمران تپتی ریت پر سو رہا ہے۔ نہ کوئی بستر ہے نہ تکیہ۔ گرمی کی شدت سے پیشانی سے پسینہ جاری ہے، جو ٹپک ٹپک کر ریت کو گیلا کر رہا ہے۔

جب اس نے سیدنا عمر ؓ کو اس حالت میں دیکھا تو اس پر رقت طاری ہوگئی اور بولا: ''جس آدمی کی ہیبت، رعب اور دبدبے نے بادشاہوں کی نیندیں حرام کر دی ہیں، اس کی یہ حالت ہے کہ وہ بے خوف ہو کر زمین پر سویا ہوا ہے؟! پھر اس نے کہا:

اے عمر! تم نے اپنی مملکت میں عدل و انصاف قائم کیا، اس لیے تم پرسکون بھی ہو اور گہری نیند بھی سو رہے ہو جبکہ ہمارا بادشاہ ظلم و جبر سے حکومت کرتا ہے، اس وجہ سے ڈر و خوف نے اس کی نیندیں حرام کر دی ہیں... میں گواہی دیتا ہوں کہ تمہارا دین حق پر ہے، اگر میں قیصر کے قاصد کے طور پر نہ آیا ہوتا تو اسلام قبول کر لیتا لیکن اب میں واپس جا کر اسلام قبول کروں گا''۔ (أخبار عمر : ص328، و لن تلقى مثل عمر : 2/261)

تاریخ کی کتابوں میں لکھا ہے کہ سیدنا عمر فاروق فرمایا کرتے تھے:

إِنَّهُ مَسْئُولٌ عَنْ بَغْلَةٍ تَعْثُرُ فِي الْعِرَاقِ لَمْ يُسَوِّ الطَّرِيقَ

''اگر سرزمین عراق میں زمین کی ناہمواری کی وجہ سے کوئی خچر بھی گر جائے تو اس کا میں ہی ذمہ دار ٹھہروں گا''۔ (محض الصواب في فضائل أمير المؤمنين عمر بن الخطاب:1/391)

حاضر جوابی اور معاملہ فہمی

سیدنا عمر ؓ کی حاضر جوابی اور معاملہ فہمی ملاحظہ فرمائیں کہ ایک دفعہ آپ سے پوچھا گیا کہ ایک شخص گناہ کی رغبت دل میں پاتا ہے لیکن اس کا ارتکاب نہیں کرتا، یہ افضل اور زیادہ ثواب کا مستحق ہے یا وہ شخص جو بُرائی سے نفرت کرتے ہوئے اس سے رُکتا ہے؟ آپ نے اس بارے میں فیصلہ کُن بات لکھی، فرمایا: جو لوگ گناہ کی رغبت کے باوجود اس کا ارتکاب نہیں کرتے، یہی وہ لوگ ہیں جن کے دلوں کو اللہ تعالیٰ نے تقویٰ کے لیے منتخب کر لیا ہے۔ ان کے لیے مغفرت اور باعزت اجر ہے۔

اسماء الرجال کے علم کی بنیاد

ایک دفعہ ابوموسیٰ اشعری ؓ سیدنا عمر ؓ کے دروازے پر تشریف لائے اور تین مرتبہ سلام کیا۔ سیدنا عمر فاروق ؓ مصروف تھے۔ ابوموسیٰ ؓ کو اجازت نہ ملی تو وہ واپس چلے گئے۔ سیدنا عمر فاروق ؓ اپنی مصروفیت سے فارغ ہوئے تو فرمایا: مجھے عبداللہ بن قیس ؓ کی آواز سنائی دی تھی؟ اسے آنے کی اجازت دو۔ سیدنا عمر فاروق ؓ کو بتایا گیا کہ وہ تو واپس چلے گئے۔ سیدنا عمر فاروق ؓ نے انہیں بلا بھیجا۔ وہ آئے تو ان سے واپس چلے جانے کی وجہ پوچھی۔ ابوموسیٰ ؓ نے عرض کیا: ہمیں اسی طرح کرنے کا حکم ہے۔ سیدنا عمر فاروق ؓ نے فرمایا: اس سلسلے میں کوئی ثبوت پیش کرو، پھر انہیں ساتھ لے کر انصار کی ایک مجلس میں تشریف لائے اور ان سے یہ معاملہ دریافت کیا۔ انہوں نے کہا: اس مسئلے پر ہمارا سب سے کم عمر آدمی گواہی دے گا، چنانچہ ابوسعید ؓ کھڑے ہو گئے۔ انہوں نے کہا: جی ہاں! ہمیں اسی طرح حکم ہے۔ یہ سن کر سیدنا عمر فاروق ؓ نے فرمایا: میں بازاروں میں کاروبار کے لیے بہت مصروف رہتا تھا، اس لیے مجھے رسول اللہ ﷺ کا یہ فرمان معلوم نہ ہو سکا۔ (صحیح مسلم:2153)

دوسروں کی رائے کا احترام

سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کی حسن تدبیر سے امت کو جو کامیابی حاصل ہوئی اس کا ثبوت حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ کی اس روایت سے ملتا ہے جس میں انہوں نے بیان کیا: میں مہاجرین کی ایک جماعت کو قرآن پڑھاتا تھا، اس جماعت میں عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ بھی تھے۔ میں منیٰ میں عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ کی رہائش گاہ پر ان کا منتظر تھا، جبکہ عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ حج کے موقع پر سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے ساتھ تھے۔ یہ سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ کا آخری حج تھا۔ اسی دوران عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ واپس آئے اور کہنے لگے: ابن عباس! کاش تو دیکھتا۔ آج ایک آدمی امیر المؤمنین رضی اللہ عنہ کے پاس آیا، اس نے کہا: امیر المؤمنین! کیا آپ نے فلاں آدمی کی بات سنی؟ وہ کہہ رہا تھا: اگر عمر فوت ہو جائیں تو میں فلاں آدمی کے ہاتھ پر بیعت کرلوں گا۔ سیدنا ابو بکر رضی اللہ عنہ کی بیعت بھی تو اسی طرح اچانک شروع ہوئی اور مکمل ہوگئی تھی۔ سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے یہ بات سنی تو طیش میں آگئے اور فرمایا:

موجودہ دور میں حج کے موقع پر منیٰ کی خیمہ بستی کا ایک منظر

میں آج شام لوگوں سے خطاب کروں گا اور جو افراد لوگوں کے حقوق غصب کرنا چاہتے ہیں اُن کی گوشمالی کروں گا۔ اس پر عبدالرحمٰن رضی اللہ عنہ نے کہا کہ میں نے امیر المؤمنین سے عرض کیا: نہیں، امیر المؤمنین! آپ ایسا

نہ کیجیے کیونکہ یہ حج کا موسم ہے۔ یہاں گند ذہن اور نچلے طبقے سے تعلق رکھنے والے لوگ بھی آئے ہوئے ہیں اور آپ کے خطاب کے دوران اکثریت انہی لوگوں کی ہوگی۔ مجھے ڈر ہے کہ یہ لوگ آپ کی بات کا غلط مطلب اخذ کریں گے اور اسے آگے نشر کردیں گے۔ وہ آپ کی بات غور سے سننے کی زحمت ہی نہیں کریں گے نہ آپ کے ارشادات کا صحیح مطلب سمجھنے کی کوشش کریں گے۔ آپ رک جائیے۔ جب آپ واپس مدینہ منورہ پہنچ جائیں تب خطاب فرمائیں کیونکہ مدینہ ہجرت کا مقام اور سنت نبوی کا گہوارہ ہے۔ وہاں علماء اور اہل دانش کی مجلس بلائیے، پھر اپنے دل کی بات کہیے۔ اہلِ علم آپ کی بات غور سے سنیں گے اور اس کا درست مطلب اخذ کریں گے۔ سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے اس رائے سے اتفاق کیا اور فرمایا: اللہ کی قسم! میں مدینہ پہنچتے ہی پہلی فرصت میں یہی کام کروں گا۔

(صحيح البخاري، حديث: 6830)

دین اور دنیا ساتھ ساتھ

سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے اپنے عمال کے بارے میں ارشاد فرمایا: میں فاجروں کی صلاحیتوں اور نیک لوگوں کی بے ہنری اور کم فہمی کے معاملے کی اللہ ہی سے شکایت کرتا ہوں۔ یعنی میں انتہائی متقی اور پرہیزگار لوگوں کو ہی منصب دینا چاہتا ہوں مگر اُن میں معاملہ فہمی اور حالات کو کنٹرول کرنے کی مطلوبہ صلاحیت نہیں ہوتی۔ مجبوراً مجھے ایسے لوگوں کو عامل مقرر کرنا پڑتا ہے جو نیکی اور تقویٰ میں اُن سے کہیں کم ہوتے ہیں۔ مزید فرمایا:

جو شر کو جانتا ہی نہیں اس کے شر میں مبتلا ہونے کا زیادہ امکان ہے۔ مزید فرمایا: میں دغا باز نہیں ہوں۔ نہ کوئی دغا باز مجھے دھوکا دے سکتا ہے۔ مزید فرمایا: اللہ پاک اپنے بندوں کو جس چیز کا حکم دیتا ہے اس پر ان کی اعانت بھی فرماتا ہے اور جس کام سے منع فرماتا ہے اُس سے بچنے کی توفیق بھی عطا کرتا ہے۔

(أخبار عمر: ص 212، وأدب الدنيا والدين: ص 311)

سیدنا عبداللہ بن عباس کی قرآن فہمی

ابن عباس ؓ بلاشبہ سیدنا عمر کے علمی ہراول دستے میں سے تھے۔ عبدالرحمٰن بن زید ؓ بیان کرتے ہیں: جب عمر فاروق ؓ نماز اشراق سے فارغ ہو جاتے تو اپنے کھجوروں کے کھلیان میں تشریف لے آتے تھے، پھر وہ کچھ قرآن پڑھنے والے نوجوانوں کو بُلاتے تھے۔ ان میں ابن عباس ؓ بھی ہوتے تھے۔ وہ آتے ، قرآن کریم پڑھتے اور ایک دوسرے کو پڑھاتے۔ قیلولے کا وقت ہو جاتا تو واپس چلے جاتے تھے۔ عبدالرحمٰن ؓ فرماتے ہیں: ایک دفعہ لڑکے یہ آیت پڑھ رہے تھے:

﴿ وَإِذَا قِيلَ لَهُ اتَّقِ اللَّهَ أَخَذَتْهُ الْعِزَّةُ بِالْإِثْمِ ۚ فَحَسْبُهُ جَهَنَّمُ ۚ وَلَبِئْسَ الْمِهَادُ ﴿٢٠٦﴾ وَمِنَ النَّاسِ مَن يَشْرِي نَفْسَهُ ابْتِغَاءَ مَرْضَاتِ اللَّهِ ۗ وَاللَّهُ رَءُوفٌ بِالْعِبَادِ ﴿٢٠٧﴾ ﴾

(البقرة: 206)

''اور جب اس سے کہا جاتا ہے اللہ سے ڈر تو اس کا تکبر اور تعصب اسے گناہ پر آمادہ کر دیتا ہے۔ ایسے شخص کے لیے بس جہنم ہی ہے اور یقیناً وہ بدترین جگہ ہے۔ اور بعض لوگ وہ بھی ہیں کہ اللہ کی رضامندی کی طلب میں اپنی جان تک بیچ ڈالتے ہیں اور اللہ اپنے بندوں پر بڑی شفقت کرنے والا ہے''۔

یہ آیت سنتے ہی ابن عباس ؓ نے پاس بیٹھے دوستوں سے کہا: دو آدمی لڑ پڑے۔ سیدنا عمر فاروق ؓ نے یہ بات سنی اور دریافت فرمایا: تم نے کیا کہا؟ ابن عباس ؓ نے عرض کیا: کچھ نہیں، امیر المؤمنین! سیدنا

عمر ؓ نے فرمایا: کیا تم نے یہ نہیں کہا کہ دو آدمی لڑ پڑے؟ ابن عباس ؓ سمجھ گئے کہ سیدنا عمر فاروق ؓ نے بات سن لی ہے تو بیان کیا: یہ آیت مقدسہ بتا رہی ہے کہ وہ ظالم شخص جسے اللہ رب العزت سے ڈرنے اور ظلم و فساد سے باز آنے کی تلقین کی جائے تو اس کا گھمنڈ اسے اور زیادہ گناہ پر اُکساتا ہے۔ جس آدمی کا یہ حال ہو وہ ظلم و فساد سے کبھی باز آنے والا نہیں۔ اسے تو جہنم ہی کفایت کرے گی۔ پس جس نے جہنم کا ٹھکانا ڈھونڈا اس نے کتنا بُرا ٹھکانا ڈھونڈا۔ اس کے برعکس ایک آدمی ایسا ہے جو نفس پرستی کی جگہ اللہ تعالیٰ کی بندگی کے جذبے سے معمور ہوتا ہے اور اللہ رب العزت کی خوشنودی کی طلب میں اپنی جان بھی بیچ دیتا ہے، یعنی رضائے الٰہی کی راہ میں اپنا سب کچھ قربان کر دیتا ہے۔ اللہ تعالیٰ ایسے مخلص بندے کے لیے سراسر شفقت اور مہربانی فرمانے والا ہے۔ میرا خیال ہے کہ یہی وہ آدمی ہے جو پہلی قسم کے شخص کو اللہ تعالیٰ سے ڈرنے کی تلقین کرتا ہے مگر وہ اپنے تکبر کی وجہ سے اللہ کا حکم قبول نہیں کرتا بلکہ بدستور گناہ پر اڑا رہتا ہے۔ اس طرح گویا یہ شخص نیکی کی تلقین کرنے والے سے لڑنا شروع کر دیتا ہے۔ اسی لیے میرا خیال ہے کہ یہ دونوں ایک دوسرے کے مدمقابل آ گئے اور باہم لڑ پڑے۔

سیدنا عمر ؓ نے ان کے یہ تشریحی ارشادات سُنے تو فرطِ مسرت سے فرمایا: لِلّٰهِ تِلَادُكَ يَا ابْنَ عَبَّاسٍ! اے ابن عباس! تیرا یہ کمال اللہ ہی کی طرف سے ہے۔

(تفسير الطبري: 4/245)

غوطہ خور! غوطہ لگا!

سیدنا عمر ؓ نے ابن عباس ؓ سے قرآن کے بارے میں کوئی سوال کرنا ہوتا تو فرماتے: غوطہ خور! غوطہ لگا! سیدنا عمر ؓ کو جب مشکل ترین مسائل درپیش ہوتے تو ابن عباس ؓ سے فرماتے: ابن عباس ؓ! ہم پر مشکل ترین مسائل آن پڑے ہیں انہیں آپ اور آپ جیسے اصحاب فراست ہی حل کر سکتے ہیں، پھر وہ انہی کی رائے کو ترجیح دیتے تھے۔ مشکل معاملے کے موقع پر وہ ابن عباس ؓ کے سوا کسی اور کو طلب نہیں فرماتے تھے۔

(تفسير التابعين: 1/379، وطبقات ابن سعد: 2/369)

سیدنا عباس بن عبدالمطلب ؓ کا احترام

فاروق اعظم ؓ نے لوگوں کو نبی ﷺ کے چچا عباس ؓ کی فضیلت سے آگاہ کیا۔ اور انہیں احساس دلایا کہ عباس ؓ کتنے محترم اور کس قدر بلند رتبہ انسان ہیں۔ یہ نظارہ اس وقت دکھائی دیا جب عام الرمادۃ میں سیدنا عمر ؓ نے بارش کے لیے سیدنا عباس ؓ سے اللہ کے حضور دعا کرائی۔ سیدنا عمر ؓ حلفاً کہا کرتے تھے

إِنَّ إِسْلَامَهُ أَحَبُّ إِلَيْهِ مِنْ إِسْلَامِ أَبِيهِ لَوْ أَسْلَمَ،

لِأَنَّ إِسْلَامَ الْعَبَّاسِ أَحَبُّ إِلَى رَسُولِ اللَّهِ

''مجھے عباس ؓ کا مسلمان ہونا اپنے باپ کے مسلمان ہونے سے زیادہ عزیز ہے، اگر وہ مسلمان ہو جاتا؛ کیونکہ اللہ کے رسول ﷺ کو عباس ؓ کا مسلمان ہونا بہت محبوب تھا''۔

(العقيدة في أهل البيت بين الإفراط والتفريط: ص 210)

ابن عباس ؓ کے کمالات

سیدنا سعد بن ابی وقاص ؓ فرماتے ہیں: میں نے ابن عباس ؓ سے بڑھ کر کسی کو حاضر جواب، ذہین، زیادہ علم والا اور زیادہ بُردبار نہیں پایا۔ میں نے سیدنا عمر فاروق ؓ کو بڑے کٹھن مسائل میں انہی کو بلاتے دیکھا ہے۔ جب ابن عباس ؓ آجاتے تو سیدنا عمر فاروق ؓ فرماتے: میرے روبرو ایک کٹھن مسئلہ آن پڑا ہے۔ جب ابن عباس ؓ اس کا حل پیش فرماتے تو سیدنا عمر فاروق ؓ اسے قبول فرما لیتے تھے۔ سیدنا عمر فاروق ؓ کے اردگرد اکثر بدری مہاجرین اور انصار ہوتے تھے۔

سیدنا عمر ؓ سب کو مخاطب کر کے فرمایا کرتے تھے:

ذَاكُمْ فَتَى الْكُهُولِ، إِنَّ لَهُ لِسَانًا سَئُولًا وَقَلْبًا عَقُولًا

یہ پختہ فکر نوجوان ہے، اس کے پاس سوال کرنے کا سلیقہ اور بہت فہم و فراست والا دل ہے۔

(تفسير التابعين: 379/1)

تراشے

طلحہ بن عبیداللہ ؓ بیان کرتے ہیں: مجھے معلوم نہیں کہ سیدنا عمر فاروق ؓ کسی کو ابن عباس ؓ سے بھی زیادہ عزت بخشتے ہوں۔ (طبقات ابن سعد: 370/2)

سیدنا عمر ؓ نے ایک بیمار اور تھکا ہوا اونٹ دیکھا تو آگے بڑھے۔ اپنا ہاتھ اس کی پشت پر پھیرنے لگے، پھر فرمایا: مجھے ڈر ہے کہ اس اونٹ کے بارے میں بھی مجھ سے سوال کیا جائے گا۔

(الطبقات لابن سعد: 215/3)

ایک مرتبہ فاروق اعظم ؓ کے دور خلافت میں زلزلہ آیا تو انہوں نے فرمایا: اے لوگو! یہ زلزلہ تمہارے برے اعمال کا نتیجہ ہے۔ قسم ہے اس ذات کی جس کے ہاتھ میں میری جان ہے! اگر دوبارہ زلزلہ آیا تو میں تمہارے ساتھ ہرگز نہ رہوں گا۔

ایک مرتبہ سیدنا عمر فاروق ؓ نے راز کو چھپانے کی وصیت فرماتے ہوئے اور اس عمل کے انجام کی خوبی بیان کرتے ہوئے فرمایا: جس شخص نے اپنے راز کو دوسروں سے چھپا لیا، اختیار و اقتدار اُسی کے ہاتھ آ گیا۔

سیدنا عمر فاروق نے محبت اور بغض کے بارے میں اعتدال کی راہ اختیار کرنے کی وصیت فرمائی کہ تمہاری محبت فریفتگی تک اور تمہارا بغض نقصان کی حد تک نہ پہنچنا چاہیے۔

جن اجتماعات میں غیر قوم بھی شریک ہوتی تھیں۔ ان میں سیدنا عمر فاروق کے خطبہ کا ترجمہ بھی ساتھ ساتھ ہوتا جاتا تھا۔ چنانچہ دمشق میں بمقام جابیہ آپ نے جو خطبہ دیا' ایک مترجم ساتھ ہی ساتھ اس کا ترجمہ بھی کرتا جا رہا تھا۔ (إزالة الخفاء: 135/2)

عہد فاروقی میں علم کے سرچشمے

وہ علمی مدارس جن کی بنیاد مفتوحہ علاقوں میں سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ کی وساطت سے رکھی گئی، لوگوں کی تعلیم و تربیت کے حوالے سے ان کا عظیم کردار سامنے آیا۔ شامی مدرسہ حضرت معاذ رضی اللہ عنہ، ابودرداء رضی اللہ عنہ اور عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ جیسے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی مساعیِ جمیلہ سے پروان چڑھا۔ حضرت ابودرداء رضی اللہ عنہ کا دمشق میں ایک عظیم الشان حلقہ قائم تھا۔ اس میں تقریباً سولہ سو (1600) افراد شریک ہوتے تھے۔ لوگ دس، دس افراد کی ٹولیوں میں بٹے ہوئے تھے اور نہایت شوق سے قرآن پڑھتے تھے۔ ان میں ایک دوسرے سے بڑھ کر اچھا پڑھنے کا مقابلہ ہوتا تھا۔ حضرت ابودرداء رضی اللہ عنہ خود ان کے پاس کھڑے ہو کر حروف قرآن کے متعلق تعلیم دیتے۔ (غاية النهاية في طبقات القراء، لابن الجوزي: 607/1)

علماء کا احترام

سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے اللہ کے دین کی دعوت عام کرنے کے لیے ایک ایسی خصوصی جماعت تیار کر دی جو دینی مسائل کے ادراک میں ممتاز مقام رکھتی تھی۔ ابن مسعود رضی اللہ عنہ کا نہ صرف اپنے شاگردوں کے دلوں میں زبردست احترام تھا بلکہ بعد میں آنے والے لوگوں میں بھی ان کے اثرات جلوہ گر ہوتے رہے۔

سیدنا عمر رضی اللہ عنہ ان کے علم کے بے حد معترف تھے۔ زید بن وہب بیان فرماتے ہیں: میں کچھ لوگوں کے ساتھ سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ کی مجلس میں بیٹھا تھا۔ ایک کمزور سا دبلا پتلا آدمی آیا۔ سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے اس کی طرف دیکھا تو ان کا چہرہ خوشی سے چمکنے لگا۔ آپ نے فرمایا: یہ بڑا کھلا ظرف ہے جو علم سے بھرا ہوا ہے۔ یہ بہت بڑا ظرف ہے جو علم سے بھرا ہوا ہے۔ یہ بڑا کشادہ ظرف ہے جو علم سے لبریز ہے۔ یہ سب تعریفی کلمات آپ نے جس شخصیت کے بارے میں کہے وہ عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ تھے۔ (الطبقات الكبرى، لابن سعد: 153/6)

کوفی مدرسے میں سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کے اثرات تادیر قائم رہے۔ دیگر تمام مدارس کی نسبت اس مدرسے کے فیض یافتگان اپنے معلم گرامی ابن مسعود رضی اللہ عنہ کی اقتدا کا زیادہ اہتمام کرتے تھے۔ عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کی وفات کے بعد بھی عرصہ دراز تک ان کے اثرات بدستور قائم و دائم رہے۔ (تفسير التابعين: 462/1)

علم کی اشاعت و ترویج

شام کا علاقہ فتح ہوا تو یزید بن ابی سفیان رضی اللہ عنہ نے عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کو لکھا کہ شام کی آبادی بہت بڑھ گئی ہے۔ دور دور تک شہروں کے شہر لوگوں سے بھر گئے ہیں۔ اب ایسے معلمین کی اشد ضرورت ہے جو انہیں قرآن کی تعلیم دیں اور شرعی مسائل سے آگاہ کریں۔ اس مقصد کے لیے آپ میری مدد فرمائیں۔ یہ مکتوب پڑھ کر سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے معاذ بن جبل، عبادہ بن صامت اور ابودرداء رضی اللہ عنہم کو شام روانہ فرمایا اور انہیں تاکید فرمائی: تم سب سے پہلے ''حمص'' شہر سے تعلیم کا آغاز کرنا۔ تم وہاں مختلف اقسام کے لوگ پاؤ گے۔ ان میں سے بعض علم کے فوری حصول کی زیادہ بہتر استعداد والے ہوں گے۔ تم سب سے پہلے ایسے ہی لوگوں کو تعلیم کے لیے منتخب کرنا۔ جب تمہیں تسلی ہو جائے تو تم میں سے ایک آدمی وہاں رہے جبکہ دوسرا دمشق اور تیسرا فلسطین چلا جائے۔ انہوں نے ایسا ہی کیا۔ وہ سیدھے حمص پہنچے۔ جب انہیں اطمینان ہو گیا کہ لوگ مناسب علمی سطح پر پہنچ گئے ہیں تو عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ وہاں رک گئے جبکہ ابودرداء رضی اللہ عنہ دمشق اور معاذ رضی اللہ عنہ فلسطین روانہ ہو گئے۔ (الأنصار في العصر الراشدي: 259)

مساجد کی تعمیر

سیدنا فاروق اعظم ؓ نے بہت سے علمی گروپ تشکیل دیے۔ ان کے ارکان اپنے اپنے فن کے ماہر تھے۔ آپ ؓ نے انہیں مختلف شہروں کی طرف بھیجا۔ بڑھتی ہوئی فتوحات کے پیش نظر تمام امراء اور جنگی کمانڈروں کو حکم دیا کہ وہ تمام مفتوحہ علاقوں میں سب سے پہلے مساجد کا قیام عمل میں لائیں تاکہ ان کے ذریعے اسلامی کلچر عام ہو جائے اور مقامی لوگ اسلام کی تعلیمات سے کماحقہ آگاہ ہونے لگیں۔ اس طرح یہ مساجد علم ومعرفت کا مرکز بن جائیں۔ سیدنا عمر ؓ کے حکم سے بننے والی مساجد بالآخر اعلیٰ درجے کی دینی دانش گاہیں بن گئیں۔ یہی وہ مساجد تھیں جہاں اسلامی تاریخ کے اولین علمی ادارے قائم ہوئے۔ یہیں سے صحابہ کرام ؓم نے سیدنا عمر فاروق ؓ کے تیار کردہ منشور کو سامنے رکھ کر فروغ اسلام کا جامع نقشہ بنایا اور اسے عملی جامہ پہنانے کے لیے آگے بڑھے۔ انہوں نے امت کو انتہائی محنت اور لگن سے دین کی تعلیم دی۔ دینی علوم کی تدریس اور اسلامی تہذیب وثقافت کے فروغ کی ٹھیک ایسی ہی منصوبہ بندی تھی جس کا آغاز رسالت مآب ﷺ نے اپنے عہد مبارک میں فرمایا تھا۔ سیدنا عمر فاروق ؓ کے دور خلافت میں اُن مساجد کی تعداد جہاں جمعہ ادا کیا جاتا تھا بارہ ہزار تک پہنچ چکی تھی۔ (نظام الحكومة الإسلامية:262/2)

دومۃ الجندل کے علاقے میں سیدنا عمر فاروق کے نام سے منسوب ایک تاریخی مسجد کے مینار کی تصویر

علمی مراکز کی تعمیر

سیدنا عمر ؓ کے دور میں قائم ہونے والے مراکزِ تعلیم لوگوں کو دینی تربیت بھی دیتے تھے اور ان کی عادتیں سنوارنے میں نہایت اہم کردار ادا کرتے تھے۔ پھر جب محسوس کیا گیا کہ مساجد سے الگ بچوں کی تعلیم کے لیے علیحدہ تدریسی مراکز ہونے چاہئیں تو سیدنا عمر فاروق ؓ نے جداگانہ درسگاہیں تعمیر کرائیں اور بچوں کی تعلیم وتربیت کے لیے خصوصی اساتذہ مقرر فرمائے۔ (السلطة التنفيذية:768/2)

سیدنا عمر ؓ نے طلباء کو مختلف علوم حاصل کرنے کی ترغیب دی۔ ان کے لیے حصول علم کے راستے آسان اور کشادہ کیے اور ان کے لیے خصوصی وظائف مقرر فرمائے۔ انہوں نے اپنے گورنروں کو یہ بھی لکھا کہ وہ تعلیمی میدان میں شاندار کارکردگی دکھانے والوں کو انعامات سے نوازیں۔ انہوں نے سعد بن ابی وقاص ؓ کو لکھا کہ قرآن کی تعلیم حاصل کرنے والے طلباء کو عطیات دیے جائیں۔ (أشهر مشاهير الإسلام:540/2، 541)

تعلیم دین میں مسجد کا کردار

سیدنا عمر ؓ کے عہد مبارک میں جوں جوں فتوحات پھیلتی گئیں، اسی نسبت سے سیدنا عمر فاروق ؓ کو تعلیم دین کی ضرورت کا احساس بے چین کرتا رہا۔ انہوں نے گورنر بصرہ حضرت ابوموسیٰ اشعری ؓ کو ایک مکتوب ارسال کیا اور حکم دیا کہ ایک جامع مسجد بنائیں، اسی طرح مختلف قبائل میں مساجد کی تعمیر پر خاص زور دیا۔ اور حکم دیا کہ جمعہ کے دن سب مسلمان جامع مسجد میں جمعہ ادا کریں، تاکہ وہ لوگ صحابہ کرام کے ذریعے مسائل دین سے واقف ہو جائیں۔ اسی طرح انہوں نے گورنر کوفہ سعد بن ابی وقاص ؓ اور گورنر مصر عمرو بن العاص ؓ کو یہی احکامات جاری فرمائے۔ اور شام کے جنگی کمانڈروں کو تاکید فرمائی کہ تم لوگ صحرا اور دیہاتوں میں پھیل کر شہروں کو خالی نہ چھوڑو۔ اور یہ کہ ہر شہر میں ایک ایک مسجد بناؤ اور ہاں! کوفہ، بصرہ اور مصر والوں نے جس طرح قبائل سے منسوب مساجد بنائی تھیں تم اس طرح نہ بنانا۔ (عصر الخلافة الراشدة: ص 275)

حصول علم بھی عبادت ہے

سیدنا ابوموسیٰ رضی اللہ عنہ جب مدینہ تشریف لاتے تو زیادہ وقت سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ ہی کے ساتھ رہتے تھے۔ ابو بکر بن ابوموسیٰ سے روایت ہے کہ ایک دن ابوموسیٰ رضی اللہ عنہ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کے پاس عشاء کے وقت تشریف لائے۔ انہوں نے پوچھا: آپ اس وقت کیسے آئے؟

ابوموسیٰ رضی اللہ عنہ نے عرض کیا: آپ سے کچھ باتیں کرنے آیا ہوں۔ سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے فرمایا: اس وقت؟ ابوموسیٰ رضی اللہ عنہ نے عرض کیا: جی ہاں، کچھ علمی باتیں کرنی ہیں۔ سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ بیٹھ گئے۔ دونوں دیر تک باہم گفتگو کرتے رہے، پھر ابوموسیٰ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: امیر المؤمنین! نماز کا وقت ہو گیا ہے۔ سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے فرمایا: اب بھی ہم نماز ہی میں تھے۔ گویا علمی گفتگو ان کے نزدیک عبادت ہی میں شمار ہوتی تھی۔

(أبو موسى الأشعري، لمحمد طهاز: ص 121)

فن خطاطی اور املاء کا اہتمام

تاریخی شواہد سے پتا چلتا ہے کہ سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ عربی رسم الخط کی غلطی پر سرزنش فرماتے تھے کیونکہ کاتب ایسے کام کا ذمہ دار ہے جس میں اسے ماہر ہونا چاہیے اور اسے اپنی ذمہ داری بخوبی نبھانی چاہیے۔ ایک روایت میں ہے کہ ایک مرتبہ ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ نے سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ کو ایک خط لکھا۔ اسے پڑھ کر سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے لکھا: تمہارے کاتب نے خط لکھنے میں لفظی غلطی کا ارتکاب کیا ہے، اس کی سخت سرزنش کرو۔

علامہ ابن جوزی رحمۃ اللہ علیہ بیان کرتے ہیں کہ عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ کے کاتب نے ایک دفعہ سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ کی خدمت میں ایک خط لکھا تو اس نے بسم اللہ کی سین نہیں لکھی۔ سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ کو لکھا کہ اسے ایک درہ مارو۔ عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ نے اس حکم پر عمل کیا۔ کاتب کو ایک درہ مارا۔ کاتب نے وجہ دریافت کی تو فرمایا: یہ درہ سین نہ لکھنے کی وجہ سے مارا گیا ہے۔

(مناقب أمير المؤمنين لابن الجوزي: 151)

عمدہ شعراء کی تعریف

ایک دفعہ سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے ہرم بن سنان کے ایک بیٹے سے کہا: زہیر نے تمہارے بارے میں بہت عمدہ خیالات کا اظہار کیا ہے۔ اس نے عرض کیا: امیر المؤمنین! ہم اُسے باقاعدہ عطیات دیتے تھے تبھی وہ ہمارے بارے میں فصیح و بلیغ اشعار کہتا تھا۔ سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

ذَهَبَ مَا أَعْطَيْتُمُوهُ وَبَقِيَ مَا أَعْطَاكُمْ

”جو کچھ تم نے اُسے دیا وہ سب ختم ہو گیا اور جو کچھ اس نے تمہیں دیا وہ باقی ہے“۔

(المدينة النبوية فجر الإسلام والعصر الراشدي: 106/2)

زندہ دلی

خلافت کے بار گراں نے سیدنا عمر فاروق کو بہت سنجیدہ بنا دیا تھا۔ وہ ہر وقت اپنی ذمہ داریوں کے بارے میں متفکر رہتے۔ لیکن یہ ان کی طبعی حالت نہ تھی۔ کبھی کبھی موقع ملتا تو زندہ دلی کے اشغال سے بھی جی بہلا لیا کرتے تھے۔ ایک دفعہ عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے رات بھر اشعار پڑھواتے رہے۔ جب صبح ہونے لگی تو کہا: عبداللہ! اب اشعار بند کرو اور قرآن پڑھو۔ ایک دفعہ سفر حج میں عثمان، عبداللہ بن عمر، عبداللہ بن زبیر اور دیگر صحابہ ساتھ تھے۔ عبداللہ بن زبیر اپنے ہم عمروں کے ساتھ کھیلتے کودتے اور حنظل کے دانے اچھالتے چلتے تھے۔ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ صرف اس قدر فرماتے تھے: دیکھو اونٹ بدکنے نہ پائیں، لوگوں نے رباح سے حُدی گانے کی فرمائش کی، وہ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کے خیال سے رکے لیکن جب حضرت عمر نے کچھ ناراضی ظاہر نہ کی تو رباح نے گانا شروع کیا۔ حضرت عمر بھی سنتے رہے، جب صبح ہو چلی تو فرمایا: ”بس اب اللہ تعالیٰ کے ذکر کا وقت ہے۔ ایک دفعہ سفر حج میں ایک سوار گاتا جاتا تھا۔ لوگوں نے حضرت عمر سے کہا: آپ اس کو منع کرتے، فرمایا کہ ”یہ حدی خوانی شتر سواروں کا زاد راہ ہے“۔

(إزالة الخفاء: ص 198، 206)

موجودہ توسیع سے قبل حرم مکی کی ایک تصویر

مسجد حرام کی توسیع

سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے حرم مکی میں بھی چند تبدیلیاں کیں۔ انہوں نے بیت اللہ کے ساتھ ملا ہوا مقام ابراہیم دیوار سے ذرا دور ہٹا دیا اور وہاں نصب کرایا جہاں وہ آج کل موجود ہے تاکہ طواف کرنے اور نماز پڑھنے والوں کو آسانی رہے، پھر اس پر ایک مضبوط اور محفوظ شیشہ نما گنبد بنا دیا۔

سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے حرم مکی کے اردگرد بہت سے گھر خرید لیے اور انہیں حرم میں شامل کر دیا۔ بعض لوگوں نے اپنے مکان بیچنے سے انکار کیا۔ سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے ان کے مکان زبردستی گرا کر ان کی قیمتیں مقرر کر دیں جو بعد ازاں ان گھروں کے مالکوں نے وصول کر لیں۔ انہوں نے مسجد حرام کے گرد ایک دیوار تعمیر کرائی۔ اس پر دیے روشن کیے جاتے تھے۔

■ بیت اللہ کا غلاف ایام جاہلیت میں چمڑے سے تیار کیا جاتا تھا۔ رسول اللہ ﷺ نے عمدہ یمنی کپڑے کا غلاف چڑھایا، بعد ازاں سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے قباطی طرز کا غلاف چڑھایا۔ یہ باریک اور سفید کپڑا تھا جو مصر میں تیار ہوتا تھا۔

(أخبار عمر: ص 126، وعصر الخلافة الراشدة: ص 228)

مسجد نبوی کی توسیع

سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے مسجد نبوی میں توسیع کرائی۔ انہوں نے حضرت عباس بن عبدالمطلب رضی اللہ عنہ کا گھر مسجد نبوی میں شامل کر دیا۔ مسجد نبوی دس ہاتھ قبلہ کی جانب، بیس ہاتھ غربی جانب اور ستر ہاتھ شمالی جانب وسیع کر دی گئی۔ ساری مسجد کی تعمیر دوبارہ اینٹوں اور کھجور کی ٹہنیوں سے کی گئی۔ لکڑی کے ستون لگائے گئے، چھتیں ٹہنیوں سے تیار کی گئیں اور اسے اُوپر سے ڈھانپ دیا گیا تاکہ لوگ بارش سے محفوظ رہ سکیں۔ سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے مسجد کو سرخ یا زرد رنگ کرنے سے منع کر دیا مبادا نمازیوں کی توجہ میں خلل انداز ہو۔ مسجد مٹی سے بنائی گئی اور کنکریاں بچھا کر اس کا فرش تیار کیا گیا تاکہ یہ فرش نمازیوں کے لیے صاف ستھرا رہے اور چلنے والوں کو بھی سہولت رہے۔

(أخبار عمر: ص 126)

موجودہ توسیع سے قبل مسجد نبوی کی ایک تصویر

فسطاط میں واقع عمرو بن عاص ؓ کے نام سے منسوب مسجد
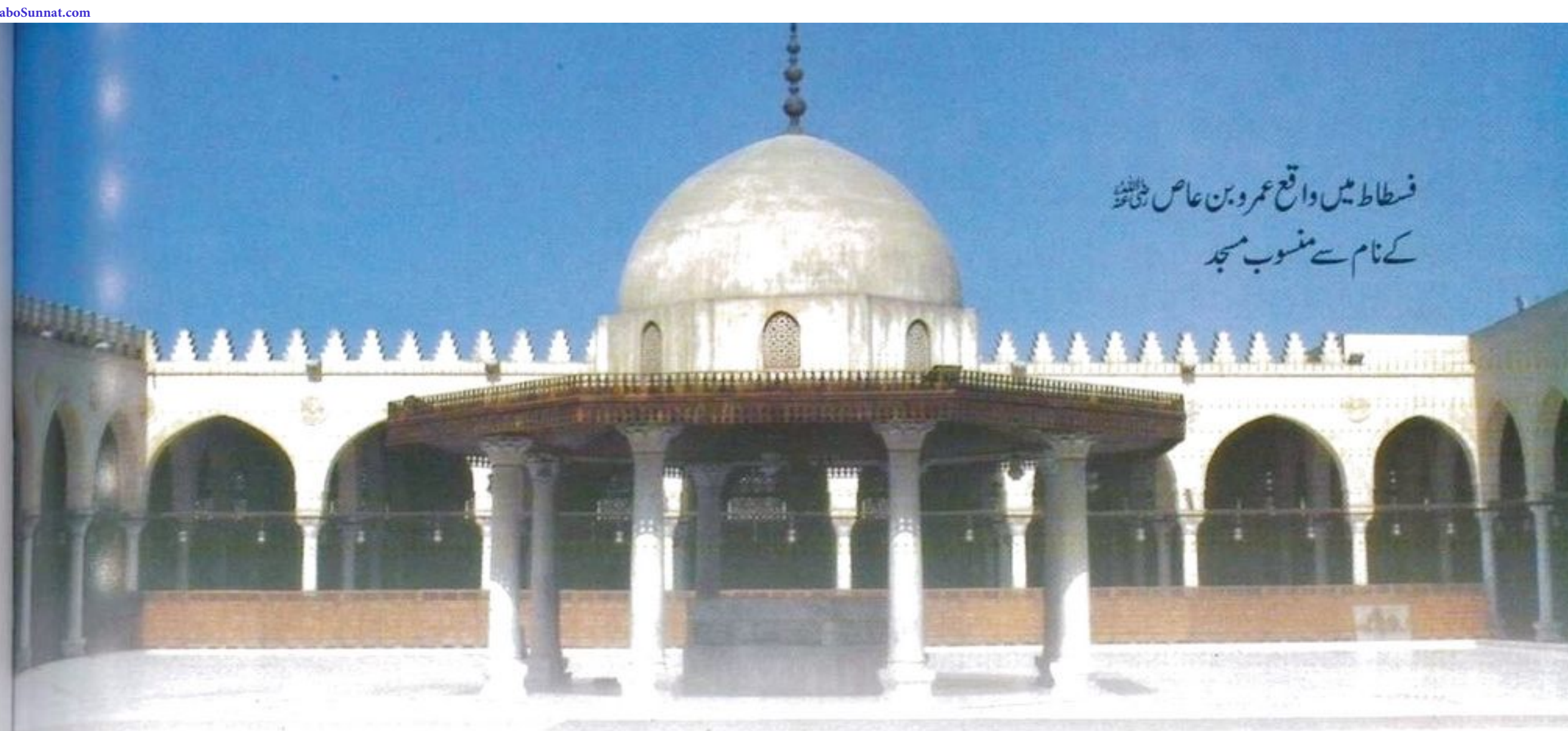
مساجد کا اہتمام

سیدنا عمر ؓ نے مختلف شہروں میں بہت سی مساجد بھی تعمیر کرائیں۔ حضرت سعد بن ابی وقاص ؓ نے کوفہ کی جامع مسجد، عتبہ بن غزوان ؓ نے بصرہ کی جامع مسجد اور عمرو بن عاص ؓ نے فسطاط کی جامع مسجد تعمیر کرائی۔ اس طرز کی بڑی مساجد نہ صرف مسلمانوں کے لیے عبادت کی جگہ تھیں بلکہ اس کے ساتھ ساتھ یہ دینی علوم کا مرکز، باہمی تعارف کا ذریعہ، عدالتی فیصلوں کا مقام اور خلیفہ اور دیگر عمال کے احکام وصول کرنے کی جگہ بھی تھیں۔ (الدور السیاسی للصفوة، ص: 190,189)

عتبہ بن غزوان ؓ سے منسوب مسجد کی قدیم اور جدید تصاویر

مسافروں کے لیے سہولتیں

سیدنا عمر ؓ نے مکہ اور مدینہ کے درمیان پورے راستے میں مسافروں کے لیے انتہائی سہولت بخش انتظامات فرمائے تاکہ دوران سفر میں ان کی ضرورتیں آسانی سے پوری ہوسکیں۔ انہوں نے آب رسانی کا خاص طور پر اہتمام فرمایا۔ جگہ جگہ پانی فراہم کرنے کے ٹھکانے بنوائے۔ اس طرح ایک جگہ سے دوسری جگہ پہنچنے والوں کو پانی آسانی سے میسر آنے لگا۔ (الدور السیاسی للصفوة، ص: 190,189)

نہروں کی کھدائی

سیدنا عمر ؓ نے اپنے دور خلافت میں سرزمین عراق میں ایک نہر کھدوائی اس کی لمبائی تین فرسخ تھی۔ یہ نہر خور سے بصرہ تک چلی گئی۔ اس سے دریائے دجلہ کا پانی بصرہ تک پہنچ گیا۔

نہروں کی کھدائی، خلیجوں کی بحالی، ڈیموں اور پلوں کی تعمیر اور راستوں کی نگہداشت کے انتظامات، یہ وہ فلاحی اور ترقیاتی کارنامے ہیں جو سیدنا عمر فاروق ؓ نے ترجیحی بنیاد پر انجام دیے اور اسلامی ریاست کے بجٹ کا ایک بہت بڑا حصہ انہی فلاحی اور ترقیاتی کاموں پر صرف ہوا۔ (عصر الخلافة الراشدة: ص 230)

دار الدقیق

سیدنا عمر فاروق نے ''دار الدقیق'' کے نام سے ایک بہت بڑا گودام بھی بنوایا جہاں ہر وقت ستو، کھجوریں، مُنقّی اور زندگی کی ضروریات کا دیگر سامان موجود رہتا تھا۔ وہاں سے مسافروں اور مہمانوں کو مطلوبہ غذائی اجناس فراہم کی جاتی تھیں۔ (الدور السیاسی للصفوة، ص: 190,189)

ازواج مطہرات کا حد درجہ احترام

ایک دفعہ سیدات ازواج مطہرات نے سیدنا عمر رضی اللہ عنہ سے حج کی اجازت طلب کی۔ پہلے تو سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے اجازت دینے سے انکار فرما دیا۔ جب اصرار بڑھا تو سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: میں آپ کو اس سال اجازت نہیں دے سکتا۔ آئندہ سال اجازت دوں گا اور یہ صرف میری رائے نہیں ہے بلکہ بہت سے صحابہ کرام کا مشورہ اس میں شامل ہے۔

اگلے سال سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے اُمہات المؤمنین کے سفر کے لیے خصوصی انتظامات کیے۔ عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ اور عبدالرحمان بن عوف رضی اللہ عنہ کو ان کے ساتھ روانہ فرمایا اور اُنہیں ہدایت کی:

أَنْ يَسِيرَ أَحَدُهُمَا بَيْنَ أَيْدِيهِنَّ وَالآخَرُ خَلْفَهُنَّ وَلَا يُسَايِدُهُنَّ أَحَدٌ

”تم میں سے ایک ان کے آگے آگے اور دوسرا آخر میں ان کے پیچھے پیچھے چلے گا۔ ان کے مقابل کوئی نہ چلے گا“۔

جب پڑاؤ کا وقت آئے تو انہیں کسی گھاٹی میں اتارنا اور خود اس گھاٹی کے کنارے پر پہرہ دینا تا کہ ان تک کوئی نہ پہنچ سکے۔ جب طواف کا وقت آئے تو ان کے ساتھ صرف عورتیں ہی طواف کریں۔ ان کے ساتھ کسی مرد کو طواف نہ کرنے دینا۔

(الإدارة في عهد عمر بن الخطاب: ص126، وفتح الباري:4/87)

ایران میں واقع تستر شہر کا ایک خوبصورت منظر

دانیال علیہ السلام کی قبر

تُستَر نامی جگہ میں حضرت دانیال علیہ السلام کی قبر نمودار ہوئی۔ ابوموسیٰ رضی اللہ عنہ نے یہ بات عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کو لکھ بھیجی۔ سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے جوابًا لکھا کہ دن کے وقت تیرہ قبریں کھدواؤ، پھر رات کے وقت اُن کی میت کو کسی ایک قبر میں دفن کر دو اور ان کی قبر کو زمین کے برابر رکھو تا کہ لوگ کسی فتنے میں مبتلا نہ ہونے پائیں۔

(مجموع الفتاوى:15/90)

تلاوت قرآن سے محبت

سیدنا ابوموسیٰ رضی اللہ عنہ بہت خوش آواز اور شیریں لہجے کے حامل تھے۔ وہ جب تلاوتِ قرآن میں مصروف ہوتے تو لوگ اُن کے آس پاس جمع ہو جاتے تھے۔ وہ جب بھی سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کے پاس آتے سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ ان سے تلاوت قرآن ہی کی فرمائش کرتے تھے۔

(أبو موسى الأشعري، لمحمد طهاز: ص 125، 126)

مصر میں واقع بابلیون قلعہ کے آثار

خلیج امیر المؤمنین

سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کو اطلاع ملی کہ بابلیون قلعہ کے قریب سے ایک خلیج دریائے نیل سے بحر احمر کی طرف چلتی تھی جو حجاز اور مصر کو آپس میں ملاتی تھی۔ اس خلیج کی وجہ سے تجارتی سرگرمیوں میں بڑی آسانی رہتی تھی، مگر اب رومیوں نے اسے بے کار کر دیا ہے اور وہ ختم ہو چکی ہے۔ سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے گورنر مصر عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ کو حکم دیا کہ یہ خلیج دوبارہ کھول دی جائے، چنانچہ حضرت عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ نے اس خلیج کو دوبارہ کُھدوایا۔ اس طرح حجاز کے شہروں اور مصر کے دار الخلافہ فسطاط کے درمیان راستے آسان ہو گئے اور دونوں سمندروں کے مابین تجارت پھلنے پھولنے لگی اور خوشحالی کا سامان پیدا ہو گیا۔ مزید برآں اس خلیج کے کنارے پر فسطاط شہر میں تفریح گاہیں قائم ہوئیں۔ گھنے درخت لگائے گئے اور رہائش گاہیں تعمیر ہوئیں۔ حضرت عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ نے اس خلیج کا نام ''خلیج امیر المؤمنین'' رکھا۔

(الفاروق عمر للشرقاوی، ص: 255,254)
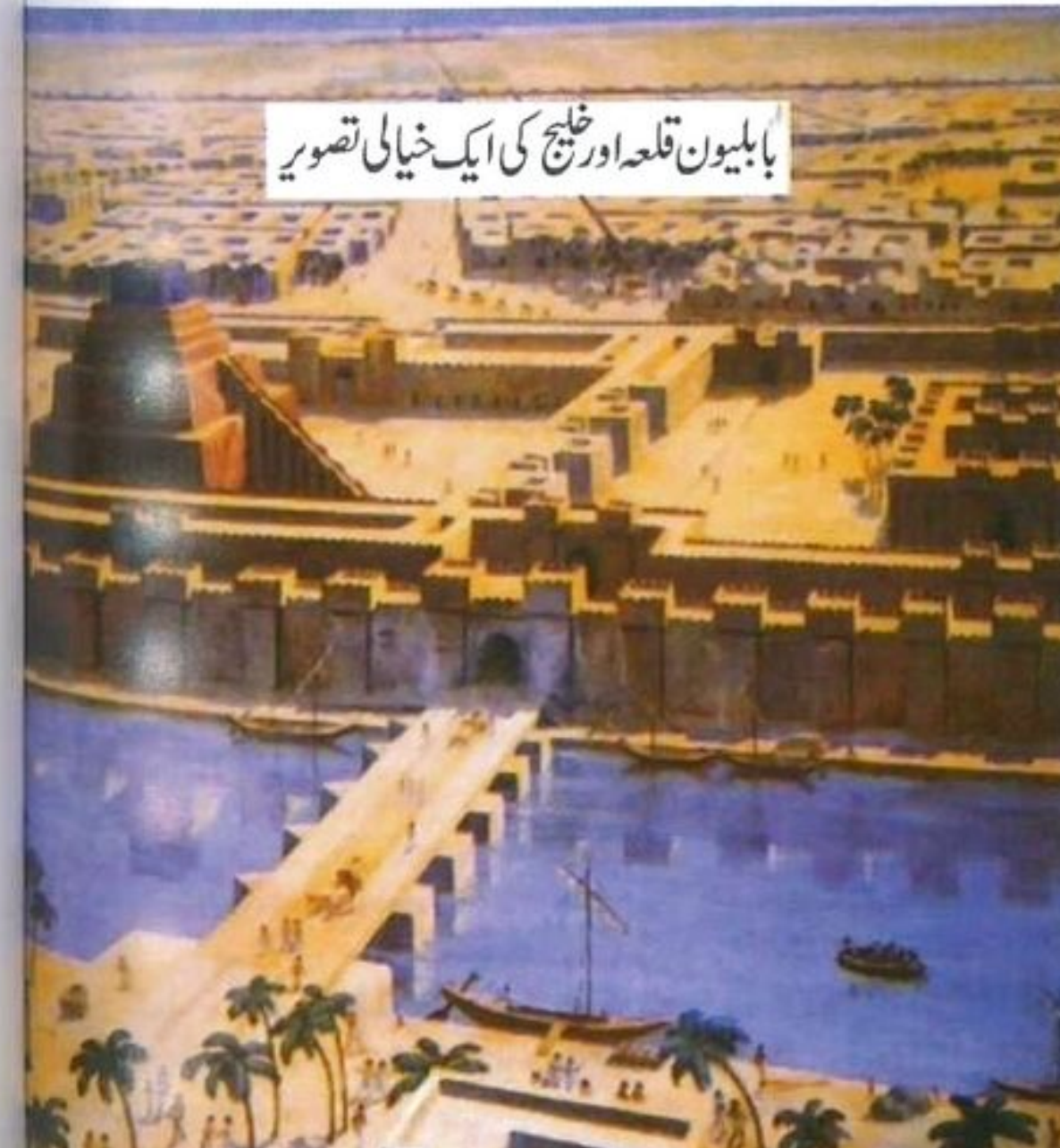
بابلیون قلعہ اور خلیج کی ایک خیالی تصویر

بری و بحری وسائلِ نقل و حمل کی نگہداشت

سیدنا فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے سرکاری خزانے کا کچھ حصہ اسلامی ریاست کے مختلف شہروں کو آپس میں ملانے کے لیے صرف کیا۔ اُنہوں نے اس دور کے وسائل کے مطابق بہت سے اُونٹوں والوں کو پبلک ٹرانسپورٹ کی خدمت پر مقرر فرمایا اور انہیں یہ ذمہ داری سونپی کہ جن لوگوں کے پاس سواری نہ ہو وہ اُنہیں ریاست میں جہاں وہ چاہیں ان کی مطلوبہ جگہ پہنچائیں۔ انہوں نے جزیرہ، شام اور عراق کے مابین سفری سہولتوں کا خاص طور پر اہتمام فرمایا۔

(عصر الخلافة الراشدة، ص:230)

یتیم کا مال

سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کے پاس ایک یتیم کا مال تھا۔

یہ انہوں نے حکم بن عاص ثقفی کو دے رکھا تھا تاکہ وہ اس مال کو تجارت میں لگائے اور اسے زکاۃ ختم نہ کر دے۔

سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کے پاس تجارت کا وقت نہ تھا۔ وہ امور خلافت میں مصروف رہتے تھے۔ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے یتیم کے اس مال کا نفع دیکھا کہ وہ (10000) دس ہزار درہم سے لے کر ایک لاکھ درہم تک جا پہنچا۔ ان کو تجارتی طریقے میں شک گزرا۔

معلوم ہوا کہ تاجر یتیم کے ساتھ صلہ رحمی کی آڑ میں سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے قریب ہونا چاہتا تھا۔ انہوں نے سارا منافع رد کر دیا۔ صرف رأس المال لے لیا کیونکہ وہ ایسے نفع کو جائز تصور نہیں فرماتے تھے۔

(عصر الخلافة الراشدة: ص 195)

بے شمار مال غنیمت

سیدنا عمر فاروق کے دور میں ایران فتح ہوتا ہے وہاں سے جو مال غنیمت ملا اس کی ایک جھلک پر غور فرمائیں۔ ایرانی بادشاہ کسریٰ کے ایک قالین کا تذکرہ کیا جاسکتا ہے جس کی پیائش (3600) مربع میٹر تھی۔ اسے خالص سونے سے تیار کیا گیا تھا۔ اس پر نگینے جڑے ہوئے تھے۔ اس پر پھلوں کی شکلیں جواہرات سے بنائی گئی تھیں۔ اس میں پانی بہنے کی ایک تصویر بنائی گئی تھی۔ اسے سونے کے کام سے نمایاں کیا گیا تھا۔ یہ قالین 20 ہزار درہم میں فروخت ہوا۔ جلولا اور نہاوند کی فتوحات سے بھی مسلمانوں کو بڑی مقدار میں سونا، چاندی اور نہایت قیمتی جواہرات حاصل ہوئے تھے۔ صرف جلولا ہی کے مالِ غنیمت کا خمس (60) لاکھ درہم تھا۔

(عصر الخلافة الراشدة: ص 189)

کسریٰ بن ہرمز کے قلعے کے آثار

چھاؤنیوں کی تعمیر

فوجی چھاؤنیوں کی طرز پر سرحدوں کی آبادی، نئے شہروں کی تعمیر اوران شہروں کا ترقیاتی کام عہد فاروقی کا اہم کارنامہ ہے۔ عہد فاروقی میں مسلمانوں کی فتوحات بہت بڑھ گئیں، چنانچہ سرحدوں کے قریب بہت سے شہر بسائے گئے، باہمی رابطہ کے لیے راستے ہموار اور آسان بنائے گئے، وسیع پیمانے پر زمینیں زیر کاشت لائی گئیں، مسلمانوں کو جہادی مراکز اور جدید مفتوحہ علاقوں کی طرف ہجرت کرنے کی ترغیب دی گئی تاکہ ان علاقوں میں اسلام پھیلے اور وہاں موجود مجاہدین کو افرادی قوت اور سامان جنگ میسر آتا رہے۔

سب سے اہم جو شہر بسائے گئے ان میں بصرہ، کوفہ، موصل، فسطاط اور جزیرہ قابل ذکر ہیں۔ ان کے علاوہ بھی عہد فاروقی میں کئی شہر آباد کیے گئے یہ تمام شہر قبائل اور ان کے پرچموں کی بنیاد پر تمام فوج کے مابین تقسیم کیے گئے، پھر ان شہروں میں فلاحِ عامہ کی تمام سہولتیں فراہم کی گئیں۔ بازار بنائے گئے۔ مساجد تعمیر کی گئیں۔ مجاہدین کے گھوڑوں اور اونٹوں کے لیے چراگاہیں بھی مخصوص کی گئیں۔ حجاز اور جزیرہ عرب کے دیگر علاقوں اور شہروں کے لوگوں کو ان شہروں میں سکونت اختیار کرنے کی ترغیب دی گئی تاکہ یہ علاقے مستقل اور مضبوط فوجی مرکز بن جائیں۔ اور وہاں سے دشمنوں کی سرزمین میں پہنچنے کے لیے فوجوں کی تیاری کے سلسلے میں مدد حاصل ہو سکے اور اسلام کی دعوت دور دور تک پہنچا دی جائے۔

(اقتصاديات الحرب في الإسلام: ص245)

غذائی گودام کی وسعت

مصر، شام اور عراق سے مدد آنے تک سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ قحط زدہ لوگوں کو آٹے کے سرکاری گوداموں سے کھانا کھلاتے رہے۔ غذائی گودام بہت بڑے اقتصادی ادارے کی حیثیت رکھتے تھے۔ ان گوداموں سے مدینہ آنے والوں کو آٹا، ستو، کھجور اور منقیٰ تقسیم کیے جاتے تھے۔ یہ ادارہ اتنا وسیع تھا کہ قحط کے دوران نو مہینے تک مسلسل ہزاروں لوگوں کو خوراک فراہم کرتا رہا یہاں تک کہ بارش ہوئی اور قحط سالی ختم ہوگئی۔

(المدينة النبوية فجر الإسلام: 2/37، 38)

رمادۃ کے سال پناہ گزینوں کے لیے کیمپ

اسلم مولی عمر بیان کرتے ہیں کہ جب عام الرمادۃ، یعنی قحط سالی کا سال تھا جزیرۂ عرب کے ہر کونے سے لوگوں نے مدینہ کا رخ کیا۔ سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے ہنگامی بنیادوں پر کام کیا۔ بہت سے لوگوں کا عملہ ان کی خبر گیری کے لیے مقرر کر دیا۔ میں نے ایک دن انہیں فرماتے ہوئے سنا: اُن لوگوں کی گنتی کرو جو آج شام یہاں کھانا کھائیں گے۔ معلوم ہوا کہ ان کی تعداد (7) ہزار ہے۔ پھر سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے بیمار اور مجبور لوگوں کی فہرست تیار کرائی۔ ان کی تعداد (40) ہزار نکلی جو بعد ازاں (60) ہزار تک پہنچ گئی۔ یہ نظام اسی طرح چلتا رہا حتی کہ اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے بارش نازل فرمائی، پھر میں نے دیکھا کہ سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے بہت سے لوگوں کو نواحی قصبات و دیہات میں جانے اور وہاں کے باشندوں کو غذائی ضروریات کا سامان فراہم کرنے کا حکم دیا۔ قصبوں اور دیہاتوں میں اتنی کثرت سے ہلاکتیں ہوئی تھیں کہ تقریباً دو تہائی افراد لقمہ اجل بن گئے تھے۔ سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے مامور کردہ لوگ فجر کے وقت سے ہی کھانا پکانا شروع کر دیتے تھے۔ وہ گاڑھے دودھ کا گھی اور آٹے کا پکوان تیار کرتے اور لوگوں کو کھلاتے تھے۔ فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے کام کرنے والے کارکنوں کی ڈیوٹیاں لگا رکھی تھیں۔ انہوں نے پناہ گزینوں کے لیے ایک مستقل جداگانہ شعبہ قائم کر دیا تھا۔ ہر عامل اپنی ڈیوٹی سے باخبر تھا۔ اپنی ڈیوٹی میں کوئی کسی قسم کی کوتاہی نہیں کرتا تھا۔ نہ کسی دوسرے کے کام میں دخل دیتا تھا۔

(الكفاءة الإدارية، للدكتور عبدالله القادري:107)

بحران میں خلیفہ وقت کا مثالی کردار

عام الرمادۃ میں سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ کی خدمت میں گھی اور روٹی کا چُورا بنا کر لایا گیا۔ انہوں نے ایک بدوی کو بھی اپنے ساتھ کھانے کی دعوت دی۔ بدوی روٹی کے ساتھ پیالے کے کناروں سے چکنائی حاصل کرنے کی کوشش کرنے لگا۔ سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے فرمایا: شاید تو نے عرصہ دراز سے چکنائی نہیں چکھی۔ اُس نے کہا: جی ہاں! ہم نے مُدت سے گھی اور تیل نہیں دیکھا۔ نہ کسی کو گھی اور تیل کھاتے دیکھا ہے۔ یہ سُن کر سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے قسم کھائی کہ جب تک سب لوگ خوشحال نہ ہو جائیں گے، میں بھی گوشت اور گھی نہیں کھاؤں گا۔ سب راوی اس بات پر متفق ہیں کہ سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے اپنی قسم پوری کر دکھائی۔ اس کا ثبوت یہ واقعہ ہے کہ ایک دفعہ بازار میں گھی کا ڈبہ اور دودھ کا ایک کٹورا بکنے کے لیے آیا۔ سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے غلام نے چالیس درہم کے عوض یہ دونوں چیزیں خرید لیں اور سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کیا: امیر المؤمنین! اللہ نے آپ کی قسم کو پورا کر دیا اور آپ کو اجر عظیم سے نوازا۔ بازار میں یہ ڈبہ اور کٹورا بکنے کے لیے آیا تو میں نے آپکے لیے یہ دونوں اشیاء چالیس درہم میں خرید لیں۔ سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے فرمایا: تو نے یہ چیزیں بہت مہنگی خریدی ہیں، لہٰذا ان دونوں کو صدقہ کر دے۔ میں نہیں چاہتا کہ کھانے میں اسراف سے کام لوں، پھر فرمایا:

كَيفَ يُعْنِينِي شَأْنُ الرَّعِيَّةِ إِذَا لَمْ يَمَسَّنِي مَا مَسَّهُمْ

”مجھے پبلک کے احوال کا اس وقت تک صحیح ادراک نہیں ہو سکتا جب تک کہ خود میں خود انہی جیسے حالات سے نہ گزروں“۔

(تاريخ الطبري:5/78)

امت کی پریشانیوں کا احساس

سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ اس قدرتی آفت سے اس قدر متاثر ہوئے کہ ان کا رنگ ہی بدل گیا۔ عیاض بن خلیفہ فرماتے ہیں: میں نے عام الرمادۃ میں سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ کو دیکھا ان کا رنگ سیاہ پڑ گیا تھا، حالانکہ وہ عربی النسل تھے، دودھ پیتے اور گھی کھاتے تھے مگر جب لوگ قحط میں مبتلا ہوئے تو انہوں نے گھی اور دودھ اپنے لیے منع کر لیا۔ وہ مسلسل زیتون کا تیل استعمال کرتے رہے اور بھوک برداشت کرتے رہے، اس طرح ان کی صحت بُری طرح متاثر ہوئی۔

اسلم کہتے ہیں: اگر اللہ تعالیٰ اس آفت کو دُور نہ فرماتا تو ممکن تھا سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ مسلمانوں کے دکھوں کی تاب نہ لا کر ہلاک ہو جاتے۔ سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ کثرت سے روزے رکھتے تھے۔

(الطبقات الکبری لابن سعد: 3/315)

حاکم عام مسلمانوں جیسا ہی ہے

عام الرمادۃ میں شام کے وقت تیل میں روٹی ڈال کر لائی جاتی تھی جسے سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ تناول فرما لیتے تھے۔ ایک دفعہ کچھ اونٹ ذبح کیے گئے اور لوگوں کو کھلائے گئے تو لوگوں نے اس گوشت میں سے کچھ عمدہ حصے، کوہان اور جگر وغیرہ علیحدہ کر لیے اور سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ کی خدمت میں پیش کیے۔ انہوں نے دریافت فرمایا: یہ کہاں سے آئے؟ لوگوں نے عرض کیا: امیر المؤمنین! یہ اُن اونٹوں کا گوشت ہے جو ہم نے ذبح کیے تھے۔ یہ سُن کر آپ نے فرمایا: تعجب ہے اگر میں خود عمدہ چیزیں کھاؤں اور لوگ نکمی چیزیں اور ہڈیاں کھائیں تو مجھ سے بُرا حکمران کون ہوگا! پھر فرمایا: یہ اٹھا لو، میرے لیے دوسرا کھانا لاؤ، چنانچہ اُن کی خدمت میں روٹی اور تیل پیش کیا گیا۔ انہوں نے روٹی کا ٹکڑا لیا اور اسے تیل میں ڈبویا ہی تھا کہ فرمایا: اے یرفأ! یہ برتن اٹھاؤ اور ''ثمغ'' (مدینہ کی قریبی بستی) والوں کو دے آؤ میں تین دن سے اُن کے پاس نہیں جا سکا، میرا خیال ہے کہ ان کے پاس کھانے پینے کی کوئی چیز نہیں ہے۔ یہ کھانا ان کے دستر خوان پر پہنچا دو۔

(الطبقات الکبری لابن سعد: 3/312)

مریضوں اور کمزوروں کی نگہداشت

بنو نصر سے تعلق رکھنے والے ایک فرد مالک بن اوس بیان کرتے ہیں: عام الرمادۃ کے دوران میری قوم کے ایک سو (100) گھرانے سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے پاس آئے اور جبانہ میں قیام کیا۔ سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے پاس جو بھی آ جاتا تھا وہ اسے کھانا کھلاتے تھے اور جو نہ پہنچ پاتا، اس کے پاس آٹا، کھجور اور سالن بھیج دیتے تھے۔ میری قوم کے لوگوں کو ماہانہ اتنا سامان بھیج دیتے تھے جو ان کے لیے کافی ہو جاتا تھا۔ وہ مریضوں کی خبر گیری فرماتے رہے۔ انہوں نے ہلاک ہونے والوں کے لیے کفن کا انتظام بھی فرمایا۔ ان دنوں میں نے دیکھا کہ لوگ مر رہے ہیں اور تلچھٹ کھا رہے ہیں۔

سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے خود لوگوں کے جنازے پڑھائے۔ ایک دفعہ میں نے دیکھا، انہوں نے دس (10) افراد کا اجتماعی جنازہ پڑھایا۔ جب قحط سالی ختم ہو گئی تو سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے فرمایا: لوگو تم جن دیہاتوں میں رہتے تھے وہاں واپس چلے جاؤ، پھر ان میں سے کمزور لوگوں کو خود سہارا دے کر ان کے گھروں اور شہروں تک پہنچاتے رہے۔ (أخبار عمر: ص 112)

امیر المؤمنین......عوام کا خادم

حزم بن ہشام اپنے باپ کے واسطے سے بیان کرتے ہیں کہ انہوں نے بیان کیا: میں نے سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ کو عام الرمادۃ میں دیکھا وہ ایک عورت کے قریب سے گزرے وہ عورت گھی اور آٹے سے کھانا تیار کر رہی تھی۔ سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے اسے فرمایا: تم جس طرح پکا رہی ہو، یہ پکوان اس طرح تیار نہیں کیا جاتا، پھر کف گیر اپنے ہاتھ میں لے لیا اور اسے خود چلا کر فرمایا: کوئی عورت ہنڈیا میں اس وقت تک آٹا نہ ڈالے جب تک کہ پانی گرم نہ ہو جائے۔ پانی گرم ہونے کے بعد تھوڑا تھوڑا ڈالتی جائے اور اُسے کف گیر سے حرکت دیتی رہے۔ اس طرح بہت اچھے آمیزے کا عمدہ پکوان تیار ہوگا۔ (اخبار عمر، ص: 116، مناقب عمر لابن جوزی، ص: 61)

دیگر شہروں سے مدد کا حصول

سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے قحط سالی کی وبا پر قابو پانے کے لیے نہایت تیزی سے ہنگامی اقدامات کیے۔ انہوں نے ان شہروں سے فوراً غذائی امداد طلب کی جو قحط کی زد سے محفوظ اور خوش حال تھے۔ انہوں نے عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ کو، جو اس وقت مصر کے گورنر تھے، لکھا: اللہ کے بندے عمر بن خطاب امیر المؤمنین کی طرف سے عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ کی طرف۔ آپ پر سلامتی ہو، اما بعد: کیا آپ مجھے اور میرے ساتھ دیگر افراد امت کو ہلاکت میں اور خود کو اور اپنے ہاں کے باشندوں کو خوشحال دیکھنا چاہتے ہیں؟ جلد از جلد کمک بھجوایئے۔ عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ نے جواب میں لکھا:

عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ کی طرف سے اللہ کے بندے امیر المؤمنین کی طرف۔

آپ پر سلامتی ہو، میں آپ کو اس اللہ تعالیٰ کی حمد وثنا کرتے ہوئے پیغام ارسال کرتا ہوں جس کے علاوہ کوئی معبود برحق نہیں، اما بعد:

آپ کے پاس مدد آرہی ہے تھوڑا سا انتظار کیجیے۔ میں آپ کے پاس غذائی اجناس کا اتنا بڑا قافلہ بھیج رہا ہوں جس کا اگلا حصہ (مدینہ میں) آپ کے پاس اور پچھلا حصہ (اِدھر مصر میں) مجھ سے متصل ہوگا۔ میں مزید بحری راستے کے ذریعے سے بھی غلہ بھیجنے کی کوشش کروں گا۔

چنانچہ عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ نے ایک ہزار اونٹوں پر آٹا لاد کر بری راستے سے روانہ کیا۔ اس کے علاوہ بحری بیڑے بھیجے جن پر آٹا اور گھی لدا ہوا تھا۔ مزید برآں پانچ ہزار چادریں بھی ارسال فرمائیں۔

(اخبار عمر، ص:115، الفاروق عمر، ص:262)

قحط سالی سے نجات کی دعائیں

سیدنا عمر رضی اللہ عنہ لوگوں کو عشاء کی نماز پڑھاتے، پھر گھر تشریف لے جاتے اور مسلسل نماز میں مصروف رہتے۔ جب رات کا آخری حصہ شروع ہوجاتا تو پہاڑی راستوں کی طرف نکل جاتے اور (لوگوں کی ممکنہ آمد کے پیش نظر) وہاں چکر لگاتے رہتے تھے۔ عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں: میں نے ایک دفعہ سحری کے وقت سُنا، وہ کہہ رہے تھے:

اللَّهُمَّ! لَاتَجْعَلْ هَلَاكَ أُمَّةِ مُحَمَّدٍ عَلَى يَدَيَّ،

اللَّهُمَّ! لَا تُهْلِكْنَا بِالسِّنِينَ وَارْفَعْ عَنَّا الْبَلَاءَ

”اے اللہ! امت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو میرے ہاتھوں ہلاک نہ کر۔ اے اللہ! ہمیں قحط سالی سے ہلاک نہ کر۔ اے رب کریم! ہم سے اس آفت کو دور فرما دے“۔

وہ مسلسل یہی دعا کرتے رہے حتی کہ قحط کا زمانہ ختم ہوگیا۔

(أخبار عمر: ص 111)

عمال کی کارکردگی رپورٹ

سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے بہت سے ایسے کارکن بھی تعینات کیے جنہیں مدینے کے اردگرد سے آنے والے قحط زدہ لوگوں کا جائزہ لینے کا حکم تھا۔ خوراک کی تلاش میں مدینہ پہنچنے والے لوگوں کی فوری خبر گیری کی جاتی تھی۔ سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ لوگوں میں تقسیم کیے جانے والے کھانے کی خود نگرانی فرماتے تھے حتی کہ سالن بھی چکھ کر جانچتے تھے۔ شام کے وقت سب سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ کی خدمت میں حاضر ہوتے۔ سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ دن بھر کی کارروائی تفصیل سے سنتے اور اس دوران حسب ضرورت مزید احکام وہدایات بھی جاری فرماتے۔

(الكفاءة الإدارية: ص 115)

آرزوئے شہادت

سیدنا عمر رضی اللہ عنہ ہمیشہ اللہ کی راہ میں شہادت کی دعا مانگا کرتے تھے۔ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے جب آخری حج کیا' میدان عرفات میں ایک عظیم الشان تاریخی خطبہ دیا۔ پھر مختلف علاقوں کے گورنروں کو بلایا' لوگوں کے سامنے ان کا احتساب کیا۔ اس کے بعد رمی جمرات کے لیے گئے۔ ایک حاجی کا کنکر اتفاقاً آپ کے سر میں لگا۔ سر سے خون بہنے لگا۔ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ فرمانے لگے: یہ میرے قتل کا پیش خیمہ ہے۔ مجھے یقین ہوتا جا رہا ہے کہ مجھے قتل کیا جائے گا۔

سعید بن مسیب رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں: جب سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ منیٰ سے نکلے تو وادی بطحاء میں سواری سے نیچے اتر آئے۔ کنکریوں کا ایک چھوٹا سا ڈھیر اکٹھا کیا۔ اسے تکیہ بناتے ہوئے چادر اوڑھ کر چت لیٹ گئے۔ پھر آپ نے دعا کے لیے ہاتھ اٹھا دیے اور بارگاہ الٰہی میں عرض کیا:

اللَّهُمَّ كَبُرَ سِنِّي وَضَعُفَتْ قُوَّتِي وَانْتَشَرَتْ رَعِيَّتِي، فَاقْبِضْنِي إِلَيْكَ غَيْرَ مُضَيِّعٍ وَلَا مُفَرِّطٍ

''اے اللہ میں بوڑھا ہو گیا ہوں۔ میری قویٰ مضمحل ہو گئے ہیں۔ اسلامی خلافت کا دائرہ انتہائی وسیع ہو گیا ہے۔ اے اللہ! اس سے پہلے کہ میں اس ذمہ داری سے پوری طرح عہدہ برآ نہ ہو سکوں یا اپنی ذمہ داریوں میں کوتاہی برتوں' مجھے اپنے پاس بلا لے''۔

پھر آپ مدینہ آئے تو آپ نے لوگوں سے خطاب کرتے ہوئے فرمایا:

أَيُّهَا النَّاسُ قَدْ سُنَّتْ لَكُمُ السُّنَنُ وَفُرِضَتْ لَكُمُ الْفَرَائِضُ
وَتُرِكْتُمْ عَلَى الْوَاضِحَةِ إِلَّا أَنْ تَضِلُّوا بِالنَّاسِ يَمِينًا أَوْ شِمَالًا

''سامعین کرام! آپ کے لیے رسول اللہ ﷺ کا اسوہ اور شریعت کے مقرر کردہ فرائض ایک کھلی کتاب کی طرح ہیں۔ ان میں کوئی ابہام نہیں ہے۔ ایسا نہ ہو کہ تم اس سیدھے راستے کو چھوڑ کر دائیں بائیں غلط پگڈنڈیوں پر نکل جاؤ''۔

سیدنا عمر رضی اللہ عنہ مدینہ واپس پہنچے تو ان کے دل میں شہادت کا شوق پہلے سے بڑھ گیا۔ ایک طرف شہادت کی آرزو اور دوسری طرف انہیں مدینۃ الرسول کا فراق بھی گوارا نہیں تھا۔ ایک دن وہ اپنی بیٹی اُم المومنین سیدہ حفصہ رضی اللہ عنہا کے پاس گئے اور اپنے دل کی بات بیٹی کے سامنے رکھ دی۔ بیٹی! میں اللہ کے راستے میں موت اور مدینۃ الرسول میں شہادت کا طلب گار ہوں۔ لوگ سوچتے ہیں کہ شہادت کے لیے تو میدان جہاد میں جانا چاہیے۔ مدینہ میں شہادت کی خواہش کی تکمیل کیسے ممکن ہے۔ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ اس کے جواب میں کہتے: مجھے امید ہے کہ اللہ تعالیٰ میری خواہش ضرور پوری کرے گا۔ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے خواب دیکھا کہ انہیں ایک مرغ نے دو تین چونچیں ماری ہیں۔ انہوں نے اس کی یہ تعبیر کی کہ انہیں کوئی عجمی آدمی قتل کرے گا۔

سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے ایک دن لوگوں سے خطاب کرتے ہوئے کہا: اس دنیا نے کبھی کسی سے وفا نہیں کی۔ میری چھٹی حس مجھے بتا رہی ہے کہ اس دار فانی سے میرے کوچ کا وقت قریب آپہنچا ہے۔

آپ نے رسول اللہ ﷺ کے ساتھ احد پر کھڑے ہو کر آپ کا یہ فرمان سنا تھا:

اُثْبُتْ أُحُدُ فَمَا عَلَيْكَ إِلَّا نَبِيٌّ وَصِدِّيقٌ وَشَهِيدَانِ

(صحيح البخاري، حديث:3675)

''اے احد ثابت قدم رہ! تیرے اوپر اس وقت صرف ایک نبی، ایک صدیق اور دو شہید کھڑے ہیں''۔

اس دن رسول اللہ ﷺ کے ساتھ ابوبکر صدیق، عمر اور عثمان رضی اللہ عنہم کے علاوہ کوئی نہیں تھا۔

سیدنا عمر نے جب دنیا کو الوداع کہا تو ان کی وراثت میں مٹی کے ایک کچے گھر' سواری کے لیے ایک خچر' پیوند لگے لباس اور کوڑے کے علاوہ کچھ نہیں تھا۔ یہ تھی تاریخ کے سب سے بڑے فاتح' ریفارمر اور بائیس لاکھ مربع میل کے حکمران کی کل کائنات!

کہاں ہیں مال و منال' کہاں ہیں محلات' کہاں ہے سطوت و حشمت' یہاں تو صرف ابدی سچائیوں کا حامل عقیدہ ہے' جس کی ابتدا رشد و ہدایت سے ہوئی' جو زمان و مکان کی حدود سے ماورا ہو گیا کیونکہ یہ ایک حکیم اور حمید ذات کا نازل کردہ ہے۔

(المسك والعنبر فی خطب المنبر، عائض قرنی)

قسطنطنیہ کی ایک نایاب تصویر

یہاں کوئی اونچ نیچ نہیں ہے

جبلہ بن ایہم ہرقل کی طرف سے بنوغسان کا آخری گورنر تھا۔ جب اسلامی فتوحات بڑھتی گئیں اور رُومی خطے میں مسلمانوں کو پے درپے کامیابیاں حاصل ہوئیں تو شام میں رہنے والوں نے بھی اسلام قبول کرنے کا اعلان کر دیا۔ جبلہ نے بھی خطے کی صورت حال کی نزاکت کو بھانپتے ہوئے اپنے مسلمان ہونے کا اعلان کر دیا۔

اس نے سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کو درخواست بھیجی کہ وہ مدینہ طیبہ آنا چاہتا ہے۔ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ اس کے اسلام لانے اور مدینہ حاضر ہونے کی خواہش سے بہت خوش ہوئے۔ وہ مدینہ آیا تو بڑے کروفر کے ساتھ پہنچا۔ اس کے ساتھ بڑی تعداد میں باڈی گارڈ تھے۔ کئی دنوں تک وہ مدینہ میں سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ کی مہمان نوازی سے لطف اندوز ہوتا رہا۔ اس نے خواہش ظاہر کی کہ وہ حج کرنا چاہتا ہے۔ بیت اللہ کے طواف کے دوران رش کی

وجہ سے بنوفزارہ کے ایک شخص کا پاؤں اس کی چادر پر آ گیا۔ اس کے نتیجے میں اس کا ازار کھل گیا۔ جبلہ غضب ناک ہو گیا۔ وہ ابھی نیا نیا مسلمان ہوا تھا۔ اس نے اس آدمی کو اتنے زور سے تھپڑ مارا کہ اس کی ناک سے خون پھوٹ پڑا۔ وہ فزاری آدمی سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کی خدمت میں حاضر ہوا اور جبلہ کی زیادتی کے خلاف دعویٰ دائر کیا۔

سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے جبلہ کو بلا بھیجا۔ وہ آیا تو استفسار فرمایا: جبلہ! تم نے اپنے مسلمان بھائی پر ظلم کرتے ہوئے اسے تھپڑ کیوں مارا؟ اس نے جواب دیا کہ ابھی تو میں نے اس سے نرمی برتی ہے اگر مسجد حرام کا تقدس نہ ہوتا تو میں اس کا سر قلم کر دیتا۔

سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: تم نے اپنے جرم کا خود اقرار کر لیا ہے۔ اب یا تو اس فزاری کو راضی کرو یا قصاص دینے کے لیے تیار ہو جاؤ۔ یہ سن کر جبلہ کی حیرانگی کی حد نہ رہی۔ اس نے کہا: یہ کیسے ممکن ہے کہ میں ایک بادشاہ ہوتے ہوئے ایک معمولی آدمی کو قصاص دوں؟!!

سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: اسلام میں سب انسان برابر ہیں۔ وہ کہنے لگا: امیر المؤمنین! میرا خیال تھا کہ میں اسلام لا کر اپنی جاہلانہ زندگی سے زیادہ باعزت مرتبہ حاصل کر لوں گا۔ یہ سن کر سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: اسلام صرف تم جیسے بادشاہوں کو ہی عزت نہیں دیتا۔ اس غریب فزاری کو بھی اسلام نے ایسی عزت عطا کی ہے کہ وہ تم جیسے بادشاہ کے خلاف دعویٰ دائر کر رہا ہے۔ اگر تم اس آدمی کو راضی نہ کر سکے تو پھر تمھیں قصاص کے لیے تیار رہنا چاہیے۔ یہ سُن کر جبلہ نے کہا: میں پھر عیسائی بن جاؤں گا۔ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: اگر تم مسلمان ہونے کے بعد اس دین کو چھوڑو گے تو مرتد قرار پاؤ گے اور ہمارے دین میں مرتد کی سزا قتل ہے۔ یہ سن کر جبلہ نے سیدنا عمر رضی اللہ عنہ سے اس بارے میں غور وفکر کے لیے کچھ مہلت طلب کی۔ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ٹھیک ہے تم اچھی طرح سوچ لو۔ جبلہ اپنے گھر پہنچا اور رات کے اندھیرے میں اپنے ساتھیوں سمیت فرار ہو کر قسطنطنیہ پہنچ گیا۔ اس نے دوبارہ عیسائی مذہب اختیار کر لیا۔ بعد میں وہ اپنے اس فیصلے پر سخت نادم ہوا۔

اس نے اپنی یہ سرگزشت اپنے بعض اشعار میں بیان کی ہے جو ہمیشہ تاریخ کا حصہ رہے گی۔ اور سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کے بے لاگ انصاف کی گواہی دیتی رہے گی۔

(فن الحكم في الإسلام: ص 477، 478)

سیدنا حسن و حسین سے محبت

سیدنا عمرؓ کے پاس ایک دفعہ یمن سے بہت سے قیمتی کپڑے کے جوڑے آئے۔ سیدنا عمرؓ نے وہ کپڑے سب لوگوں میں تقسیم کر دیے۔ لوگ بہت خوش ہوئے۔ سیدنا عمر فاروقؓ ریاض الجنہ میں تشریف فرما تھے۔ لوگ آتے، سلام کہتے اور دُعا دے کر چلے جاتے تھے۔ اسی اثنا میں سیدنا حسن اور سیدنا حسینؓ اپنی والدہ سیدہ فاطمہؓ کے گھر سے نکلے۔ وہ لوگوں کو پھلانگتے آگے آ رہے تھے۔ ان دونوں صاحبزادوں کے حصہ میں کوئی جوڑا نہ آیا تھا۔ یہ صورت حال دیکھ کر سیدنا عمرؓ سخت رنجیدہ ہوئے۔ پریشانی کے عالم میں کہا: ان جوڑوں کی تقسیم سے مجھے خوشی نہیں ہوئی۔ لوگوں نے عرض کیا: امیر المؤمنین! آپ نے لوگوں کو اتنے قیمتی کپڑے دیے، اُن سے اچھا سلوک کیا! سیدنا عمرؓ نے فرمایا: میں ان دو محترم بچوں کی وجہ سے پریشان ہو گیا ہوں۔

پھر یمن کے حاکم کی طرف لکھا کہ حسن اور حسینؓ کے لیے دو بہترین جوڑے فوراً ارسال کیے جائیں۔ حکم کی فوراً تعمیل ہوئی۔

یمن کے حاکم نے دو نہایت قیمتی جوڑے ان کی خدمت میں روانہ کر دیے جب جوڑے پہنچ گئے تو حسنینؓ کو بلوا کر انہیں عطا فرمائے۔

(المرتضى للندوي: 118، الإصابة: 106/1)

کامیابی کا راز بے لاگ انصاف

خلفائے راشدین کی کامیابی کا راز ان کا بے لاگ عدل و انصاف پر قائم رہنا تھا۔ امام ابن تیمیہ نے کیا خوب فرمایا ہے: اللہ تعالیٰ ہر اس ریاست کی لازماً مدد فرماتا ہے جو اپنی رعایا کے ساتھ انصاف کرے، چاہے ایسی ریاست کافر ہی ہو۔ ظالم ریاست کی اللہ تعالیٰ ہرگز مدد نہیں کرتا، چاہے وہ مسلمان ریاست ہو۔ عدل ہی ایک ایسی خوبی ہے جس سے لوگ امن و آشتی کے ساتھ رہ سکتے ہیں اور ان کے جان و مال محفوظ ہو سکتے ہیں۔

(السياسة الشرعية: ص 10)

عصر حاضر میں بہت سے لوگ ونسٹن چرچل کے حوالے سے یہ بات بیان کرتے ہیں کہ جب تک ہماری عدالتوں میں انصاف ہو رہا ہے ہمیں کوئی خطرہ نہیں مگر چرچل سے صدیوں پہلے امام ابن تیمیہ نے یہ بات بڑے بہتر انداز میں ارشاد فرما دی تھی۔

اقرباء پروری کی خرابیاں

جس نے کسی کو دوستی یا رشتہ داری کی بنا پر عہدہ دیا یعنی عہدہ محض قرابت داری کی بنا پر دے دیا حالانکہ اُس میں مطلوبہ صلاحیت نہیں پائی جاتی تھی۔ ایسے شخص نے اللہ، اس کے رسول اور مؤمنین سے خیانت کی۔ اور جس نے جانتے بوجھتے کسی فاجر کو گورنر بنا دیا تو وہ بھی اسی جیسا ہے۔

(الفتوحات الإسلامية: 427/2)
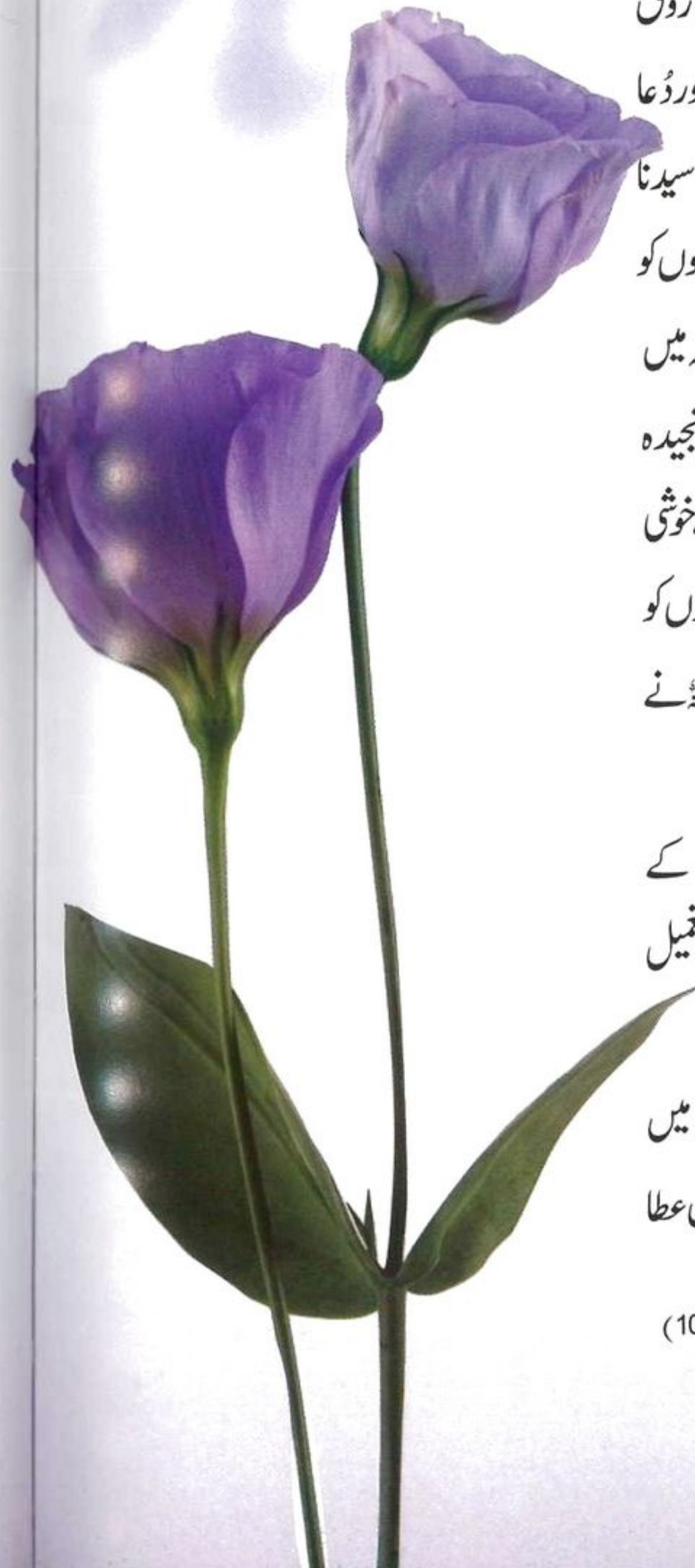
کیا میں نے نماز مکمل کر لی تھی؟!

سیدنا عمر رضی اللہ عنہ فجر کی نماز پڑھانے آئے۔ انتہائی سیاہ دل اور سیاہ بخت ابولؤلؤ مجوسی مسجد میں چھپا بیٹھا تھا۔ یہ ایسا فاجر تھا کہ اسے ایک مرتبہ بھی اللہ کے حضور سجدہ ریز ہونے کا شرف حاصل نہیں ہوا تھا۔ سیدنا عمر نے نماز شروع کی، سورہ فاتحہ پڑھنے کے بعد سورہ یوسف کی تلاوت شروع کر دی۔ انہیں یہ سورت بہت پسند تھی۔ جب آپ تلاوت کرتے ہوئے:

﴿ وَابْيَضَّتْ عَيْنَاهُ مِنَ الْحُزْنِ فَهُوَ كَظِيمٌ ﴾

پر پہنچے تو آپ پر رقت طاری ہوگئی۔ سب لوگوں کی آنکھوں سے بھی بے اختیار آنسو بہنے لگے۔ سب لوگوں پر یہی کیفیت طاری تھی یہاں تک کہ پچھلی صف سے لوگوں کی ہچکیاں لے کر رونے کی آواز سنائی دے رہی تھی۔

جب آپ رضی اللہ عنہ اللہ اکبر کہہ کر رکوع میں گئے تو یہ بدبخت زہر آلود خنجر لے کر گھات سے نکلا اور آپ پر چھ سات وار کیے۔ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ گر پڑے اور آپ کی زبان پر یہ الفاظ تھے:

حَسْبِيَ اللّٰهُ لَا إِلٰهَ إِلَّا هُوَ عَلَيْهِ تَوَكَّلْتُ وَهُوَ رَبُّ الْعَرْشِ الْعَظِيمِ

"میرے لیے اللہ ہی کافی ہے، جس کے سوا کوئی معبود نہیں۔ میں اسی پر توکل کرتا ہوں اور وہ عرش عظیم کا رب ہے"۔

لوگوں کو کچھ سمجھ نہ آیا کہ کیا ہوا ہے۔ ایک تو اندھیرا تھا' دوسرا لوگ خشوع خضوع سے نماز میں مگن تھے۔ انہیں حالات کی سنگینی کا اس وقت کچھ اندازہ ہوا جب عبدالرحمٰن بن عوف نے آگے بڑھ کر نماز مکمل کروائی۔ ان حالات میں بھی وہ لوگ نماز کو نہیں بھولے۔ یہ اس اُمت کا طرہ امتیاز ہے کہ یہ میدان کارزار اور تلواروں کے سائے میں بھی نماز سے غافل نہیں ہوتے۔

جب عبدالرحمٰن بن عوف آگے بڑھ کر نماز پڑھانے لگے تو لوگ گھبرا گئے۔ خلیفہ کو کیا ہوا' ان کی آواز آنا کیوں بند ہوگئی۔ ہمارے محبوب اور عادل حکمران کے ساتھ کیا ماجرا پیش آیا۔

لوگ مختصر سی نماز کے بعد سیدنا عمر کی طرف متوجہ ہوئے تو وہ بری طرح گھائل اور موت وحیات کی کشمکش میں تھے۔ سیدنا عمر نے لوگوں سے سب سے پہلا یہ سوال کیا: میرا قاتل کون ہے۔ جب لوگوں نے بتایا: ابولؤلؤ مجوسی تو سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے اللہ کا شکر ادا کیا کہ اُن کا قاتل ایسا شخص ہے جو کبھی بھی اللہ کے حضور سربسجود نہیں ہوا۔

سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کو موت وحیات کی کشمکش میں بھی نماز کی فکر تھی۔ اُنہوں نے پوچھا: کیا میں نے نماز مکمل کر لی تھی۔ لوگوں نے بتایا کہ نہیں۔ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ بارگاہ الٰہی میں عرض کرنے لگے: اے اللہ مجھے نماز مکمل کرنے کی توفیق عطا فرما۔

نہ انہوں نے اپنی حکومت کے بارے میں پوچھا' نہ بیوی کے بارے میں' نہ بچوں کے بارے میں' نہ وراثت کے بارے میں' انہیں فکر تھی تو اس بات کی کہ وہ اللہ کے حضور پیش ہونے سے قبل فجر کی نماز کی ادائیگی کر لیں۔

صحابہ کرام اسی نازک صورت حال کو بیان کرتے ہوئے کہتے ہیں: سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کے قتل سے ہمیں ایسے لگا جیسے ہم پر قیامت ٹوٹ پڑی ہو۔

(المسك والعنبر في خطب المنبر، للدكتور عائض القرني)

سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کو موت وحیات کی کشمکش میں بھی نماز کی فکر تھی

سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کی نظر میں علم کی اہمیت وفضیلت

سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے ارشاد فرمایا: بلاشبہ آدمی اپنے گھر سے ایسی حالت میں نکلتا ہے کہ اس پر تہامہ کے پہاڑوں جیسے گناہ ہوتے ہیں مگر جب وہ علم حاصل کرتا ہے تو اس کی برکت سے وہ اللہ تعالیٰ سے ڈر جاتا ہے۔ اللہ کی طرف لوٹتا ہے اور توبہ کرتا ہے، پھر جب گھر لوٹتا ہے تو اس پر کوئی گناہ باقی نہیں رہتا، لہٰذا تم علماء کی مجلسوں سے دور نہ رہا کرو۔

(مفتاح دارالسعادة: 1/122، وفرائد الكلام: ص 135)

لَا يَكُونُ الرَّجُلُ عَالِمًا
حَتَّى لَا يَحْسُدَ مَنْ فَوْقَهُ
وَلَا يَحْقِرَ مَنْ دُونَهُ وَلَا
يَأْخُذَ عَلَى عَمَلِهِ أَجْرًا

”کوئی شخص اس وقت تک عالم نہیں بن سکتا جب تک وہ اپنے سے بڑے عالم سے حسد کرتا رہے، اپنے سے چھوٹے عالم کو حقیر سمجھتا رہے اور اپنے عمل کا معاوضہ لیتا رہے“۔

فرمایا: اس سے پہلے کہ تم اپنی قوم کے سردار بنو، علم حاصل کرلو، ورنہ تمہاری سرداری تمہارے علم میں رکاوٹ بن جائے گی اور تم بدستور جہالت کے اسیر رہ کر زندگی گزارو گے۔

(التبيان في حملة القرآن للنووي: ص 60، وفرائد الكلام: ص 163)
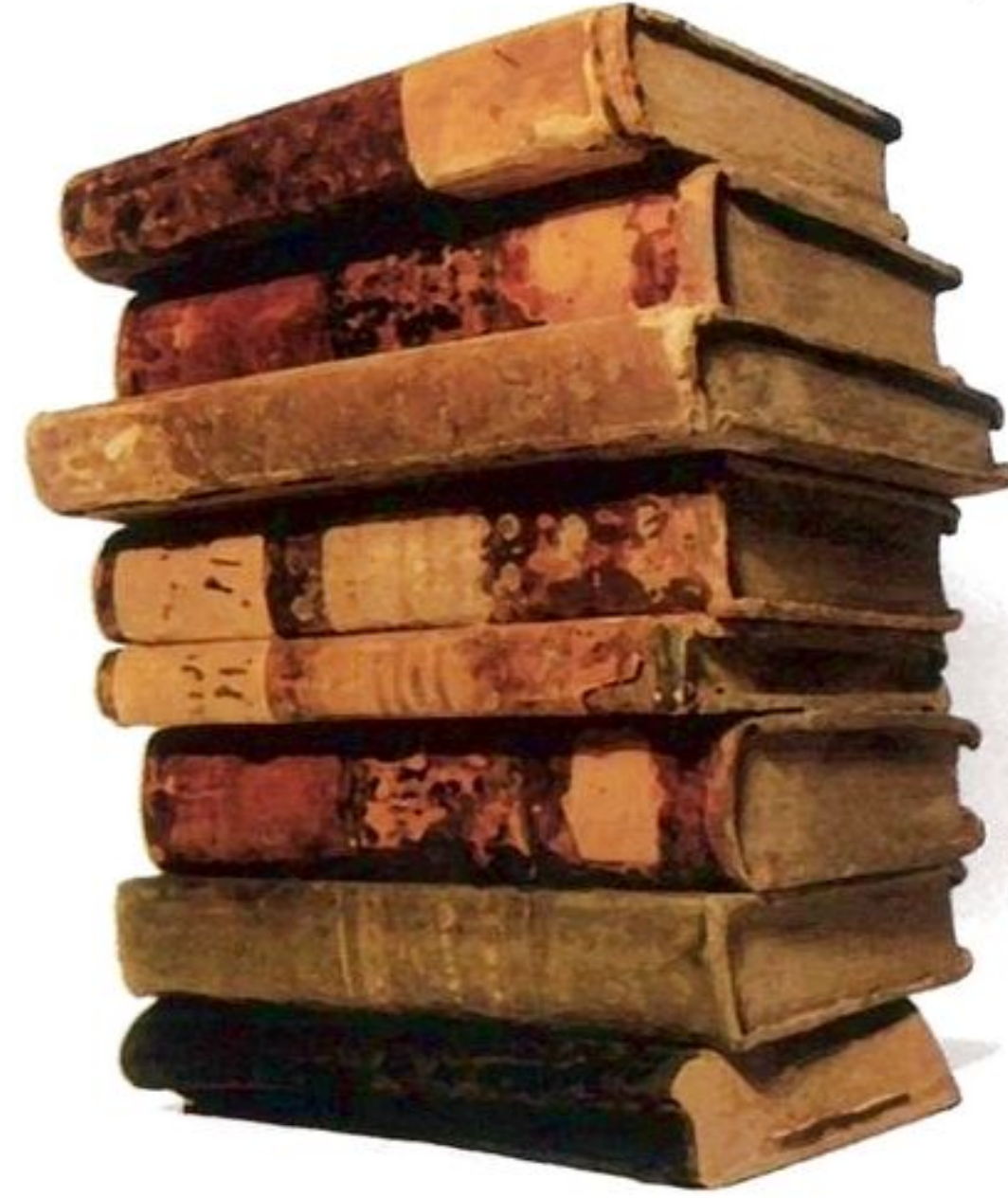
اگر علم تمہیں نفع نہیں دے گا تو نقصان بھی نہیں پہنچائے گا۔

(الزهد للإمام أحمد: ص: 174، وفرائد الكلام: ص 168)

ایک ہزار عابدوں کی موت ایک ایسے عالم سے کم نقصان دہ ہے جو حلال وحرام کا علم رکھتا ہو۔

(فرائد الكلام: ص 157، ومفتاح دار السعادة: 12/1)

قرآن کے برتن اور علم کے چشمے بن جاؤ اور اللہ تعالیٰ سے روزانہ رزق کی التجا کرو اگر زیادہ رزق نہ بھی ملا تب بھی تمہیں کچھ نقصان نہ ہوگا۔

(فرائد الكلام: ص: 159، والبيان والتبيين للجاحظ: 303/2)

علم سیکھو اور لوگوں کو سکھاؤ۔ متانت اور وقار سے رہنا سیکھو۔ جس سے تم نے علم سیکھا ہے اس کی عزت کرو اور جس نے تم سے علم سیکھا ہے اس کا بھی احترام کرو۔ متکبر علماء نہ بنو کہ تمہارا علم تمہاری جہالت کی عکاسی کرنے لگے۔

(أخبار عمر: ص: 263، ومحض الصواب: 686/2)

سیدنا عمر رضی اللہ عنہ علمائے کرام کو لغزش سے محتاط رہنے کی تلقین کرتے تھے۔ فرماتے تھے کہ عالم کی لغزش، منافق کا قرآن کریم کے دلائل لے کر بحث ومباحثہ کرنا اور گمراہ پیشوا کی قیادت یہ تینوں اسلام کی عمارت کو منہدم کردیتے ہیں۔

(محض الصواب: 717/2)

سیدنا عمر فاروق کا ایک قیمتی قول

سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کا ایک مشہور قول ہے:

إِنَّمَا تُنْقَضُ عُرَى الْإِسْلَامِ عُرْوَةً عُرْوَةً إِذَا نَشَأَ فِي الْإِسْلَامِ مَنْ لَا يَعْرِفُ الْجَاهِلِيَّةَ

”بلاشبہ اس وقت اسلام کے کڑے ایک ایک کر کے توڑ دیے جائیں گے جب اسلام میں ایسے لوگ پیدا ہوں گے جو جاہلیت کو نہ جانتے ہوں“۔

(مجموع الفتاوى: 36/15، وفرائد الكلام للخلفاء الكرام: ص 144)

نیک دل گورنر، ماں سے زیادہ شفیق

سیدنا سعد رضی اللہ عنہ کوفہ کے گورنر تھے۔ وہ اپنے زیر انتظام تمام علاقوں کی کڑی نگرانی کرتے تھے اور سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ سے مشورے کر کے اپنے ماتحت علاقوں میں حکام کا تقرر فرماتے تھے۔ اہل کوفہ کے سمجھدار لوگ سیدنا سعد رضی اللہ عنہ کے بڑے مداح تھے۔ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے ایک دفعہ کوفہ کی ایک مشہور شخصیت سے حضرت سعد رضی اللہ عنہ کے کردار کے بارے میں سوال کیا تو اس نے جواب دیا: سعد رضی اللہ عنہ اموال کی وصولی میں انتہائی متواضع ہیں۔ اپنی ذات میں خالص عربی النسل ہیں۔ احکام جاری کرنے میں شیر ہیں۔ مقدمات میں انصاف سے کام لیتے ہیں۔ تقسیم میں مساوات برتتے ہیں۔ لشکر سے دور رہتے ہیں لیکن اہل لشکر پر ایک نیک دل ماں سے بھی زیادہ شفیق ہیں۔ وہ چیونٹی کی طرح چپکے چپکے ہمارے پاس پہنچ جاتے ہیں۔

قدیم کوفہ کے آثار

(الولاية على البلدان:1/123)

سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے جریر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ سے حضرت سعد رضی اللہ عنہ کی شخصیت اور اسلوب کار کے بارے میں سوال کیا تو انہوں نے جواب دیا: میں نے انہیں اپنے دور ولایت میں طبعاً سب لوگوں سے زیادہ کریم اور سب سے کم سختی کرنے والا پایا۔ وہ لوگوں پر ماں کی مامتا جیسی شفقت کرتے ہیں۔ ان کے لیے اموال اس طرح جمع کرتے ہیں جس طرح چیونٹیاں اپنی خوراک جمع کرتی ہیں۔ وہ میدانِ جنگ میں انتہائی مضبوط ہیں اور لوگوں کے لیے قریش کے محبوب ترین شخص ہیں۔

(الولاية على البلدان:1/123)

بچوں سے شفقت نہ کرنے والا عامل نہیں ہوسکتا

سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے بنو اسلم کے ایک آدمی کو ایک علاقے کا والی مقرر کیا۔ وہ آدمی عمر رضی اللہ عنہ کی خدمت میں آیا۔ اس وقت سیدنا عمر رضی اللہ عنہ اپنے ایک بچے کو گود میں بٹھا کر پیار کر رہے تھے۔ اس آدمی نے کہا: امیر المؤمنین! آپ بچوں سے اس طرح پیار کرتے ہیں؟ اللہ کی قسم! میں نے تو کبھی کسی بچے کو بوسہ نہیں دیا۔ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

فَأَنْتَ وَاللّٰهِ بِالنَّاسِ أَقَلُّ رَحْمَةً لَا تَعْمَلْ لِي عَمَلاً

''اللہ کی قسم! تیرے دل میں لوگوں کے ساتھ مہربانی کا قطعاً کوئی جذبہ نہیں ہے تو میری طرف سے والی بن کر کام نہیں کر سکتا۔'' یہ وجہ تھی کہ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے اسے معزول کر دیا۔ (محض الصواب:2/519)

اذان کے لیے قرعہ اندازی

معرکۂ قادسیہ کے اختتام پر ایک عجیب معاملہ پیش آیا۔ اس سے ہمارے اسلافِ کرام کی دین سے وابستگی اور ان کے تقرب الی اللہ کا حال معلوم ہوتا ہے۔ ہوا یوں کہ اس معرکے کے آخری دن مسلمانوں کا مؤذن شہید ہوگیا۔ اُدھر نماز کا وقت ہوگیا۔ مجاہدین کو اذان دینے کی اس قدر زبردست تمنا تھی کہ ہر شخص چاہتا تھا کہ اذان وہی دے۔ اس معاملے نے اس قدر طول پکڑا کہ باہم تکرار کی نوبت آگئی۔ حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ نے مسابقت کی یہ صورت حال دیکھی تو قرعہ اندازی کا طریقہ اختیار کیا اور جس کا نام نکلا اسے اذان دینے کا شرف حاصل ہوا۔

(تاريخ الطبري:4/390)

سابقہ حکام کا احترام

سیدنا عمر رضی اللہ عنہ سابقہ عمال و حکام کا بہت احترام فرماتے تھے۔ خلافت راشدہ کے پورے دور پر ہمیں یہی چھاپ نظر آتی ہے۔ حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کو جب شام کا گورنر بنا کر بھیجا گیا تو انہوں نے امامتِ نماز میں ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ سے مقدم ہونے سے انکار کر دیا۔ اور جب سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کو شامی افواج کی کمان سے معزولی کا حکم ارسال فرمایا تو ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ نے اس خبر کو مخفی رکھا یہاں تک کہ انہیں دوسرا حکم نامہ موصول ہوا۔ جب خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کو اس معاملے کی اطلاع ملی تو وہ ابوعبیدہ بن جراح رضی اللہ عنہ سے اس بات پر ناراض ہوئے کہ آپ نے یہ معاملہ مخفی کیوں رکھا؟

(تاریخ الیعقوبی:2/ 140,139)

ڈاکٹر عبدالعزیز عمری بیان کرتے ہیں:

میں نے اپنے پورے مطالعے کے دوران میں سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے کسی والی کو اپنے سے پہلے کسی والی کی تذلیل کرتے یا اس کی چغلی کرتے نہیں پایا، بلکہ وہ اپنے پہلے ہی خطبہ میں ان کی تعریف اور خوبیاں بیان کرتے تھے۔

(الولایة علی البلدان:2/ 55)

لوگوں کا ذکر بیماری

سیدنا عمر رضی اللہ عنہ عموماً اللہ تعالیٰ کی یاد میں مصروف رہتے تھے۔ فرماتے تھے:

عَلَيْكُمْ بِذِكْرِ اللّٰهِ فَإِنَّهُ شِفَاءٌ وَ إِيَّاكُمْ وَ ذِكْرَ النَّاسِ فَإِنَّهُ دَاءٌ

''اللہ کا ذکر کثرت سے کیا کرو اس میں شفا ہے۔ لوگوں کا ذکر چھوڑ دو، اس میں بیماری ہے۔

(تفسیر القرطبی: 16/ 336، ومحض الصواب: 2/ 677)

وہ یہ بھی فرماتے تھے: خلوت نشینی کی عادت ڈالو۔

(الزهد لوكيع: 2/ 517 وإسناده صحيح)

مکران کی فتح (23ھ)

عام لوگوں کے ذہن میں یہی ہے کہ برصغیر پر حملوں کی ابتدا اموی دور میں ہوئی مگر حقیقت یہ ہے کہ سندھ پر پہلی یلغار سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے دور میں ہوئی۔ 23 ہجری میں حکم بن عمرو رضی اللہ عنہ کے ہاتھ پر مکران فتح ہوا۔ حکم کی امداد کے لیے شہاب بن مخارق متعین ہوئے۔ بعدازاں سہیل بن عدی اور عبداللہ بن عبداللہ بن عتبان بھی ان سے جا ملے۔ شاہ سندھ سے شدید جنگ ہوئی۔ اللہ نے سندھی لشکروں کو شکست سے دوچار کیا۔ مسلمانوں کو اس فتح میں بہت سا مال غنیمت ہاتھ آیا۔ حکم بن عمرو نے فتح کی خوشخبری اور مالِ غنیمت کا خمس صحار عبدی کے ہاتھ عمر رضی اللہ عنہ کی خدمت میں ارسال کر دیا۔ جب صحار عبدی مدینہ پہنچے تو عمر رضی اللہ عنہ نے ان سے سرزمین مکران کی علاقائی اور سماجی معلومات دریافت کیں۔ انہوں نے جواب دیا:

يَا أَمِيرَ الْمُؤْمِنِينَ! أَرْضٌ سَهْلُهَا جَبَلٌ، وَمَاؤُهَا وَشَلٌ، وَتَمْرُهَا دَقَلٌ، وَعَدُوُّهَا بَطَلٌ، وَخَيْرُهَا قَلِيلٌ، وَشَرُّهَا طَوِيلٌ، وَالْكَثِيرُ بِهَا قَلِيلٌ، وَالْقَلِيلُ بِهَا ضَائِعٌ وَمَا وَرَاءَهَا شَرٌّ مِنْهَا

''امیر المؤمنین! وہ پہاڑی علاقہ ہے۔ اس میں پانی تھوڑا ہے۔ کھجوریں انتہائی ردی ہیں۔ دشمن دلیر ہے۔ خیر کم ہے۔ شر زیادہ ہے۔ وہاں کا زیادہ سامان بھی کم اور ناکارہ ہے۔ اس کے علاوہ جو تفصیلات ہیں وہ اس سے بھی بدتر ہیں''۔

خراسان
فارس
مکران
بحیرہ عرب

عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: تم مسجع کلام کرنے والے ہو یا خبر دینے والے؟ انہوں نے کہا: میں نے جو کچھ عرض کیا ہے وہ خبر ہے۔ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے حکم بن عمرو رضی اللہ عنہ کو لکھا کہ اب مکران سے آگے تجاوز نہ کرو۔ دریا کے اس پار ہی رہو۔

(تاریخ الطبری: 5/ 172-174)

قیمتی جواہرات سے بھرے دو ٹوکرے

سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کے دور میں ہونے والے معرکہ نہاوند کی ایک قابل ذکر بات یہ تھی کہ اس جنگ میں جو مال غنیمت ہاتھ آیا اُن میں کسریٰ کے انتہائی قیمتی جواہرات سے بھرے دو ٹوکرے بھی تھے۔ یہ ٹوکرے حذیفہ بن یمان رضی اللہ عنہ نے سائب بن اقرع کو دے کر سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کی خدمت میں روانہ کر دیے۔ جب یہ جواہرات سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کی خدمت میں پیش کیے گئے تو انہوں نے فرمایا: انہیں بیت المال میں جمع کرا دو اور فوراً واپس چلے جاؤ۔ سائب نے ایسا ہی کیا اور واپس چل دیے۔ ان کے جانے کے چند روز بعد سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے سائب کو واپس بلانے کے لیے ان کے پیچھے ایک آدمی روانہ کیا۔ وہ سائب سے کوفہ میں جا ملا اور اسے ساتھ لے کر واپس آیا اور اسے سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کے سامنے پیش کر دیا۔

جب سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے سائب کو دیکھا تو فرمایا: اے سائب! بات یہ ہے کہ تمہارے جانے کے بعد میں نے خواب میں دیکھا کہ فرشتے مجھے ان ٹوکروں کی طرف کھینچ کر لا رہے ہیں اور یہ دونوں ٹوکرے آگ بن کر بھڑک رہے ہیں۔ وہ مجھے ان جواہرات کو فوراً تقسیم نہ کرنے کی پاداش میں آگ سے داغنے کی دھمکی دے رہے تھے۔ تم ان کو لے جاؤ اور مسلمانوں کو دیے جانے والے وظائف میں انہیں خرچ کر دو۔ اس مقصد کے لیے انہیں کوفہ کے بازار میں فروخت کر دینا۔

(البداية والنهاية: 113/7)

کسریٰ کے خاص پھل عام کسانوں کے لیے

مسلمانوں نے جب کسریٰ ایران کو شکست دی تو اس کے محل کے باغات کے درختوں کا پھل تقسیم کر دیا۔ عام کسانوں کو بھی اس کا پھل کھلایا اور اس کا خمس سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کی خدمت میں روانہ کر دیا، اور لکھا: بلاشبہ اللہ تعالیٰ نے ہمیں وہ کھانے کھلائے جو کسریٰ اپنے لیے مخصوص رکھتے تھے۔ ہم چاہتے ہیں کہ آپ بھی انہیں چکھیں اور اللہ تعالیٰ کے انعام و فضل پر اس کا شکریہ ادا کریں۔

(تاريخ الطبري:272/4)

نئے جنگی طریقے اور حربی چالیں

معرکۂ دمشق میں مسلمانوں نے بہت سے نئے جنگی طریقے اختیار کیے۔ حملے میں پہل کرنا، اچانک حملہ کر دینا اور موقع محل کی تلاش میں رہنا معرکۂ دمشق کے خاص واقعات ہیں۔ مجاہدین کمانڈر نت نئے تجربات کرتے رہتے تھے۔ خالد بن ولید رضی اللہ عنہ نے خوب جائزہ لینے کے بعد ایک مناسب مقام سے خندق عبور کی اور پھر اچانک محاصرے کی حالت مسلمانوں کی پیش قدمی میں بدل گئی۔ اگر ہم خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کے اس اقدام کو پیش نظر رکھ کر اکتوبر 1973ء میں مصری لشکر کے اس اقدام کا جائزہ لیں جو انہوں نے اسرائیل کی طرف سے قائم کردہ دفاعی رکاوٹوں کو عبور کرنے کے لیے کیا تھا۔ صاف معلوم ہوگا کہ یہ طریقہ بعینہ خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کے اسی طریقے جیسا تھا جس میں انہوں نے رسیوں سے بنائی ہوئی سیڑھیاں استعمال کی تھیں۔

بلاشبہ زمانے اور زندگی کی برق رفتاریوں کے نتیجے میں آج حرب وضرب کے طریقے یکسر بدل گئے ہیں۔ اس کے باوجود آپ آج بھی جدید جنگی چالوں کا جائزہ لیں گے تو آپ کو معلوم ہوگا کہ صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم نے دورانِ جہاد جو جنگی طریقے اور تدابیر اختیار فرمائی تھیں ان سے آج بھی کسی نہ کسی شکل میں استفادہ کیا جاتا ہے۔

(الهندسة العسكرية، ص: 195)

اس واقعے سے مسلمانوں کے بلند ترین کریمانہ اخلاق کا ثبوت ملتا ہے کہ انہوں نے عام کسانوں کی شان کو بلند کر دیا۔ انہیں وہ کھانے کھلائے جو کسریٰ کے بادشاہ صرف اپنے لیے مخصوص رکھتے تھے اور کسانوں کے لیے حرام سمجھتے تھے۔ اس طرح گویا مسلمانوں نے کسانوں کو پیغام دیا کہ تم اس سچے دین کو قبول کر لو جو تمہیں تمہارا صحیح مقام دے گا اور تمہارا انسانی اکرام بحال کرے گا۔

(التاريخ الإسلامي:335/10)

ام حکیم رضی اللہ عنہا کا مجاہدانہ کردار

ام حکیم بنت الحارث بن ہشام عکرمہ بن ابوجہل رضی اللہ عنہ کی بیوی تھیں۔عکرمہ رضی اللہ عنہ ایک شامی معرکے میں شہید ہوگئے۔ام حکیم نے چار(4) مہینے دس(10) دن عدت گزاری۔یزید بن ابی سفیان رضی اللہ عنہ اور خالد بن سعید رضی اللہ عنہ ان سے نکاح کرنے کے خواہاں ہوئے۔انہوں نے خالد بن سعید رضی اللہ عنہ کا پیغام قبول کرلیا اوران سے شادی کرلی۔مسلمان جب مرج الصفر میں صف آرا ہوئے تو خالد نے ام حکیم کی رخصتی کا پروگرام بنایا۔خالد نے اجنادین، فحل اور مرج الصفر کے معرکوں میں شرکت کی۔ام حکیم نے کہا: بہتر ہے کہ آپ اس معرکے کے خاتمے تک انتظار کریں۔خالد بن سعید نے کہا: میرا دل کہہ رہا ہے کہ میں اس معرکے میں شہادت سے ضرور سرفراز ہوجاؤں گا، چنانچہ ام حکیم نے رضامندی ظاہر کردی۔خالد بن سعید رضی اللہ عنہ ام حکیم کو بیاہ کر مرج الصفر کے قریب پل کے پاس اپنے خیمے میں لے آئے اور شب زفاف بسر کی۔اسی وجہ سے اس پل کا نام ام حکیم کے نام سے منسوب ہوا۔خالد نے سب مجاہد بھائیوں کو ولیمے کی دعوت دی۔ابھی ولیمے سے فارغ نہ ہوئے تھے کہ رومیوں کے خلاف صف آرا ہوگئے۔خالد بن سعید رضی اللہ عنہ نے آگے بڑھ کر دشمن پر حملے کیے اور بالآخر شہادت پائی۔ام حکیم نے اس دن اپنے بدن پر اچھی طرح کس کر لباس سمیٹا اور میدان میں نکل آئیں۔ابھی تک شادی کا خوشبودار رنگ ان کے لباس پر موجود تھا۔اس دن مسلمانوں اور رومیوں کے درمیان بڑی خونریز جنگ ہوئی۔دونوں طرف سے دادشجاعت دی گئی۔تلواریں چمکتی رہیں اورایک دوسرے کا گلا کاٹتی رہیں۔ام حکیم نے جس خیمے میں شب زفاف بسر کی تھی اسی خیمے کی ایک لاٹھی نکالی اوراسی لاٹھی کے وار سے انہوں نے سات رومی ہلاک کرڈالے۔
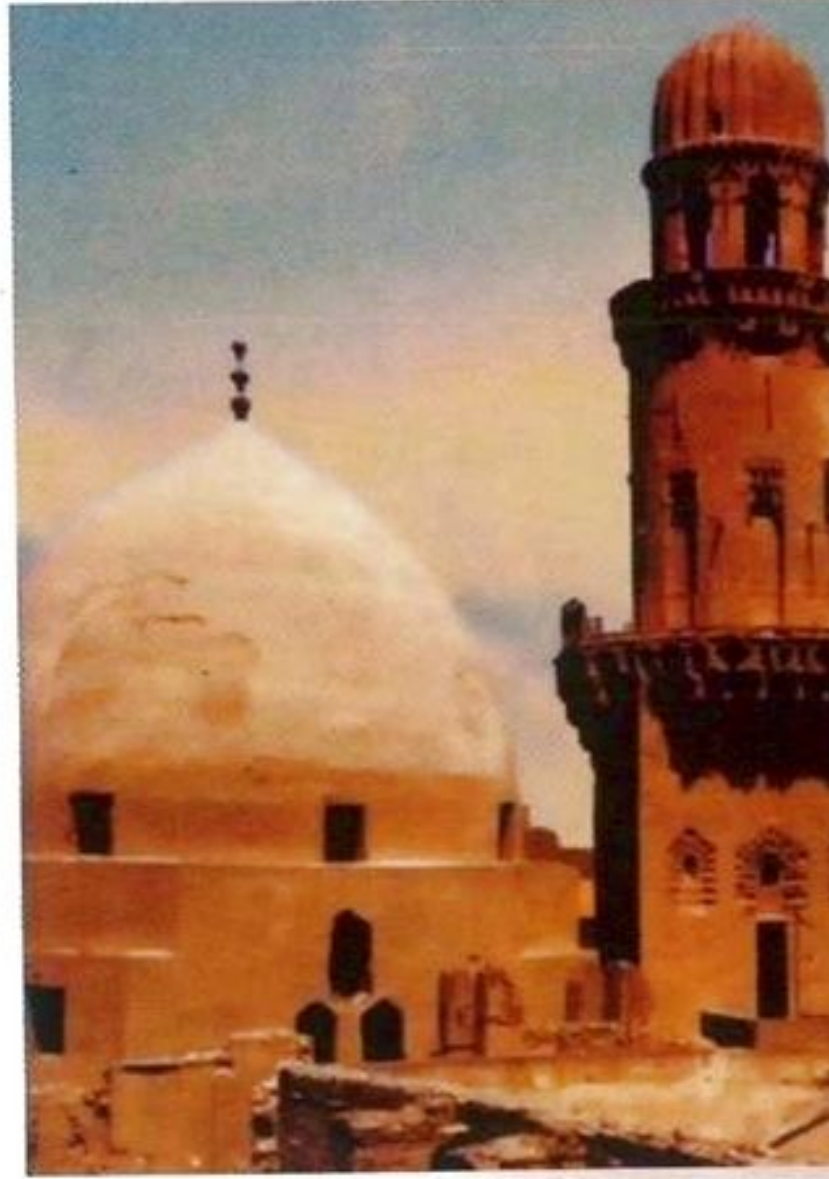
قاہرہ کی ایک قدیم مسجد

(الاستیعاب:٤/٤٨٤، ودورالمرأة السیاسي لأسماء محمد:ص٣١٣)

سپہ سالار اور عام سپاہیوں کے لیے ایک کھانا

ابوعبید ثقفی نے خود ''کسکر'' میں قیام کیا اوراہل فارس کی افواج کے تعاقب اوربعض بستیوں کے ان باشندوں کی سرکوبی کے لیے مسلح دستے متعین فرمائے جنہوں نے عہد توڑا تھا اوراہلِ فارس کی فوج کا ساتھ دیا تھا۔اس فتح کے بعد مسلمانوں کا پلڑا بھاری ہوگیا اوربعض حکام صلح کی پیشکش لے کر حاضر ہوئے۔ان میں دوسرداروں نے ابوعبید کے لیے خصوصی کھانا تیار کرایا تھا جوان کا عمدہ ترین کھانا سمجھا جاتا تھا۔انہوں نے کہا: یہ کھانا آپکے اکرام اور مہمان نوازی کے طور پر تیار کیا گیا ہے۔ابوعبید نے دریافت فرمایا: کیا تم نے ایسا ہی کھانا سارے اسلامی لشکر کو کھلایا ہے اوران کی مہمان نوازی کی ہے؟انہوں نے کہا: اتنا کھانا تو ہمیں میسر نہیں لیکن ہم تیار کرلیں گے۔ابوعبید نے فرمایا: ہمیں اس کھانے کی کوئی ضرورت نہیں جو سارے لشکر کے لیے تیار نہ کیا جائے۔یہ جواب سن کر اہلِ فارس کے سردار پریشان ہوگئے۔بعدازاں دوبارہ کھانا لے کر حاضر ہوئے۔ابوعبید نے فرمایا: کیا میں نے تمہیں خبردار نہیں کیا کہ میں وہ کھانا ہرگز نہیں کھاؤں گا جو میرے ساتھ موجود تمام سپاہیوں کو نہیں ملے گا۔انہوں نے عرض کیا: جناب والا! ہرسپاہی کے لیے اس سے بھی بہتر کھانا وافر مقدار میں اس کے گھر پہنچا دیا گیا ہے۔جب ابوعبید کو یقین ہوگیا توانہوں نے یہ کھانا قبول فرمالیا، خود بھی کھایا اوراس میں سے کچھ کھانا ان لوگوں کو بھی بھیجا جن کے وہ مہمان بنے ہوئے تھے۔

ان لوگوں نے اہلِ فارس کی مہمان نوازی کے کھانے سے اپنا حصہ پہلے ہی وصول کرلیا تھا۔انہیں یہ علم نہ تھا کہ فارس والوں نے ابوعبید کو بھی یہ لذیذ کھانا فراہم کیا ہے۔وہ سمجھے کہ ابوعبید نے انہیں حسب معمول اپنے گھر سے کھانا بھیجا ہے، اس لیے انہوں نے یہ کھانا واپس بھیج دیا۔ابوعبید نے وہ کھانا پھران کی طرف بھیجا اورفرمایا: یہ عجمیوں کا کھانا ہے اوروافر مقدار میں ہے۔اسے کھالو تاکہ تمہیں معلوم ہوسکے کہ تم آج تک کیا کھاتے رہے ہو اور یہ کھانا کتنا عمدہ ہے۔

(تاریخ الطبري: 4/273,272)

مقوقس کی بیٹی ارمانوسہ

سیدنا عمر ؓ کے دور میں ہونے والی فتح بلبیس میں ایک ایسا واقعہ بھی پیش آیا جو مسلمانوں کے وقار کا باعث بنا۔ ہوا یوں کہ جب اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کے لیے بلبیس مسخر کر دیا تو مسلمانوں نے مال غنیمت میں مقوقس کی بیٹی ''ارمانوسہ'' کو دیکھا۔ وہ اپنے باپ کی انتہائی لاڈلی بیٹی تھی۔ وہ اپنی خادمہ ''بربارہ'' کے ساتھ بلبیس آئی ہوئی تھی۔ اس کا معاملہ یہ تھا کہ وہ قسطنطین بن ہرقل کے ساتھ نکاح سے فرار کے راستے تلاش کر رہی تھی۔ یہ وہی قسطنطین ہے جو قنسطنز کا باپ بنا اور معرکہ ذات الصواری میں مسلمانوں کے مقابلے میں آیا۔

اسلامی لشکر نے ''ارمانوسہ'' کو گرفتار کر لیا۔ عمرو بن عاص ؓ نے تمام صحابہ کو جمع فرمایا اور انہیں اللہ تعالیٰ کا فرمان:

﴿ هَلْ جَزَآءُ ٱلْإِحْسَٰنِ إِلَّا ٱلْإِحْسَٰنُ ﴾

''احسان کا بدلہ صرف احسان ہے''۔ (الرحمن: 60)

پڑھ کر سنایا، پھر فرمایا: مقوقس نے ہمارے پیارے نبی ﷺ کو ایک دفعہ تحفہ ارسال کیا تھا۔ میری خواہش ہے کہ ہم بھی اس کے عوض اس کی بیٹی ارمانوسہ، اس کی تمام خادماؤں اور جملہ تعلق داروں کو حاصل شدہ مال سمیت مقوقس کی طرف واپس روانہ کر دیں۔ سب نے سیدنا عمرو ؓ کی اس رائے سے اتفاق کیا۔

(الدور السياسي في صدر الإسلام للصفوة: ص431)

سیدنا عمرو بن عاص ؓ نے ''ارمانوسہ'' کو نہایت عزت و احترام کے ساتھ اس کے جواہرات، لونڈیوں اور غلاموں سمیت اس کے باپ کے پاس بھیج دیا۔ خادمہ بربارہ نے کہا: میری شہزادی! عرب تو ہمیں چاروں طرف سے گھیرے ہوئے ہیں۔ ارمانوسہ نے کہا:

إِنِّي آمَنُ عَلَى نَفْسِي وَ عِرْضِي فِي خَيْمَةِ الْعَرَبِيِّ وَلَا آمَنُ عَلَى نَفْسِي فِي قَصْرِ أَبِي

''میں اپنی جان اور آبرو کو اپنے باپ کے محل سے کہیں زیادہ کسی عربی کے خیمے میں محفوظ سمجھتی ہوں''۔

ارمانوسہ، صحیح سلامت اپنے باپ کے پاس پہنچی تو وہ مسلمانوں کے حسن سلوک سے نہایت متاثر ہوا اور اپنی بیٹی کو محفوظ و مامون پا کر بہت خوش ہوا۔

(فتح مصر لصبحي ندا: ص 24)

سیدنا عمر کے اقوال زریں

☆ عمل کی پختگی یہ ہے کہ اسے کل پر نہ چھوڑا جائے۔ اور امانت یہ ہے کہ باطن ظاہر کے خلاف نہ ہو۔ اللہ سے ڈرو کیونکہ تقویٰ پرہیزگاری اختیار کرنے سے ہی حاصل ہوتا ہے۔ جو اللہ کا ڈر اختیار کرتا ہے اللہ تعالیٰ اسے بچا لیتا ہے۔ اصل متوکل وہ ہے جو زمین میں بیج بوئے اور پھر اللہ پر توکل کرے۔

☆ ایسا نہ ہو کہ کوئی رزق کی تلاش چھوڑ کر بیٹھ جائے اور کہے: اے اللہ! مجھے رزق عطا فرما۔ آسمان سے سونے چاندی کے سکوں کی بارش نہیں ہوتی، بلکہ اللہ تعالیٰ لوگوں کو ایک دوسرے کے ذریعے سے رزق دیتا ہے۔

قارئین کرام! ممکن ہے یہ قصہ پہلے بھی اس کتاب میں کسی جگہ گزر چکا ہو کہ آپ ایک دفعہ مسجد نبوی میں نماز کے اوقات کے علاوہ داخل ہوئے تو نوجوانوں کی ایک ٹولی کو دیکھا جو ذکر اذکار میں مصروف تھی۔ ان کی طرف اپنا درہ لہرایا اور کہا: جاؤ جا کر بازار میں محنت مزدوری کرو اور پھر اپنا یہ تاریخی جملہ ارشاد فرمایا:

إِنَّ السَّمَاءَ لَا تُمْطِرُ ذَهَبًا وَلَا فِضَّةً

''آسمان سے سونے اور چاندی کی بارش نہیں ہوا کرتی، جاؤ اللہ کا فضل تلاش کرو''۔

☆ کبھی کبھی ننگے پاؤں بھی چلا کرو اور جوتے پہن کے بھی کیونکہ تم نہیں جانتے کہ سختی کب آ پہنچے۔

☆ آپ کے سامنے قریش کے چند نوجوانوں کا تذکرہ ہوا جنہوں نے اپنا مال ضائع کر لیا تھا، آپ نے فرمایا: کسی کا ہنرمند ہونا مجھے اس کے محتاج ہونے سے زیادہ عزیز ہے، نیز فرمایا: ہنر، جس کے ذریعے سے گزر بسر کی جائے، مانگنے سے کہیں بہتر ہے۔

(أخبار عمر: ص346-348)

فتنوں کے پھیلاؤ میں مضبوط رکاوٹ

حضرت حذیفہ بن یمان ؓ فرماتے ہیں کہ ایک دن ہم عمر بن خطاب ؓ کی خدمت میں بیٹھے تھے۔ عمر ؓ نے فرمایا: تم میں سے کون فتنوں کے بارے میں رسول اللہ ﷺ کی حدیث جانتا ہے؟ میں نے عرض کیا: نبی کریم ﷺ نے جس طرح ارشاد فرمایا تھا، مجھے ان کا فرمان اسی طرح یاد ہے۔ سیدنا عمر ؓ نے فرمایا: بیان کرو۔ بلاشبہ تم ایک دلیر آدمی ہو۔ حضرت حذیفہ ؓ فرماتے ہیں: میں نے بتایا کہ میں نے نبی ﷺ سے سنا ہے:

فِتْنَةُ الرَّجُلِ فِي أَهْلِهِ وَ مَالِهِ وَ نَفْسِهِ وَ وَلَدِهِ وَجَارِهِ تُكَفِّرُهَا

الصَّلَاةُ وَالصِّيَامُ وَالصَّدَقَةُ وَالْأَمْرُ بِالْمَعْرُوفِ وَالنَّهْيُ عَنِ الْمُنْكَرِ

"آدمی کا فتنہ جو اس کے اہل خانہ، مال، جان، اولاد اور پڑوسی کے بارے میں ہوگا جسے اس کا روزہ، نماز، صدقہ، امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کا عمل مٹا دے گا"۔

(الخلفاء الراشدون للخالدي: ص 77)

سیدنا عمر ؓ نے فرمایا: میں نے اس فتنے کے بارے میں سوال نہیں کیا۔ میری مراد وہ فتنہ ہے جو سمندر کی طرح جوش مارے گا۔ میں نے عرض کیا: بھلا آپ کو اس فتنے سے کیا واسطہ؟ بلاشبہ آپ کے اور اس فتنے کے درمیان ایک بند دروازہ موجود ہے۔ سیدنا عمر ؓ نے دریافت فرمایا: کیا وہ دروازہ ٹوٹ جائے گا یا اسے کھول دیا جائے گا؟ میں نے عرض کیا: وہ دروازہ ٹوٹ جائے گا۔ انہوں نے فرمایا: جب یہ دروازہ ٹوٹ گیا تو ممکن ہے قیامت تک بند نہ ہو سکے۔

حذیفہ ؓ سے روایت کرنے والے راوی ابو وائل بیان کرتے ہیں: میں نے حذیفہ ؓ سے پوچھا:

کیا عمر ؓ اس دروازے کے بارے میں جانتے تھے؟ حذیفہ ؓ نے فرمایا: ہاں، وہ اس طرح جانتے تھے جس طرح آج کے بعد کل کا آنا یقینی ہو۔ میں نے انہیں ایسی احادیث سنائیں جن میں کسی قسم کا شک وشبہ نہ تھا۔

ابو وائل فرماتے ہیں: ہم اس بات سے ڈرے کہ آپ سے اس دروازے کے بارے میں کچھ پوچھیں۔ ہم نے مسروق سے گزارش کی کہ آپ حذیفہ ؓ سے دروازے کے بارے میں پوچھیے۔ مسروق ؒ نے حضرت حذیفہ ؓ سے عرض کی: وہ دروازہ کون تھا؟ حذیفہ ؓ نے فرمایا: وہ عمر ؓ تھے۔

(صحيح البخاري، حديث: 7096)

حضرت حذیفہ ؓ نے سیدنا عمر ؓ کو آگاہ کیا کہ آپ ایک مضبوط دروازہ ہیں جو مسلمانوں کے مابین فتنوں کے پھیلاؤ میں مضبوط رکاوٹ بنا ہوا ہے اور یہ دروازہ آخر کار ٹوٹ جائے گا۔ اور قیامت تک اس دروازے کے بند نہ ہونے کا یہی مطلب تھا کہ اس کے بعد مسلمانوں کے درمیان ہر طرف فتنے پھیل جائیں گے اور وہ ان فتنوں کو ختم کرنے، روکنے یا ان کا مقابلہ کرنے کی ہمت سے محروم ہوں گے۔

حضرت حذیفہ ؓ نے یہ باتیں اپنی طرف سے بیان نہیں فرمائیں۔ نہ ایسے جلیل القدر صحابی سے ایسی بات کی توقع کی جا سکتی ہے۔ وہ غیب بھی نہیں جانتے تھے۔ یہ سب کچھ انہوں نے نبی ﷺ سے سنا تھا اور سن کر ذہن نشین کر لیا تھا، اس لیے انہوں نے سیدنا عمر ؓ کی بات سن کر فرمایا: میں نے ایسی باتیں کی ہیں جو سو فیصد سچ ہیں۔ ان میں جھوٹ نام کی کوئی چیز نہیں کیونکہ میں نے سب باتیں نبی کریم ﷺ کی زبان اطہر سے سنی ہیں۔

سیدنا عمر ؓ بھی اس حقیقت سے باخبر تھے جو انہوں نے حضرت حذیفہ ؓ کی زبان سے سنی۔ وہ خوب جانتے تھے کہ ان کی خلافت مسلمانوں میں فتنے پھیلنے کے خلاف ایک مضبوط دروازہ ہے۔ ان کے دور خلافت اور ان کی زندگی میں مسلمانوں میں کوئی فتنہ راہ نہیں پا سکا۔

(الخلفاء الراشدون للخالدي: ص 79)

قصرِ ابیض کے آثار

سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کی فتوحات پر اہلِ فارس کا ردِعمل

اہلِ فارس کے خلاف اہل عرب کو حاصل ہونے والی فتوحات کے ردِعمل میں اہلِ فارس کے سردار سر جوڑ کر بیٹھ گئے۔ انہوں نے رستم اور فیرزان سے کہا: تمہارے باہمی اختلافات نے اہلِ فارس کو انتہائی کمزور کر دیا ہے اور دشمنوں کو اہلِ فارس پر غالب آنے کی حرص اور امید دلائی۔ سپہ سالارو! یہ سب کچھ تمہاری وجہ سے ہوا ہے۔ تم نے اہلِ فارس کو تقسیم کر رکھا ہے۔ انہیں دشمن کے مقابلے میں کمزور کر دیا ہے۔ اب تمہیں اہلِ فارس تمہاری موجودہ سوچ پر کاربند نہیں رہنے دیں گے۔ وہ ہلاکت کو گلے نہیں لگائیں گے۔ تم صرف یہ چاہتے ہو کہ ہم پر مصیبت نازل ہو اور ہم سب ختم ہو جائیں۔

اب بغداد، ساباط اور تکریت کے بعد پایۂ تخت مدائن ہی رہ گیا ہے۔ یا تو تم اپنے اختلافات ختم کر کے ایک ہو جاؤ، ورنہ پھر دشمن کے خوش ہونے سے پہلے ہی ہم تمہیں ختم کر دیں گے۔ اگر تمہیں قتل کرنے سے ہمارے بچاؤ کا کوئی امکان ہوتا تو ہم تمہیں قتل کرنے میں ذرا بھی دیر نہ کرتے لیکن اگر تم اپنے اختلافات

سے باز نہ آئے تو پہلے ہم تمہیں قتل کریں گے اور بعد میں خود بھی ختم ہو جائیں گے، اس طرح کم سے کم ہمیں یہ تسلی تو ہوگی کہ ہم نے تم سے نجات حاصل کر لی ہے۔

اس اجلاس کے بعد رستم اور فیرزان ''بوران'' کے پاس پہنچے اور کہا: ہمیں کسریٰ کی عورتوں، کنیزوں اور اسی طرح تمام آلِ کسریٰ کی عورتوں اور کنیزوں کا ریکارڈ فراہم کرو۔ اس نے یہ سب کچھ ایک کتاب کی شکل میں اُن کے سامنے رکھ دیا۔ انہوں نے ان تمام عورتوں کو تلاش کرنے کے لیے اپنے کارندے بھیجے۔ وہ سب عورتوں کو پکڑ لائے، پھر ان عورتوں کو مردوں کے حوالے کر دیا گیا۔ وہ مردان عورتوں سے کسریٰ کی مذکر اولاد کا پتہ پوچھتے تھے، کسی بھی عورت کے پاس کسی کا پتہ نہیں تھا۔ صرف ایک عورت نے بتایا کہ شہریار بن کسریٰ کی نسل سے ایک لڑکا ''یزدگرد'' ابھی زندہ ہے۔ اس کی ماں ''اہلِ بادوریا'' میں سے تھی۔ اس کی ماں کو گرفتار کر لیا گیا اور اس سے یزدگرد کے بارے میں تفصیلات حاصل کی گئیں۔ دراصل ''یزدگرد'' کی ماں اسے اس وقت اصطخر میں اس کے ماموں کے پاس خفیہ طور پر لے گئی تھی، جب ''یزدگرد'' کے چچا شیرویہ نے ان عورتوں کو قصرِ ابیض میں جمع کیا تھا اور اپنے سترہ (17) بھائیوں سمیت آلِ کسریٰ کے تمام مردوں کو اس لیے تہ تیغ کر دیا تھا کہ مبادا کوئی فارس کی بادشاہت کا دعویدار بن بیٹھے۔

شیرویہ نے جب اپنے بھائیوں کو قتل کیا تھا تو ان میں ایک بھائی شہریار بن کسریٰ پرویز بھی تھا جو اس کی مشہور بیوی شیریں کے بطن سے تھا اور یہی شہریار نامی شخص ''یزدگرد'' کا باپ تھا۔ لوگوں نے ''یزدگرد'' کی ماں پر سختی سے دباؤ ڈالا تو اس نے ''یزدگرد'' کے بارے میں انہیں سب کچھ بتا دیا۔ انہوں نے فوراً آدمی بھیجے اور وہ ''یزدگرد'' کو پکڑ لائے۔ انہوں نے بنوساسان سے بچ جانے والے اس واحد شخص کو جس کی عمر اس وقت صرف 21 سال تھی، تخت پر بٹھا دیا۔ اپنے تمام اختلافات ختم کر دیے اور اس کی امارت پر متفق ہو گئے۔ اس طرح اہل فارس میں جوش و خروش کی تازہ لہر دوڑ گئی اور وہ اس کی اطاعت و مدد پر کمربستہ ہو گئے۔ انہیں اپنے درپیش حالات سے نکلنے کی صرف یہی راہ نظر آئی۔

''یزدگرد'' ثالث رستم اور فیرزان کی مدد سے اپنے فرائض انجام دینے لگا۔ اس نے فوجی چھاؤنیوں اور کسریٰ کی سرحدوں کو از سرِ نو منظم کیا۔ مختلف محاذوں کے لیے لشکروں کی ترتیب مقرر کی۔ اس نے حیرہ، انبار اور ابلّہ کے لیے خصوصی لشکر تیار کیے۔

(تاريخ الطبري: 4/301,300، والطريق إلى المدائن: ص 367،368)

مسلمانوں کا وفد کسریٰ کے دربار میں

سیدنا سعد ؓ نے سمجھدار، معاملہ فہم اور جسمانی طور پر طاقتور افراد کا انتخاب شروع کر دیا اور جن لوگوں پر نظرِ انتخاب پڑی وہ مندرجہ ذیل تھے: ① نعمان بن مقرن مزنی ② بسر بن ابی رہم جہنی ③ حملہ بن جویہ کنانی ④ حنظلہ بن ربیع تمیمی ⑤ فرات بن حیان عجلی ⑥ عدی بن سہیل ⑦ مغیرہ بن زرارہ بن نباش بن حبیب ؓم۔

ان کے علاوہ حضرت سعد ؓ نے چند ایسے خاص افراد کا چناؤ بھی کیا جو سمجھ دار ہونے کے ساتھ ساتھ قد آور جسامت کے مالک بھی تھے ان کے نام یہ ہیں: ① عطارد بن حاجب تمیمی ② اشعث بن قیس کندی ③ حارث بن حسان ذہلی ④ عاصم بن عمرو تمیمی ⑤ عمرو بن معدیکرب زبیدی ⑥ مغیرہ بن شعبہ ثقفی ⑦ مثنیٰ بن حارثہ شیبانی ؓم۔

یزدگرد کے قلعے کے آثار

(الكامل في التاريخ : 101/2)

یہ کل 14 مبلغ تھے جنہیں سعد ؓ نے سیدنا عمر ؓ کے حکم کے مطابق ''یزدگرد'' کو حکمت و دانائی، عمدہ پیرائے اور خوش اسلوب گفتگو کے ذریعے سے اسلامی دعوت پیش کرنے کے لیے روانہ فرمایا۔ یہ لوگ اسلامی لشکر کے ممتاز افراد تھے۔ ممکن تھا کہ ان کی دعوتِ دین سے ''یزدگرد'' اور اس کے متبعین کو ایمان نصیب ہو جاتا اور دونوں طرف سے خون کی ندیاں بہنے کے امکانات ختم ہو جاتے۔
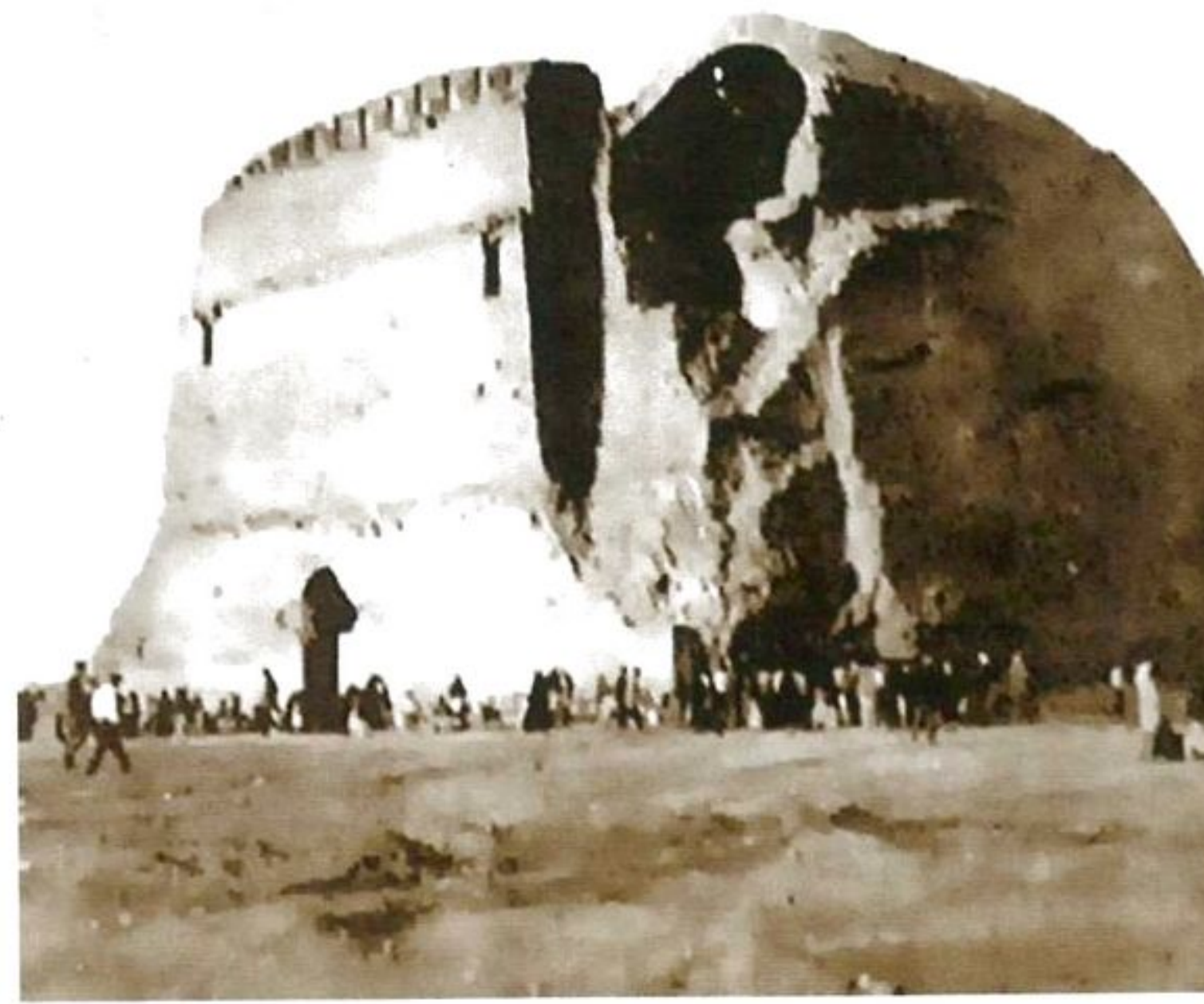
یہ وفد انتہائی قابل، ماہر اور اپنے مقاصد میں کامیاب افراد پر مشتمل تھا۔ یہ مضبوط جسامت، معاملہ فہمی اور قوت و ہیبت میں نمایاں مقام رکھتے تھے اہلِ فارس سے جنگ کا تجربہ بھی رکھتے تھے۔ ان میں سے بہت سے افراد ایسے تھے جنہوں نے سپاہِ فارس سے کئی بار معرکہ آرائی کی اور فتح پائی تھی۔ بعض ایسے تجربہ کار افراد بھی تھے جنہوں نے جاہلی دور میں بھی شاہانِ فارس سے مذاکرات کیے تھے اور وہ فارسی زبان بھی جانتے تھے۔ گویا سعد ؓ نے اس وفد کے لیے ہر لحاظ سے ایسے افراد کا چناؤ کیا تھا جو مذاکرات کے ماہر اور انتہائی معاملہ فہم تھے۔

(القادسية لأحمد عادل كمال: ص 70)

یہ منتخب وفد اپنی جسامت، رعب، طاقت اور سوجھ بوجھ کی وجہ سے زبردست کشش اور دبدبے سے مزین تھا۔

(الدعوة الإسلامية في عهد عمر بن الخطاب)

یہ وفد حضرت نعمان بن مقرن ؓ کی قیادت میں روانہ ہوا۔ مدائن پہنچا۔ بادشاہ ''یزدگرد'' سے مذاکرات ہوئے۔ ''یزدگرد'' نے اپنے ترجمان کے ذریعے سے سوال کیا کہ تم لوگ یہاں کیوں آئے ہو؟ ہم سے کیوں لڑنا چاہتے ہو؟ اور ہمارے علاقوں میں کیوں داخل ہوئے ہو؟ کیا اس کی وجہ یہ ہے کہ ہم لوگ باہمی عداوت میں مشغول ہو گئے تھے اور تمہیں ہمارے خلاف کارروائی کا موقع مل گیا؟ نعمان بن مقرن ؓ نے فرمایا: بلاشبہ اللہ عزوجل نے ہم پر رحمت فرمائی۔ اس نے ہماری طرف رسول بھیجا۔ اللہ کے رسول ﷺ ہمیں بھلائی کا حکم دیتے تھے۔ برائی سے منع فرماتے تھے۔ رسول اللہ ﷺ نے اس کے عوض ہم سے دنیا اور آخرت کی بھلائی کا وعدہ فرمایا۔ اُن کی دعوت سے قبائل کے کچھ لوگ دائرۂ اسلام میں داخل ہوئے۔ کچھ نے انکار کیا، پھر انہوں نے ہمیں حکم دیا کہ ہم عرب سے اس دین کی مخالفت کرنے والوں سے جہاد کی ابتدا کریں۔ ہم نے ایسا ہی کیا۔ ان میں سے بعض لوگ اسلام میں داخل ہوئے، جبکہ وہ ناپسند کرنے والے اور مجبور تھے لیکن بعد ازاں وہ اس عظیم نعمت کی وجہ سے قابل رشک ٹھہرے۔ بعض لوگ اپنی مرضی سے ہنسی خوشی اس دین میں داخل ہوئے تو ان کی عزت اور بڑھ

یزدگرد کے دور میں چلنے والے دو سکے

گئی۔ ہم سب نے اس عظیم نعمت کو پہچانا اور اسے اس باہمی عداوت اور ضد بازی پر ترجیح دی جس میں ہم اس کے آنے سے پہلے مبتلا تھے۔

پھر اللہ کے رسول ﷺ نے ہمیں عرب سے باہر ملحقہ قوموں سے جہاد کا حکم دیا۔ ہم انہیں انصاف کی بات کی طرف بلاتے ہیں۔ ہم تمہیں بھی اسی دین کی دعوت دیتے ہیں۔ ہمارا دین اچھے کو اچھا اور برے کو برا کہتا ہے۔ اگر تم اسے قبول نہ کرو تو تمہیں جزیہ ادا کرنا ہوگا۔ اگر جزیہ دینے سے بھی انکار کرو گے تو پھر جنگ اور قتال ہوگا۔

اگر تم ہمارا دین قبول کرلو تو تم پر کتاب اللہ کا نفاذ ہوگا۔ ہم تم سے اس کتاب کے احکام پر عمل کرنے کی پابندی کرائیں گے۔ تمہیں کچھ نہیں کہیں گے اور واپس چلے جائیں گے۔ اگر تم جزیہ دینا چاہتے ہو تو ہم جزیہ قبول کرلیں گے۔ تم سے کوئی تعرض نہیں کریں گے۔ تمہاری حفاظت بھی کریں گے، ورنہ تم سے جنگ کریں گے۔

شاہِ فارس ''یزدگرد'' نے کہا: میں نے اس پوری کائنات میں تم سے زیادہ بدبخت، تعداد کے لحاظ سے کم اور برا سلوک کرنے والے لوگ نہیں دیکھے۔ تم وہ لوگ ہو جنہیں ہم نے مضافات کی بستیاں دے رکھی تھیں۔ تم لوگ مطمئن تھے۔ تم لوگوں نے ہمارے خلاف مقابلہ کرنے کی کبھی جرأت نہیں کی تھی۔ اب اگر تمہیں کوئی غرور یا غلط فہمی لاحق ہوگئی ہے تو سن لو! خود ہی اپنی غلط فہمی دور کرلو۔ ہم چاہے کتنے ہی تنگدست ہوں مگر موسم آنے پر تمہیں تمہاری خوراک مہیا کردی جائے گی۔ تمہاری عزت کی جائے گی۔ تمہیں پہننے کے لیے کپڑے ملیں گے اور ہم تم پر ایسا حاکم مقرر کریں گے جو تم سے نرمی سے پیش آئے گا۔

یہ سن کر حضرت مغیرہ بن زرارہ ؓ کھڑے ہوگئے۔ انہوں نے فرمایا: تم نے ہماری بدحالی کا جو تذکرہ کیا ہے وہ درست ہے بلکہ ہم تو اس سے بھی زیادہ بدحال تھے۔ مغیرہ ؓ نے عربوں کی زبوں حالی کا مزید تذکرہ کرنے کے بعد فرمایا: پھر اللہ تعالیٰ نے ہم پر رحمت فرمائی اور اپنا پیغمبر مبعوث فرمایا، پھر انہوں نے حضرت نعمان ؓ جیسی کئی باتیں ارشاد فرمائیں اور کہا: اب تم ذلت کے ساتھ جزیہ دینا قبول کرلو ورنہ ہمارے تمہارے درمیان تلوار فیصلہ کرے گی یا پھر اسلام قبول کرکے اپنی نجات کا سامان کرلو۔ ''یزدگرد''

نے کہا: اگر یہ عالمی قانون نہ ہوتا کہ سفیر قتل نہیں کیے جاسکتے تو میں تمہیں ضرور قتل کرادیتا۔ جاؤ، چلے جاؤ۔ تمہارے لیے میرے پاس کچھ نہیں ہے، پھر اس نے مٹی کا ایک ٹوکرا منگوایا اور اپنے خدام سے کہا: ان میں سے جو سب سے زیادہ معزز سمجھا جاتا ہے، یہ ٹوکرا اس کے سر پر رکھ دو، پھر اسے ہانک دو یہاں تک کہ وہ مدائن کے دروازے سے باہر نکل جائے۔ عاصم بن عمرو خود آگے بڑھے اور فرمایا: میں ان سب سے زیادہ معزز ہوں، پھر انہوں نے مٹی کا ٹوکرا اٹھایا۔ اپنی سواری پر سوار ہوئے، سعد ؓ کی خدمت میں پہنچے اور عرض کیا:

أَبْشِرْ فَوَاللّٰهِ! لَقَدْ أَعْطَانَا اللّٰهُ أَقَالِيدَ مُلْكِهِمْ

''خوش ہوجائیے، اللہ کی قسم! اللہ نے ہمیں ان کے ملک کی چابیاں دے دی ہیں''

(البداية والنهاية: 43/7)

جاہلیت اور اسلام میں عرب وعجم کا فرق

سیدنا مثنیٰ ؓ فرماتے ہیں: جاہلیت اور اسلام دونوں ادوار میں عرب اور عجم کی آپس میں جنگ ہوتی رہی۔ اللہ کی قسم! جاہلیت کے زمانے میں یہ حالت تھی کہ عجمیوں کے ایک سو (100) افراد عرب کے ہزار افراد پر بھاری ہوتے تھے۔ اب حالت اس کے برعکس ہوگئی ہے۔ آج عرب مسلمانوں کے ایک سو (100) افراد عجمیوں کے ایک ہزار پر بھاری ثابت ہو رہے ہیں۔ بلاشبہ یہ اللہ تعالیٰ کا کرم ہے۔ اللہ رب العزت نے ان کا گھمنڈ توڑ دیا۔ ان کی تدبیر ناکام بنادی۔ خبردار! تمہیں ان کی ظاہری شان وشوکت اور کثرت مرعوب نہ کردے۔ ان کے اسلحے سے تمہیں ہرگز پریشان نہ ہونا چاہیے۔ ایسے اسلحے اور تیر کمانوں کا کیا فائدہ جن کے مالک ہی انہیں چھوڑ کر بھاگ جائیں یا یہ اسلحہ ان سے چھین لیا جائے اور وہ جانوروں کی طرح جدھر منہ اُٹھے بھاگ کھڑے ہوں۔

(التاريخ الطبري: 290/4)

اذان سن کر رستم کی بوکھلاہٹ

رستم نجف کے علاقے میں اُترا تو اس نے اپنا ایک جاسوس اسلامی لشکر میں بھیجا۔ یہ جاسوس بھیس بدل کر اسلامی لشکر میں گھس گیا۔ اس نے دیکھا کہ مسلمان ہر نماز کے وقت مسواک کرتے ہیں۔ نماز پڑھتے ہیں، پھر اپنے اپنے مورچے پر جا پہنچتے ہیں۔ یہ جاسوس واپس آیا اور رستم کو مکمل حالات سے آگاہ کیا۔ رستم نے سوال کیا: یہ لوگ کیا کھاتے ہیں؟ جاسوس نے جواب دیا: میں نے ان لوگوں میں ایک رات گزاری ہے۔ اللہ کی قسم! میں نے انہیں کوئی خاص چیز کھاتے نہیں دیکھا۔ صرف یہ دیکھا کہ ان کے پاس چھوٹی چھوٹی ٹہنیاں ہوتی ہیں، انہیں یہ صبح شام چوستے ہیں۔

رستم وہاں سے آگے بڑھا۔ اس نے عتیق اور مقام حصن کے درمیان پڑاؤ ڈالا۔ یہ صبح کا وقت تھا اور سیدنا سعد رضی اللہ عنہ کا مؤذن نماز فجر کے لیے اذان دے رہا تھا۔ رستم نے دیکھا کہ سب مجاہدین جلدی جلدی اُٹھ رہے ہیں۔ یہ دیکھ کر اس نے اپنے لشکر میں اعلان کرا دیا کہ فوراً اپنی سواریوں پر سوار ہو جاؤ۔ اس کے فوجیوں نے سوال کیا: کیوں؟ اس نے کہا: کیا تم دیکھتے نہیں کہ تمہارے دشمن کے لشکر میں اعلان ہو چکا ہے

اور وہ حرکت میں آ گئے ہیں۔ یہ سن کر رستم کے جاسوس نے کہا: ان کی یہ نقل و حرکت صرف نماز کے لیے ہے۔ رستم نے فارسی زبان میں کہا کہ میرے کان میں صبح سویرے ایک آواز آئی تھی، میرا یہ خیال ہے کہ یہ آواز ان کے خلیفہ عمر کی تھی۔ وہی ان سے گفتگو کر رہا تھا اور انہیں عقل و شعور عطا کر رہا تھا (معاذ اللہ)۔

محترم قارئین! یہ اس کی خام خیالی تھی، یہ تو اذان کی آواز تھی اللہ تعالی ہی اپنے بندوں کو عقل و شعور عطا فرماتے ہیں (مرتب)۔

ہم ذرا آگے بڑھتے ہیں جب رستم نہر پار کر کے مسلم فوج کے مد مقابل آ پہنچا تو اسی دوران میں ظہر کی نماز کا وقت ہو چکا تھا۔ سیدنا سعد رضی اللہ عنہ کے مؤذن نے اذان کہی۔ رستم نے یہ کلمات دوبارہ سنے تو بولا:

أَكَلَ عُمَرُ كَبِدِي۔ ''عمر نے میرے جگر کو چھلنی کر دیا ہے''۔ (تاريخ الطبري:4/358)

حکمت کی باتیں

تاریخ انسانی میں کم شخصیات ایسی ہوئی ہیں جو انسانی نفسیات کو سیدنا عمر رضی اللہ عنہ جتنا سمجھتی ہوں۔ آپ فرمایا کرتے تھے: جب تم دیکھو کہ کوئی عالم دنیا سے محبت کرتا ہے تو ایسے شخص سے دین کے معاملے میں رہنمائی لینے سے احتیاط کرو کیونکہ ہر محبت کرنے والا اپنی محبوب چیز کے بارے میں ہی سوچ بچار کرتا ہے۔

نادر اور عمدہ بات جہاں سے بھی ملے اسے دل و دماغ میں محفوظ کر لو کیونکہ یہ عمدہ باتیں سرداری اور بادشاہی تک پہنچا دیتی ہیں۔ حکمت کی باتوں سے بڑے بڑے مراتب اور اہداف حاصل ہوتے ہیں۔

(أخبار عمر: ص346-348)

گورنری کے لیے معیار

مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ کو کوفہ کا گورنر بناتے وقت سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: مغیرہ! یاد رکھنا، نیک لوگوں کو تم سے کوئی خوف نہیں ہونا چاہیے اور فساق و فجار پر تمہارا رعب اور ڈر رہنا چاہیے۔

(سراج الملوك: ص49)

بے لگام خواہشات کے خطرات

سیدنا عمر رضی اللہ عنہ اپنے بیٹے عاصم کے پاس تشریف لے گئے تو وہ گوشت کھا رہا تھا۔ آپ نے پوچھا: یہ کیا ہے؟ اس نے عرض کیا: مجھے گوشت کھانے کی خواہش پیدا ہوئی تھی۔ آپ نے فرمایا: افسوس! تجھے ایک چیز کی خواہش پیدا ہوئی تو تو نے اسے کھالیا؟ آدمی کے برا ہونے کے لیے یہی کافی ہے کہ ہر وہ چیز کھالے جس کی اسے خواہش پیدا ہو۔

حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما سے روایت ہے: عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے مجھے اس حال میں دیکھا کہ میں نے ہاتھ میں گوشت پکڑا ہوا تھا، پوچھا: جابر! یہ کیا ہے؟ میں نے عرض کیا: گوشت کھانے کی خواہش پیدا ہوئی تو خرید لیا۔ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے کہا: جابر! جس چیز کی بھی خواہش ہوتی ہے خرید لیتے ہو؟ اس آیت سے نہیں ڈرتے؟

﴿أَذْهَبْتُمْ طَيِّبَاتِكُمْ فِي حَيَاتِكُمُ الدُّنْيَا وَاسْتَمْتَعْتُم بِهَا﴾

(الأحقاف: 20)

''تم اپنی نیکیوں کا معاوضہ دنیاوی زندگی میں ہی لے چکے اور دنیا کی نعمتوں سے فائدہ اٹھا چکے''۔

(الرياض النضرة: 2/47)

دوسروں کی آنکھ کا تنکا اور اپنی آنکھ کا شہتیر

تین باتوں پر مجھے انتہائی تعجب ہوتا ہے: آدمی موت سے بھاگتا ہے حالانکہ اس کا بہر صورت موت سے واسطہ پڑنے والا ہے۔ آدمی دوسرے کی آنکھ میں نظر آنے والے تنکے کو بھی عیب سمجھتا ہے جبکہ اس کی اپنی آنکھ میں شہتیر ہو، تب بھی خود کو قابل ملامت نہیں سمجھتا۔ آدمی کے جانور میں کوئی ٹیڑھ ہو تو اسے تو بڑی محنت سے درست کرتا ہے لیکن اپنے ٹیڑھے پن کو درست کرنے کی کوئی کوشش نہیں کرتا۔

(الفائق: 2/33)

قارئین کرام! دنیا میں رہتے ہوئے حلال مال سے اپنی جائز ضروریات پوری کر لینا کوئی گناہ کی بات نہیں مگر سیدنا عمر کے سامنے چونکہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور سیدنا صدیق اکبر کی پاکیزہ زندگیوں کا نمونہ قریب ہی گزرا تھا اس لیے انہوں نے ان کے طریقے پر چلنے کو زیادہ پسند کیا (مرتب)۔

سیدنا عمر رضی اللہ عنہ شام تشریف لائے۔ آپ کی ضیافت کے لیے ایسا کھانا تیار کیا گیا کہ اس جیسا کھانا آپ نے پہلے کبھی نہیں دیکھا تھا۔ آپ نے پوچھا: ہمارے لیے یہ کھانا ہے، ان فقیر مسلمانوں کا کیا ہوا جو فوت ہو گئے اور ان کی حالت یہ تھی کہ وہ جَو کی روٹی سے بھی پیٹ نہیں بھر سکتے تھے؟ خالد بن ولید رضی اللہ عنہ نے کہا: ان کے لیے جنت ہے۔ عمر رضی اللہ عنہ کی آنکھیں بھر آئیں اور فرمایا: اگر ہمارے حصے میں یہ کھانا ہے اور وہ اس کے بجائے جنت لے گئے تو پھر یقیناً وہ ہم سے بہت آگے نکل گئے۔

(أخبار عمر: ص 371)

یہ ان کا زہد تھا

عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں: ہم دسترخوان پر بیٹھے تھے کہ امیر المؤمنین عمر رضی اللہ عنہ تشریف لائے۔ میں نے ان کے لیے اپنی جگہ خالی کر دی۔ آپ نے بسم اللہ پڑھی اور یکے بعد دیگرے دو لقمے لگائے، پھر کہنے لگے: مجھے گوشت کی چکنائی کے علاوہ کوئی اور چکنائی بھی محسوس ہو رہی ہے۔ عبداللہ بن عمر نے کہا: امیر المؤمنین! میں اچھا گوشت خریدنے کی غرض سے بازار گیا تھا لیکن وہ مجھے مہنگا لگا تو میں نے ایک درہم کا ذرا کم معیاری گوشت خرید لیا اور ایک درہم کا گھی خرید کر اس کے اوپر ڈال دیا۔ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس جب بھی یہ دو چیزیں جمع ہوئیں تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک کو تناول فرمایا اور دوسری کو صدقہ کر دیا۔ عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے کہا: امیر المؤمنین! میرے پاس جب بھی یہ دو چیزیں جمع ہوئیں تو میں نے بھی ایسے ہی کیا۔

(الرياض النضرة: 2/41)

محترم قارئین! ان دونوں کا اکٹھا ہو جانا حرام نہیں اور نہ ہی اسلام نے پاکیزہ چیزوں کے استعمال سے روکا ہے، بلکہ یہ بات سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کے زہد و تقویٰ پر دلالت کرتی ہے۔

میانہ روی

انسان اور اس کے رزق کے درمیان ایک حجاب ہوتا ہے۔ اگر وہ میانہ روی اختیار کرے تو اسے اس کا رزق ملتا رہتا ہے۔ لیکن انسان اگر بے صبرا ہو کر رزق پر ٹوٹ پڑے تو وہ پردہ چاک ہو جاتا ہے مگر اس سے اس کے رزق میں اضافہ نہیں ہوتا۔

ایک اور موقعہ پر سیدنا عمر ؓ نے فرمایا: اللہ! مجھے دنیا اتنی زیادہ نہ دے کہ میں سرکش ہو جاؤں اور نہ اتنی کم دے کہ تیری ناشکری کرنے لگوں۔ کیونکہ جو چیز کم ہو لیکن کفایت کرے، اس سے بہتر ہے جو زیادہ ہو اور غافل کرے۔

مزید فرمایا: قرآن مجید کو سمجھنے اور محفوظ کرنے والے علم کے سرچشمے بنو۔

اللہ تعالیٰ سے رزق کفاف طلب کرو، اگر وہ تمہیں زیادہ نہ بھی دے تو تمہیں کوئی نقصان نہیں۔

(أخبار عمر: ص 355)

فقراء کا مالداروں کے پاس جانا

سیدنا عمر فاروق کا قول ہے: جو حکمرانوں کے پاس گیا، وہ اس حال میں لوٹے گا کہ اللہ کے بارے میں بدگمان ہو گا۔

فقراء کا مالدار لوگوں کے پاس جانا فتنے کا باعث ہے۔

اگر انسان میں دس صفات ہوں: نو اچھی اور ایک بری۔ وہ ایک بری خصلت دیگر صفات کو گہنا دے گی۔ اگر وہ دسویں صفت بداخلاقی ہوئی تو وہ باقی صفات کو بالکل برباد کر دے گی۔

(أخبار عمر: ص 355، 359)

عوام الناس کی فکر

سیدنا عمر ؓ کے خادم اسلم کا بیان ہے کہ میں اور ایک دوسرا خادم یرفأ سیدنا عمر ؓ کے گھر میں قیام کرتے تھے۔ سیدنا عمر ؓ ایک مخصوص وقت میں نماز ادا کرتے تھے، جب وہ بیدار ہوتے تو یہ آیت پڑھتے:

﴿ وَأْمُرْ أَهْلَكَ بِالصَّلَوٰةِ وَاصْطَبِرْ عَلَيْهَا ۖ لَا نَسْأَلُكَ رِزْقًا ۖ نَّحْنُ نَرْزُقُكَ ۗ وَالْعَاقِبَةُ لِلتَّقْوَىٰ ﴾

(طه: 132)

''اپنے اہل وعیال کو نماز کا حکم دیجیے اور خود بھی اس پر قائم رہیے، ہم آپ سے رزق نہیں مانگتے، ہم ہی آپ کو رزق دیتے ہیں اور بہترین انجام تو اہل تقویٰ کے لیے ہے''۔

حتی کہ ایک رات آپ اٹھے اور نماز پڑھی پھر واپس ہو لیے اور کہنے لگے: تم دونوں اٹھو اور نماز پڑھو، اللہ کی قسم! نہ مجھ میں نماز ادا کرنے کی طاقت ہے اور نہ ہی سونے کی، میں کوئی سورت شروع کرتا ہوں تو مجھے نہیں پتہ چلتا کہ میں اس کے شروع میں ہوں یا آخر میں۔ ہم نے کہا: امیر المؤمنین! ایسا کیوں ہے؟ سیدنا عمر ؓ نے کہا: لوگوں کے مسائل اور مشکلات میرے ذہن پر مسلط ہیں اس لیے مجھے نماز میں یکسوئی میسر نہیں ہو پا رہی۔

(مناقب أمير المؤمنين: ص 143)

کم ہمتی کے خطرناک نتائج

عقل مند وہ نہیں جو خیر اور شر کو جانتا ہے بلکہ حقیقت میں عقل مند وہ ہے جو یہ جانتا ہے کہ دو بری چیزوں میں سے کون سی کم بری ہے۔ کوشش کرتے رہیں اور خیال رکھیں کہیں آپ کی ہمت نہ ٹوٹ جائے۔ میں نے کم ہمتی سے بڑھ کر انسان کی ترقی میں رکاوٹ ڈالنے والی کوئی چیز نہیں دیکھی۔

(التبر المسبوك: ص 110)

حق بحق دار رسید

عبداللہ بن ارقم رضی اللہ عنہ نے سیدنا عمر رضی اللہ عنہ سے کہا: ہمارے پاس جلولا کے مال غنیمت سے کچھ زیور، برتن اور چاندی آئی ہے۔ آپ اسے دیکھ لیں اور اس کے بارے میں حکم صادر فرمائیں۔ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے کہا: جب تم مجھے فارغ دیکھو تو مجھ سے مل لینا۔ ایک دن وہ آئے اور کہا: امیر المؤمنین میں آج آپ کو فارغ پا رہا ہوں۔

سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے کہا: چادر لاؤ اور اسے زمین پر بچھا دو۔ انہوں نے چادر بچھا دی اور پھر وہ مال لایا گیا اور اس چادر پر الٹ دیا گیا۔ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کھڑے ہوئے اور کہا: اے اللہ! تو نے اس مال کا ذکر کیا ہے اور فرمایا ہے:

﴿ زُيِّنَ لِلنَّاسِ حُبُّ الشَّهَوَاتِ مِنَ النِّسَاءِ وَالْبَنِينَ وَالْقَنَاطِيرِ الْمُقَنْطَرَةِ مِنَ الذَّهَبِ وَالْفِضَّةِ ﴾

اور تیرا فرمان ہے:

﴿ لِكَيْلَا تَأْسَوْا عَلَىٰ مَا فَاتَكُمْ وَلَا تَفْرَحُوا بِمَا آتَاكُمْ ﴾

''اے اللہ! جو تو نے ہمارے لیے مزین کیا ہے ہم تو اسی سے خوش ہو سکتے ہیں۔ اے اللہ! جہاں اس مال کا حق ہے مجھے اسے وہاں رکھنے کی توفیق عطا فرما اور اس کے شر سے مجھے بچا۔

سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کے بیٹے کو لایا گیا۔ اس نے کہا: ابا جان! مجھے ایک انگوٹھی ہبہ کر دیجیے۔ عمر رضی اللہ عنہ نے کہا: اپنی ماں کے پاس جاؤ وہ تمہیں ستو پلائے گی۔ اور اسے کچھ نہ دیا۔

میرے لیے دعا کرو

سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کبھی کبھی کسی بچے کا ہاتھ پکڑتے اور اسے کہتے! میرے لیے دعا کرو، اس لیے کہ تم نے ابھی تک کوئی گناہ نہیں کیا۔

(مناقب أمير المؤمنين، لابن الجوزي: ص 141)

بیویوں کے ساتھ حسن سلوک

ایک آدمی سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کے پاس اپنی بیوی کی بداخلاقی کی شکایت لے کر آیا اور آپ کے دروازے پر کھڑا ہو کر انتظار کرنے لگا۔ اسی دوران اس نے سنا کہ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کی اہلیہ محترمہ ان سے سخت لہجے میں بات کر رہی تھیں اور عمر رضی اللہ عنہ خاموش تھے، کوئی جواب نہیں دے رہے تھے۔ وہ آدمی یہ کہتا ہوا پلٹ گیا، جب امیر المؤمنین کا یہ حال ہے تو میرا کیا حال ہوگا۔ عمر رضی اللہ عنہ نکلے انہوں نے اسے واپس جاتے ہوئے دیکھا تو اسے آواز دی اور پوچھا: میاں کیسے آنا ہوا، تمہاری ضرورت کیا ہے؟ اس نے کہا: امیر المؤمنین! میں آپ کو اپنی بیوی کی بداخلاقی اور زبان درازی کی شکایت کرنے آیا تھا مگر جب میں نے آپ کی بیوی کو بھی ایسے ہی کہتے سنا تو میں لوٹ گیا اور میں نے کہا: جب امیر المؤمنین کا اپنی اہلیہ کے ساتھ یہ حال ہے تو میرا حال کیا ہوگا؟

سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے کہا: مجھ پر اس کے کچھ متعین حقوق ہیں اس لیے میں اس کی تلخ نوائی برداشت کرتا ہوں۔

(نور الأبصار: ص 57)

گوشت کا نشہ

سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ''(اپنے کھانے میں) زیتون کے تیل کو لازم پکڑو، اگر تمہیں اس کے ضرر کا خوف ہو تو اسے پانی سے گرم کرو تو وہ گھی بن جائے گا۔ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ فرمایا کرتے تھے: ان ذبح خانوں کے گوشت سے بچو، اس کا نشہ بھی شراب کے نشے کی طرح ہے۔

(عيون الأخبار: 3/217، 299)

ایسا پیٹ جو جہنم میں لے جائے

سیدنا عمر رضی اللہ عنہ اپنے گھر میں اس حالت میں داخل ہوئے کہ آپ کو شدید بھوک لگی ہوئی تھی، انہوں نے گھر والوں سے کہا: تمہارے پاس کچھ کھانے کو ہے؟ ان کی بیوی نے کہا: چارپائی کے نیچے کچھ کھانا ہے۔ انہوں نے اپنا ہاتھ بڑھا کر طشت پکڑا جس میں کھجوریں تھیں، عمر رضی اللہ عنہ نے کھجوریں تناول کیں اور پانی پیا پھر اپنے پیٹ پر ہاتھ پھیر کر کہنے لگے ''اس شخص کے لیے ہلاکت ہو جسے اس کا پیٹ آگ میں لے جائے''۔ یعنی وہ پیٹ بھرنے کے لیے حلال وحرام میں تمیز نہ کرے۔

(مناقب أمير المؤمنين عمر، لابن الجوزي: ص 123)

اقرباء پروری سے نفرت

سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کے پاس ایک مرتبہ ان کے سسر آئے اور گزارش کی کہ بیت المال سے انہیں کچھ دیا جائے۔ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے انہیں جھڑک دیا اور کہا: تمہارا ارادہ ہے کہ میں اللہ تعالیٰ کو خائن حکمران کی شکل میں ملوں؟ پھر جب آپ کے پاس ذاتی مال آیا تو اس میں سے انہوں نے اپنے سسر کو بھی دیا۔

(الطبقات الكبرى لابن سعد: 1/219)

ابوعیسیٰ کنیت پر سرزنش

سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کی قرآنی تعلیمات پر بڑی گہری نظر تھی۔ آپ کے فقہی استدلالات میں بڑی لطافت پائی جاتی ہے۔ ایک مرتبہ عبید اللہ بن عمر کی لونڈی عمر رضی اللہ عنہ کے پاس آئی اور ان کی شکایت کی۔ اس نے کہا: امیر المؤمنین کیا آپ ابوعیسیٰ کے بارے میں مجھے معذور نہیں سمجھیں گے؟ عمر رضی اللہ عنہ نے ان کو بلایا۔ ان کی ڈانٹ ڈپٹ کی اور کہا: تیرا بھلا ہو! کیا عیسیٰ کا بھی کوئی باپ تھا؟ کیا تجھے عرب کی کنیتوں کا پتہ نہیں؟ ابوسلمہ، ابو حنظلہ، ابوعرفطہ، ابومُرّہ وغیرہ، ان میں سے کوئی اختیار کر لیتے۔

(شرح ابن أبي الحديد: 3/104)

آپ کے والد میرے والد سے بہتر تھے

ابو بردہ عامر بن ابوموسیٰ روایت کرتے ہیں: ایک مرتبہ عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے مجھ سے کہا: کیا آپ جانتے ہیں کہ میرے والد نے آپ کے والد سے کیا کہا تھا؟ میں نے کہا: نہیں، عبداللہ نے کہا: میرے والد نے آپ کے والد سیدنا ابوموسیٰ سے کہا تھا: کیا آپ کو یہ بات اچھی لگتی ہے کہ ہمارا رسول اللہ ﷺ کے ساتھ ایمان لانا، ان کے ساتھ ہجرت کرنا، ان کے ساتھ لڑائیوں میں حاضر ہونا اور ان کی معیت میں تمام نیک اعمال کرنا، ان پر تو ہمیں اللہ تعالیٰ سے اجر مل جائے لیکن وہ تمام عمل جو ہم نے ان کے بعد کیے ہیں ہمیں برابر برابر اس سے نجات مل جائے کہ نہ ان پر مؤاخذہ ہو نہ اجر ملے؟

آپ کے والد نے میرے والد سے کہا: نہیں! اللہ کی قسم! ہم نے رسول اللہ ﷺ کے بعد جہاد کیا، نمازیں پڑھیں، روزے رکھے، بہت سے نیک اعمال کیے اور ہمارے ہاتھ پر بہت سے لوگوں نے اسلام قبول کیا۔ ہم ان تمام اعمال کے اجر کی امید رکھتے ہیں۔ میرے باپ نے کہا: اس ذات کی قسم جس کے ہاتھ میں عمر کی جان ہے! لیکن میں یہ پسند کرتا ہوں کہ دور نبوت میں کیے ہوئے اعمال ہمارے لیے لوٹا دیے جائیں اور جو عمل بعد میں کیے ہیں ان سے برابری پر ہی نجات مل جائے۔

ابو بردہ کہتے ہیں میں نے کہا: اللہ کی قسم! آپ کے والد میرے والد سے بہت بہتر تھے۔

(الرياض النضرة: 2/442)

ہمیں اللہ یاد کراؤ

جب کبھی ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کے پاس آتے، سیدنا عمر رضی اللہ عنہ ان سے کہتے: ابو موسیٰ! ہمیں اللہ یاد کراؤ۔ ابوموسیٰ رضی اللہ عنہ اپنی دلنشیں آواز میں قرآن کریم کی قراءت کرتے حتی کہ بعض دفعہ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ رو پڑتے۔

(أخبار عمر: ص 409)

سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کا سیدنا صہیب رضی اللہ عنہ سے مکالمہ

سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے صہیب رضی اللہ عنہ سے کہا: تم میں اگر تین چیزیں نہ ہوں تو تم بہت بھلے آدمی ہو۔ انہوں نے پوچھا: وہ کون سی؟ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے کہا: تمہاری اولاد نہیں ہے، پھر بھی تم نے اپنی کنیت رکھی ہوئی ہے، تم اپنی نسبت عرب کی طرف کرتے ہو، حالانکہ تم روم سے ہو اور تم کھانے تیار کرنے میں بہت مال خرچ کرتے ہو۔

انہوں نے جواب دیتے ہوئے کہا: رہی آپ کی یہ بات کہ تم نے اولاد نہ ہونے کے باوجود کنیت رکھی ہوئی ہے تو سنیے، اللہ کے رسول ﷺ نے بنفس نفیس مجھے ابو یحییٰ کی کنیت سے نوازا تھا۔ آپ کا یہ کہنا کہ تم اپنے آپ کو عرب کی طرف منسوب کرتے ہو، حالانکہ تم روم سے ہو۔ درحقیقت میں عرب قبیلہ نمر بن قاسط سے تعلق رکھتا ہوں۔ بچپن میں مجھے رومیوں نے موصل سے اغوا کر لیا تھا۔ اب میرے بتلانے پر آپ نے میرا نسب جان لیا ہے اور آپ کا یہ اعتراض کہ میں کھانے میں زیادہ خرچ کرتا ہوں۔ میں نے اللہ کے رسول ﷺ کو یہ کہتے ہوئے سنا تھا: ”تم میں سے بہترین شخص وہ ہے جو دوسروں کو کھانا کھلائے“۔ میں دوسروں کو کھانا کھلانے کے لیے اس کی تیاری میں زیادہ مال صرف کرتا ہوں۔ (الرياض النضرة:37/2)

باپ کی قسم

ایک دفعہ نبی کریم ﷺ نے سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کو اپنے باپ کی قسم کھاتے ہوئے سنا تو آپ نے انہیں منع کر دیا۔ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: جب سے میں نے اللہ کے رسول ﷺ سے اس کی ممانعت سنی ہے، اس وقت سے میں نے باپ کی قسم نہ کبھی بیان کرتے ہوئے اور نہ ہی کبھی نقل کرتے ہوئے کھائی ہے۔ (الرياض النضرة:44/2)

زندگی ایک سفر

ایک دفعہ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ ابو درداء رضی اللہ عنہ سے ملاقات کے لیے گئے۔ ابو درداء نے انہیں پوچھا: کیا آپ کو وہ حدیث یاد ہے جو اللہ کے رسول ﷺ نے بیان کی تھی؟ انہوں نے پوچھا: کون سی حدیث؟ ابو درداء رضی اللہ عنہ نے بتایا کہ آپ ﷺ کا فرمان یہ ہے کہ ”تم میں سے کسی کے پاس گزر اوقات کے لیے اتنا سا مال ومنال ہونا چاہیے جتنا ایک مسافر کے پاس زادِ راہ ہوتا ہے“۔

انہوں نے کہا: جی ہاں! مجھے معلوم ہے۔ ابو درداء رضی اللہ عنہ نے پوچھا: عمر! اس کے بعد پھر ہم نے کیا کیا؟ نبی کریم ﷺ کی رحلت کے بعد ان کے اس فرمان کو کہاں تک یاد رکھا؟ دونوں حضرات اسی طرح صبح تک رو رو کر باتیں کرتے رہے۔ (مناقب أمير المؤمنين، لابن الجوزي: ص 146)

حکمران امانت دار تو رعایا دیانت دار

جب کسریٰ کے خزانے سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کے پاس لائے گئے تو بیت المال کے نگران نے ان سے عرض کیا: امیر المؤمنین! کیا آپ ان اموال کو بیت المال میں داخل نہیں کریں گے؟ انہوں نے کہا: نہیں، اللہ کی قسم! اور نہ میں اسے اپنی چھت کے نیچے پناہ دوں گا۔

جب انہوں نے اموال سے پردہ ہٹایا تو آپ نے سیم وزر اور جگمگاتے جواہرات کا چندھیا دینے والا منظر دیکھا اور کہا: بے شک جس نے یہ ادا کیا ہے، وہ امین ہے۔

لوگوں نے کہا: آپ اللہ کے امین ہیں۔ جب تک آپ اللہ کو ادا کرتے رہیں گے، وہ لوگ آپ کی طرف ادا کرتے رہیں گے، جب آپ کج روی اختیار کریں گے تو وہ بھی کج رو ہو جائیں گے۔

اس کے بعد آپ نے اسے اللہ کے حکم کے مطابق تقسیم کر دیا اور اپنے لیے اس میں سے کچھ بھی نہ لیا۔

(الفتوحات الإسلامية:393/2)

جنت کی خوشخبری

سیدنا ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: ''میں اپنے گھر سے باوضو ہو کر نکلا۔ میں نے اپنے دل میں ارادہ کیا کہ آج سارا دن رسول اللہ ﷺ کے ساتھ رہوں گا۔ میں مسجد میں آیا اور رسول اللہ ﷺ کے بارے میں دریافت کیا۔ مجھے بتایا گیا کہ رسول اللہ ﷺ اس طرف نکلے ہیں۔ جس طرف انہوں نے اشارہ کیا میں اسی طرف لوگوں سے آپ کے بارے میں پوچھتا ہوا نکل پڑا۔ رسول اللہ ﷺ قباء کے قریب ایک باغ ''بئر اریس'' میں داخل ہو گئے۔ میں دروازے کے قریب بیٹھ گیا۔ باغ کا دروازہ کھجور کی ٹہنیوں سے بنا تھا۔ میں دروازے پر بیٹھا رہا یہاں تک کہ رسول اللہ ﷺ قضائے حاجت سے فارغ ہوئے اور آپ ﷺ نے وضو کیا۔ میں آپ کے پاس پہنچا تو آپ ﷺ کنویں کے کنارے پر بیٹھ چکے تھے۔ آپ ﷺ نے اپنی پنڈلیوں سے کپڑا ہٹا کر اپنے پاؤں مبارک کنویں کے پانی میں لٹکائے ہوئے تھے۔ میں نے رسول اللہ ﷺ کو سلام کیا اور پھر دروازے کے قریب ہو کر بیٹھ گیا اور اپنے آپ سے کہنے لگا کہ آج میں رسول اللہ ﷺ کا چوکیدار رہوں۔ اتنے میں ابوبکر رضی اللہ عنہ آئے اور انہوں نے دروازے پر دستک دی۔ میں نے پوچھا کون؟ انہوں نے کہا: ''ابوبکر''۔ میں نے کہا: ذرا ٹھہریے۔ میں رسول اللہ ﷺ کے پاس آیا اور آپ ﷺ کو ابوبکر رضی اللہ عنہ کی آمد کا بتایا۔ آپ ﷺ نے فرمایا: ''انہیں آنے دیجیے اور ساتھ ہی جنت کی خوشخبری بھی سنا دیجیے''۔

میں نے سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ سے کہا: تشریف لائیں، رسول اللہ ﷺ آپ کو جنت کی خوشخبری سنا رہے ہیں۔ ابوبکر رضی اللہ عنہ داخل ہوئے اور رسول اللہ ﷺ کی دائیں جانب کنویں کے کنارے پر بیٹھ گئے اور انہوں نے بھی اپنے پاؤں پنڈلیوں تک ننگے کر کے کنویں میں ڈال لیے۔ میں واپس آکر دروازے کے قریب بیٹھ گیا۔ جب میں گھر سے نکلا تھا تب میرا بھائی وضو کر رہا تھا اور وہ بھی میرے پیچھے آنے ہی والا تھا۔ میں

نے اپنے دل میں یہ خواہش پائی کہ اگر میرے بھائی کے ساتھ اللہ نے خیر کا ارادہ کیا ہے تو اسے بھی یہاں لے آئے گا۔ اتنے میں ایک اور آدمی نے آواز دی۔ میں نے پوچھا کون؟ جواب ملا: عمر بن خطاب۔ میں نے کہا: ذرا سا رکیے! میں رسول اللہ ﷺ سے پوچھ کر آتا ہوں۔ میں نے آپ ﷺ کو مطلع کیا تو آپ ﷺ نے فرمایا: ''انہیں آنے دو اور جنت کی خوشخبری بھی سنا دو''۔ میں ان کے پاس آیا، انہیں تشریف لانے کو کہا اور انہیں زبانِ نبوت سے نکلی ہوئی جنت کی بشارت بھی سنائی۔ وہ آئے اور رسول اللہ ﷺ کی بائیں جانب بیٹھ گئے اور اپنے پاؤں کنویں میں لٹکا لیے۔ پھر عثمان رضی اللہ عنہ آئے۔ آپ ﷺ نے انہیں بھی اندر آنے کی اجازت دی اور انہیں پہنچنے والے آلام ومصائب پر جنت کی خوشخبری بھی دی۔

(صحيح البخاري: 4 / 196، وصحيح مسلم: 118/7)

جاہلوں سے اعراض

عیینہ بن حصن سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کے پاس آیا اور کہا: ابن خطاب! اللہ کی قسم! آپ ہمیں عطیات نہیں دیتے اور ہمارے درمیان انصاف کے ساتھ فیصلہ نہیں کرتے۔ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کی نظر میں یہ ایک سنگین الزام تھا۔ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ غصے میں آ گئے حتی کہ انہوں نے اسے سزا دینے کا ارادہ کر لیا۔ عیینہ کے بھتیجے حر بن قیس نے کہا: امیر المومنین! بے شک اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی ﷺ کو فرمایا ہے:

﴿ خُذِ ٱلۡعَفۡوَ وَأۡمُرۡ بِٱلۡعُرۡفِ وَأَعۡرِضۡ عَنِ ٱلۡجَٰهِلِينَ ﴾

(الأعراف: 199)

''درگزر اختیار کیجیے اور نیکی کا حکم دیں اور جاہلوں سے کنارہ کریں''۔

یہ جاہل ہے، آپ اس سے درگزر کریں۔ اللہ کی قسم! جب حر نے آپ کے سامنے تلاوت کی تو انہوں نے ذرا بھی تجاوز نہ کیا۔ وہ اللہ کی کتاب کے سامنے سرنڈر کرنے والے تھے۔

(الإصابة: 3/55)

اب علی کو آنا چاہیے

جابر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: ہم رسول اللہ ﷺ کے ساتھ ایک انصاری عورت کے ہاں دعوت پر گئے ہوئے تھے۔ اس وقت رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''ہمارے پاس ابھی ایک جنتی شخص آئے گا''۔ اتنے میں ابوبکر رضی اللہ عنہ آئے تو ہم نے انہیں مبارک باد پیش کی۔ آپ ﷺ نے پھر فرمایا: ''تمہارے پاس ایک اور جنتی آنے والا ہے''۔ اب عمر رضی اللہ عنہ آئے تو ہم نے انہیں بھی مبارک باد پیش کی۔ ایک مرتبہ پھر آپ ﷺ نے فرمایا: ''اب تمہارے پاس ایک اور جنتی آنے والا ہے''۔ حضرت جابر کہتے ہیں کہ یہ بات کہہ کر آپ ﷺ نے اپنا سر مبارک چادر میں چھپایا اور آپ فرما رہے تھے: ''اے اللہ! اب تو علی کو آنا چاہیے''۔ آپ کی دعا قبول ہوئی اور علی رضی اللہ عنہ آئے۔ ہم نے انہیں بھی خوشخبری سنائی۔

(مسند أحمد: 331/3)

دین کے معاملے میں سب سے پختہ

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ نبی ﷺ سے بیان فرماتے ہیں کہ آپ ﷺ نے فرمایا: ''میری امت پر سب سے زیادہ رحم کرنے والے ابوبکر ہیں اور دین کے معاملے میں ان پر سب سے زیادہ پختہ عمر ہیں۔ ان میں سب سے بڑھ کر حیا والے عثمان بن عفان ہیں، کتاب اللہ کا سب سے زیادہ علم والے ابی بن کعب ہیں، علم الفرائض کے سب سے بڑے عالم زید بن ثابت ہیں، حلال وحرام کا علم سب سے بڑھ کر معاذ بن جبل کو ہے اور ہر امت کا ایک امین ہوتا ہے، میری امت کے امین ابوعبیدہ بن الجراح ہیں''۔

(صحیح الترمذي، حديث: 3791)

شیاطین خوف کے مارے سرپٹ بھاگ رہے ہیں

سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ تشریف فرما تھے، اچانک ہمیں شور وغل اور بچوں کی آوازیں سنائی دیں۔ رسول اللہ ﷺ جائزہ لینے کے لیے کھڑے ہوئے۔ باہر ایک حبشی عورت رقص کر رہی تھی اور بچے اُس کے گرد دائرہ بنا کر اُسے دیکھ رہے تھے۔ آپ ﷺ نے فرمایا: ''عائشہ! تم بھی آؤ اور دیکھو''۔ سیدہ عائشہ فرماتی ہیں کہ میں نے اپنی ٹھوڑی رسول اللہ ﷺ کے کندھے مبارک پر رکھی اور اس عورت کی طرف دیکھنے لگی۔ کچھ دیر کے بعد آپ ﷺ نے فرمایا: ''اب چلیں؟'' میں نے رسول اللہ ﷺ کے نزدیک اپنی قدر ومنزلت جانچنے کے لیے کہہ دیا: ابھی نہیں۔

اچانک سیدنا عمر رضی اللہ عنہ آئے۔ لوگ ادھر ادھر بکھر گئے۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''میں دیکھ رہا ہوں کہ عمر رضی اللہ عنہ کو دیکھ کر جنوں اور انسانوں میں سے شیاطین خوف کے مارے سرپٹ بھاگ رہے ہیں''۔

(جامع الترمذي، حديث: 3691)

سیدنا بریدہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ کسی غزوے سے واپس لوٹے تو ایک سیاہ فام عورت رسول اللہ ﷺ کے پاس آئی اور کہا: اللہ کے رسول! میں نے نذر مانی تھی کہ اگر اللہ تعالیٰ آپ کو صحیح سلامت واپس لے آیا تو میں آپ ﷺ کے سامنے دف بجاؤں گی اور گانا بھی گاؤں گی۔ آپ ﷺ نے فرمایا: ''اگر تو نے واقعی نذر مانی تھی تو دف بجالو ورنہ رہنے دو''۔

عورت نے دف بجانا شروع کر دیا اور آپ ﷺ تشریف فرما تھے۔ سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ آئے وہ دف بجاتی رہی، علی رضی اللہ عنہ آئے وہ بجاتی رہی، عثمان رضی اللہ عنہ آئے تو وہ بدستور دف بجاتی رہی۔ پھر جب عمر رضی اللہ عنہ آئے تو اس نے دف زمین پر رکھی اور اسے چھپانے کے لیے خود اس کے اوپر بیٹھ گئی۔

نبی ﷺ نے فرمایا: ''اے عمر! تم سے تو شیطان بھی ڈرتا ہے۔ میں بیٹھا ہوا تھا، یہ عورت دف بجا رہی تھی۔ ابوبکر آئے تو یہ دف بجاتی رہی، علی آئے تو بھی بجاتی رہی، عثمان آئے تو بھی یہ بدستور دف بجاتی رہی۔ لیکن عمر! جب تم آئے تو اس نے تمہارے ڈر کی وجہ سے دف چھپالی''۔ (جامع الترمذي، حديث: 3690)

خلافت وشہادت

عوف بن مالک اشجعی کہتے ہیں کہ میں نے سیدنا صدیق اکبر ؓ کے دور میں ایک خواب دیکھا۔ میں نے دیکھا کہ لوگوں کو اکٹھا کیا گیا ہے۔ ان میں ایک آدمی ان سب لوگوں سے تقریباً تین ہاتھ اونچا نظر آرہا تھا۔ میں نے پوچھا وہ کون ہے؟ لوگوں نے جواب دیا: وہ عمر ؓ ہیں۔ میں نے کہا: وہ اتنے اونچے کیوں نظر آرہے ہیں؟ جواب ملا: ان میں تین خصلتیں پائی جاتی ہیں جو انہیں دوسروں سے ممتاز کر دیتی ہیں: وہ اللہ کے لیے کسی ملامت گر کی ملامت سے نہیں ڈرتے، وہ خلیفہ ہیں انہیں خلیفہ بنایا جائے گا اور وہ شہید ہیں انہیں شہید کیا جائے گا''۔

عوف بن مالک کہتے ہیں کہ میں سیدنا ابوبکر صدیق ؓ کے پاس آیا اور اپنا خواب سنایا۔ انہوں نے عمر ؓ کو اپنے پاس بلوایا تاکہ انہیں خوشخبری سنائیں۔ وہ آئے تو سیدنا ابوبکر صدیق ؓ نے مجھے حکم دیا کہ میں اپنا خواب عمر ؓ کو سناؤں۔ جب میں اس بات پر پہنچا کہ ''عمر ؓ خلیفہ ہیں اور انہیں خلیفہ بنایا جائے گا'' تو عمر ؓ نے مجھے جھڑکا اور کہا: خاموش ہو جاؤ۔ کیا تم ایسی بات کرتے ہو جبکہ ابوبکر ؓ ابھی

نابغہ روزگار شخصیت

سیدنا عبداللہ بن عمر ؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''میں نے خواب میں دیکھا کہ میں ایک چرخی والے کنویں سے ڈول کے ذریعے پانی کھینچ رہا ہوں۔ پھر ابوبکر ؓ آئے۔ انہوں نے ایک یا دو ڈول نکالے لیکن اُن کے پانی نکالنے میں کمزوری تھی۔ اللہ تعالیٰ انہیں معاف فرمائے۔ ان کے بعد عمر بن خطاب آئے تو وہ ڈول ایک بڑے ڈول کی شکل اختیار کر گیا۔ میں نے کسی جوان کو اس طرح کام کرتے ہوئے نہیں دیکھا۔ انہوں نے اتنا پانی نکالا کہ لوگ سیراب ہو گئے اور اپنے جانوروں کو سیراب کر کے ان کے ٹھکانوں پر لے گئے''۔

(صحیح البخاري، حدیث:3676، وصحیح مسلم، حدیث:2393)

زندہ ہیں؟''

پھر جب ابوبکر ؓ فوت ہو گئے اور سیدنا عمر ؓ خلیفہ بن گئے تو ایک دفعہ میں شام میں گزر رہا تھا کہ سیدنا عمر ؓ منبر پر تشریف فرما تھے۔ آپ نے مجھے دیکھا تو بلایا اور خواب سنانے کو کہا۔ میں نے خواب بیان کرنا شروع کر دیا۔ جب میں اس بات پر پہنچا کہ ''عمر ؓ اللہ کے دین کے لیے کسی ملامت گر کی ملامت سے نہیں ڈرتے''۔ تو آپ ؓ نے فرمایا: مجھے امید ہے کہ اللہ تعالیٰ مجھے ایسے لوگوں میں شامل کرے گا۔

جب میں نے کہا: ''عمر ؓ خلیفہ ہیں انہیں خلیفہ بنایا جائے گا''۔ تو آپ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ نے مجھے خلیفہ بنایا ہے۔ میں اللہ تعالیٰ سے دعا گو ہوں کہ اللہ تعالیٰ مجھے اس ذمہ داری کو کما حقہ ادا کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ پھر جب میں اپنے خواب کی اس بات پر پہنچا کہ ''آپ ؓ شہید ہیں انہیں شہید کیا جائے گا''۔ یہ سن کر آپ ؓ نے فرمایا: مجھے شہادت کیسے نصیب ہو گی جبکہ میں جہاد کے لیے نکلتا ہی نہیں؟ پھر خود ہی فرمانے لگے: کیوں نہیں، جیسے بھی ہو، مجھے اللہ تعالیٰ ضرور شہادت کی موت نصیب فرمائے گا۔

(الطبقات لابن سعد:1/ 240، والریاض النضرة:2/75)

ابوموسیٰ اشعری ؓ کا خواب

سیدنا ابوموسیٰ اشعری ؓ بیان کرتے ہیں کہ میں نے خواب میں دیکھا کہ میرے سامنے کئی راستے ہیں، پھر سب راستے اچانک غائب ہو گئے۔ صرف ایک راستہ باقی بچا۔ میں اسی راستے پر چلتا ہوا ایک پہاڑ تک جا پہنچا۔ کیا دیکھتا ہوں کہ رسول اللہ ﷺ پہاڑ پر ہیں اور ابوبکر صدیق ؓ بھی آپ کے ساتھ موجود ہیں۔ آپ ﷺ عمر ؓ کو اشارہ کر کے اپنی طرف بلا رہے تھے۔ میں نے کہا: ''انا للہ وانا الیہ راجعون، امیر المؤمنین اب فوت ہونے والے ہیں''۔ جب میں نے یہ خواب انس ؓ کو سنایا تو انس ؓ کہنے لگے: آپ امیر المؤمنین عمر ؓ کو اپنے خواب سے آگاہ نہیں کریں گے؟ میں نے کہا: ''میں عمر ؓ کو ان کی وفات کی خبر کیسے دے سکتا ہوں''۔

(الریاض النضرة:2/75)

خدمت خلق

قبیلۂ جُہینہ کے ایک آدمی نے بتایا کہ عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کا دورِ خلافت تھا۔ مجھے میرے والد نے بکریوں کے چند چھوٹے بچے دے کر روانہ کیا کہ انہیں مدینہ میں بیچ آؤں۔ مدینہ کے قریب پہنچا تو ایک صاحب دکھائی دیے۔ وہ بھی مدینہ جا رہے تھے۔ میرے گدھے پر خاصا بوجھ لدا تھا۔ وہ بوجھ ایک طرف کو جھک گیا تھا اور گرنے کو تھا۔ میں نے اُن صاحب کو آواز دی: ''اللہ کے بندے! ذرا گدھے کا بوجھ تو سیدھا کرا دینا''۔ ''ہاں، ہاں، کیوں نہیں''۔ وہ صاحب آگے بڑھے اور ہم دونوں نے مل کر گدھے پر لدا بورا سیدھا کر دیا۔

اُن صاحب نے پوچھا: تم کون ہو؟ میں نے جواباً والد کا نام لیا: ''قبیلۂ جُہینہ کے فلاں آدمی کا بیٹا ہوں''۔ بولے: ''اچھا، اپنے والد سے کہنا کہ امیر المؤمنین نے کہا تھا بکری کے چھوٹے بچے مت ذبح کیا کرو۔ ایک سالہ بکرے کی چربی ان چھوٹے بچوں کی اوجھ سے کہیں بہتر ہوتی ہے''۔ مجھے قدرے تعجب ہوا۔ میں نے پوچھا: ''اللہ آپ کا بھلا کرے! آپ کون ہیں؟'' فرمایا: ''میں امیر المؤمنین عمر ہوں''۔

(سیرة العُمرَین لابن الجوزي، ص: 133)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ادب واحترام

سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ ایک دفعہ میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ایک سفر میں آپ کے ساتھ تھا۔ میں اپنے والد صاحب کے اونٹ پر سوار تھا جو بہت تیز چلتا تھا۔ جب میرا اونٹ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی سواری سے آگے نکلتا تو میرے والد سیدنا عمر فاروق مجھ سے فرماتے: ''عبداللہ! نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے آگے نہ چلو''۔

(الریاض النضرة: 25/2)

یہ تو وہی ہیں جنہوں نے مشک اٹھائی تھی

ایک مرتبہ امیر المؤمنین عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ رات کو مدینہ میں گشت کر رہے تھے۔ چلتے چلتے ایک خاتون دکھائی دی۔ خاتون نے پانی کی مشک اٹھا رکھی تھی۔ امیر المؤمنین کو تعجب ہوا کہ اس خاتون کو اتنی رات گئے گھر سے نکلنے کی کیا ضرورت پڑی تھی۔ پوچھا کیا ماجرا ہے؟ خاتون نے آپ کو پہچانا نہیں۔ بولیں: ''ننھے منے بچے ہیں۔ کوئی خادم ہے نہیں۔ پانی بھرنے کے لیے رات کو مجھے ہی نکلنا پڑتا ہے۔ دن میں گھر سے نکلنا مجھے اچھا نہیں لگتا''۔

امیر المؤمنین نے پانی کی مشک خاتون سے لی، کندھوں پر اٹھائی اور اسے گھر پہنچا دیا۔ فرمایا: ''صبح عمر کے پاس آنا۔ وہ تمہارے لیے خدمت گار کا انتظام کر دے گا''۔ خاتون نے ناامیدی سے کہا: ''عمر کہاں ملتا ہے!؟''۔

فرمایا: ''آنا تو سہی۔ وہ تمہیں ان شاء اللہ ضرور ملے گا''۔ خاتون صبح سویرے حاضر ہوئی۔ امیر المؤمنین عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کو دیکھا تو اُسے بڑا تعجب ہوا۔ ''ارے! یہ تو وہی ہیں جنہوں نے رات پانی کی مشک اٹھا کر میرے گھر پہنچائی تھی''۔ واپس پلٹ گئی۔ امیر المؤمنین کو پتہ چلا تو فوراً ایک آدمی کو اس کے پیچھے دوڑایا کہ اسے لے کر آؤ۔ خاتون دوبارہ حاضرِ خدمت ہوئی۔ آپ نے اس کے لیے ایک خدمتگار کا بندوبست کیا اور معقول وظیفہ بھی اُس کے نام جاری کر دیا۔

(سیرة العمرین: ص 65)

یہ تمہاری مشک کا نام تو نہیں؟

امیر المؤمنین عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ سال بھر میں چالیس ہزار اونٹ تقسیم کیا کرتے تھے۔ شام کے ہر آدمی کو ایک اور عراق کے دو دو آدمیوں کو ایک اونٹ دیا کرتے تھے۔ ایک روز ایک عراقی حاضر خدمت ہوا اور کہنے لگا: ''امیر المؤمنین! مجھے اور سحیم کو ایک اونٹ دے دیجیے''۔ آپ ایک لمحے کو خاموش رہے۔ پھر بولے: ''سحیم کہیں تمہاری پانی والی مَشک کا نام تو نہیں؟!'' چوری پکڑی گئی تو وہ قدرے خجالت سے بولا: ''جی ہاں۔ سحیم کوئی آدمی نہیں۔ میری مشک ہی کا نام ہے''۔ (الطبقات الکبریٰ، لابن سعد: 208/1)

بابا جی آپ ٹھیک کہتے ہیں

ایک روز ایک نوجوان لڑکے کی لاش دربارِ خلافت میں لائی گئی۔ اسے قتل کر کے سرِ راہ پھینک دیا گیا تھا۔ امیر المؤمنین عمر بن خطاب ؓ کو بڑی تشویش ہوئی۔ باوجود کوشش کے کچھ پتہ نہ چلا کہ کیا ماجرا ہے اور قاتل کون ہے۔ امیر المؤمنین نے نہایت فکرمندی سے دعا کی: ''اے اللہ! مجھے اس کے قاتل کا پتہ بتا دے''۔ سال بھر گزرا تو ایک روز وہیں ایک نومولود بچہ سرِ راہ پڑا ملا۔ اسے امیر المؤمنین کی خدمت میں لایا اور بتایا گیا کہ یہ بچہ بھی وہیں سے ملا ہے۔

عمر بن خطاب ؓ نومولود کو دیکھتے ہی پکار اٹھے: ''اللہ نے چاہا تو اب قاتل کا پتہ چل جائے گا''۔ نومولود بچہ ایک خاتون کے حوالے کیا اور فرمایا: ''اس کی پرورش کرو۔ اخراجات کی فکر مت کرنا۔ البتہ یہ دھیان رکھنا کہ تم سے یہ بچہ کون لینے آتا ہے۔ کہیں کوئی عورت اسے چومتی اور گلے لگاتی نظر آئے تو مجھے خبر کرنا''۔ بچہ ذرا بڑا ہوا تو ایک روز ایک باندی اس خاتون کے ہاں آئی اور کہنے لگی:

''مجھے میری مالکن نے تمہارے پاس بھیجا ہے۔ وہ اس بچے کو دیکھنا چاہتی ہے۔ اسے میرے ساتھ بھیج دو۔ جلدی واپس لے آؤں گی''۔ خاتون نے کہا: ''ہاں، ہاں لے جاؤ۔ بلکہ میں بھی تمہارے ساتھ چلتی ہوں''۔

باندی بچے کو ساتھ لیے مالکن کے ہاں پہنچی۔ مالکن نے بچے کو اٹھایا، چوما اور پیار کیا۔ خاتون نے دیکھا کہ یہ تو ایک بوڑھے انصاری صحابی کی دختر ہے۔ فوراً امیر المؤمنین کی خدمت میں حاضر ہوئی اور خبر دی۔ امیر المؤمنین نے تلوار اٹھائی اور اس عورت کے مکان کی طرف چل پڑے۔ اُس کا بوڑھا والد دروازے پر ٹیک لگائے بیٹھا تھا۔ امیر المؤمنین نے قدرے بلند آواز سے کہا: ''اے فلاں! جانتے ہو تمہاری بیٹی نے کیا کیا ہے؟''۔

امیر المؤمنین! آپ کو ضرور کوئی غلط فہمی ہوئی ہے۔ میری بچی تو بڑی نیک اور فرمانبردار ہے''۔ بوڑھے

انصاری نے امیر المؤمنین کے تیور دیکھے تو نرم پڑ گیا۔ سیدنا عمر ؓ فرمانے لگے: ''اچھا، ذرا مجھے اس سے ملواؤ۔ میں اسے نیکی کی مزید رغبت دلاؤں گا''۔ انصاری صحابی نے اندر پردے کے لیے کہا اور امیر المؤمنین کو آگے لے گئے۔ وہ عورت سامنے آئی تو آپ نے تلوار سونت کر کہا: ''سچ سچ بتاؤ کیا ماجرا ہے ورنہ تمہاری گردن اڑا دوں گا''۔ معلوم تھا کہ عمر جھوٹ نہیں بولتے۔ جو کہتے ہیں کر دکھاتے ہیں۔ خاتون فوراً بول اٹھی:

''امیر المؤمنین! میں آپ کو سب کچھ سچ سچ بتاتی ہوں۔ بات دراصل یہ ہے کہ محلے کی ایک بڑھیا ہمارے گھر آیا کرتی تھی۔ میں اس سے خاصی مانوس ہوگئی۔ مجھے اُس میں اپنی ماں کی تصویر نظر آنے لگی۔ وہ بھی مجھے سگی بیٹی کی طرح چاہنے لگی تھی۔ مدت تک وہ ہمارے ہاں آتی رہی۔ ایک روز کہنے لگی: ''بیٹا! مجھے لمبے سفر پر جانا ہے۔ میری ایک ہی بیٹی ہے۔ سوچتی ہوں اسے کہاں چھوڑوں گی۔ اگر تم اسے اپنے ساتھ رکھ لو تو تمہارا یہ احسان میں زندگی بھر یاد رکھوں گی''۔ میں نے کہا: ''اماں! تم فکر ہی نہ کرو۔ وہ یہاں میری بہن بن کر رہے گی''۔

بڑھیا بڑی مکار تھی۔ اس نے اپنے بے ریش لڑکے کو زنانہ کپڑے پہنائے، لڑکیوں کی طرح آراستہ کیا اور ہمارے ہاں لے آئی۔ وہ نوجوان لڑکا لڑکی کے بھیس میں ہمارے ہاں رہنے لگا۔ اس نے مجھے ہر طرح سے دیکھ لیا۔

ایک روز میں سو رہی تھی، اس نے مجھ پر حملہ کیا اور میری عزت کو تار تار کر ڈالا۔ مزاحمت کے دوران میں میرا ہاتھ پاس ہی پڑے چاقو پر جا پڑا۔ میں نے چاقو اٹھایا اور اُس کو گھونپ دیا۔ وار کاری تھا۔ وہ تاب نہ لایا اور مر گیا۔ میں نے اُس کی لاش باہر پھنکوا دی۔

اسی سے مجھے یہ بچہ ہوا۔ میں نے اسے جنم دیا تو اسے بھی وہیں ڈلوا دیا۔'' یہ ہے میرا ماجرا''۔ امیر المؤمنین عمر بن خطاب ؓ توجہ اور خاموشی سے اُس کی بات سن رہے تھے۔ بولے: ''ہاں۔ تم سچ کہتی ہو''۔ لڑکی کو دعا دی۔ بوڑھے انصاری کی طرف دیکھا اور مسکرا کر کہا: ''ہاں۔ تم ٹھیک کہتے تھے۔ تمہاری بچی تو واقعی بڑی نیک ہے''۔ اتنا کہہ کر اٹھے اور باہر نکل گئے۔[1]

[1] الطرق الحكمية: ص 68، وسيرة العمرين لابن الجوزي: ص 68۔ دونوں کتابوں کے الفاظ قدرے مختلف ہیں۔ مفہوم ایک ہی ہے۔

نرمی اور شفقت

امیر المؤمنین سیدنا عمر بن خطاب ؓ نے ایک روز ایک آدمی کو دیکھا، وہ حدودِ حرم کے اندر پودے کاٹ کاٹ کر اونٹ کو کھلا رہا تھا۔ آپ نے ہمراہیوں سے فرمایا: ''اس آدمی کو میرے پاس لاؤ''۔ وہ آیا تو آپ نے فرمایا: ''اللہ کے بندے! مکہ مکرمہ لائق حرمت ہے۔ یہاں کا درخت کاٹنا، شکار ڈرا کر بھگانا اور یہاں کی گری پڑی چیز اٹھانا جائز نہیں۔ ہاں جو آدمی گری پڑی چیز کا اعلان کرنا چاہے وہ اسے اٹھا سکتا ہے''۔

آدمی نے عرض کیا: ''امیر المؤمنین! میرا جانور کمزور اور تھکا ماندہ ہے۔ راستے میں میرے پاس اسے کھلانے کو کچھ نہیں۔ ڈرتا ہوں کہ یہ مجھے منزل پر نہیں پہنچا پائے گا۔ یہی وجہ ہے کہ اسے یہاں سے کھلا رہا ہوں''۔

امیر المؤمنین اس کی سرزنش کرنا چاہتے تھے لیکن اس کی بات سن کر نرم پڑ گئے۔ آپ کے حکم سے ایک اونٹ پر آٹے کی بوریاں لاد کر اس کے حوالے کر دیا گیا۔ فرمایا: ''جاؤ۔ آئندہ ایسا مت کرنا''۔

(سيرة العمرين: ص 67)

ادھیڑ عمر جنتیوں کے سردار

سیدنا علی ؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''ابوبکر اور عمر تمام ادھیڑ عمر اہل جنت کے سردار ہیں، سوائے انبیاء اور رسولوں کے۔ اے علی! جب تک ابوبکر و عمر زندہ ہیں انہیں یہ خوشخبری نہ دینا''۔ یعنی ان کی وفات کے بعد یہ بات لوگوں کو بتلانا۔

(سنن ابن ماجه، حديث: 95)

شہداء کے ورثاء کی تکریم

احنف بن قیس کا بیان ہے کہ سیدنا عمر بن خطاب ؓ نے ہمیں ایک مہم پر عراق اور بلادِ فارس روانہ کیا۔ مہم کے دوران فارس اور خراسان کا بنا ہوا بیش قیمت سفید کپڑا بڑی مقدار میں ہاتھ آیا۔ واپسی پر ہم نے وہ کپڑا پہنا بھی اور ساتھ بھی لائے۔ مدینہ پہنچے۔ امیر المؤمنین عمر بن خطاب ؓ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ ہمیں دیکھتے ہی انہوں نے چہرہ دوسری طرف پھیر لیا اور ہم سے بات کرنا گوارا نہیں کی۔ امیر المؤمنین کی بے رخی ہم پر بہت شاق گزری۔ فرزند ارجمند عبداللہ بن عمر بن خطاب ؓ سے اس کی شکایت کی تو انہوں نے کہا: ''امیر المؤمنین کو آپ کا یہ بیش قیمت لباس پسند نہیں آیا۔ ایسا لباس نہ تو کبھی رسول اللہ ﷺ نے پہنا تھا نہ خلیفۂ اول سیدنا ابوبکر نے''۔

ہم فوراً اپنے گھروں کو گئے۔ وہ بیش قیمت لباس اتار دیا اور معمول کا لباس پہنے حاضر خدمت ہوئے۔ اب کے امیر المؤمنین ہمیں دیکھتے ہی استقبال کو اٹھ کھڑے ہوئے۔ سب کو فرداً فرداً اسلام کیا اور گلے لگایا۔ معلوم ہوتا تھا پہلی بار دیکھ رہے ہیں۔ ہم نے غنیمت کا مال پیش کیا۔ انہوں نے اسے مسلمانوں میں برابر تقسیم کر دیا۔ مال غنیمت میں انتہائی لذیذ حلوہ بھی شامل تھا۔ اس پر نظر پڑی، اٹھایا اور چکھا تو خوش ذائقہ معلوم ہوا۔ مسلمانوں کو مخاطب کر کے بولے: ''مہاجرین وانصار! دیکھو! یہی وہ کھانے پینے کی خوش ذائقہ اشیا ہیں جن کے لیے بیٹا باپ کو اور بھائی بھائی کو قتل کرتا تھا''۔ یہ کہہ کر وہ تمام حلوہ شہداء کے بچوں کو بھیج دیا۔ اپنے لیے اس میں سے کچھ بھی نہیں رکھا۔

(سيرة أمير المؤمنين، لابن الجوزي)

باغ کا صدقہ

ایک دن سیدنا عمر ؓ اپنے باغ کی طرف نکلے، جب لوٹے تو لوگ عصر کی نماز ادا کر چکے تھے۔ کہنے لگے: میں اپنے باغ کی طرف گیا اور جب لوٹا تو نماز پڑھی جا چکی تھی، چونکہ یہ باغ نماز میں تاخیر کا سبب بنا لہٰذا میں اسے مساکین پر صدقہ کرتا ہوں۔

(مختصر منهاج القاصدين: ص 398)

دیرینہ خواہش

ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ نبی ﷺ نے ایک روز دوپہر کے وقت ایک انصاری لڑکے کو عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کے مکان پر بھیجا کہ انہیں بلا لائے۔ لڑکا دوڑا گیا اور سیدھا مکان میں جا گھسا۔ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ سو رہے تھے۔ بدن کے بعض حصوں سے کپڑا ہٹا ہوا تھا۔ جاگے تو مارے غیرت کے یہ دعا کی: ''اے اللہ! سونے کے اوقات میں گھروں میں گھسنے کی ممانعت کر دے''۔

ایک دوسری روایت میں اس طرح ہے کہ انہوں نے رسول اللہ ﷺ سے عرض کیا: اے اللہ کے رسول! میری دیرینہ خواہش ہے کہ اللہ تعالیٰ اجازت طلب کرنے کے سلسلے میں احکامات نازل فرمائے۔ اس پر یہ آیت کریمہ نازل ہوئی:

﴿ يَـٰٓأَيُّهَا ٱلَّذِينَ ءَامَنُوا۟ لِيَسْتَـْٔذِنكُمُ ٱلَّذِينَ مَلَكَتْ أَيْمَـٰنُكُمْ وَٱلَّذِينَ لَمْ يَبْلُغُوا۟ ٱلْحُلُمَ مِنكُمْ ثَلَـٰثَ مَرَّٰتٍ ۚ مِّن قَبْلِ صَلَوٰةِ ٱلْفَجْرِ وَحِينَ تَضَعُونَ ثِيَابَكُم مِّنَ ٱلظَّهِيرَةِ وَمِنۢ بَعْدِ صَلَوٰةِ ٱلْعِشَآءِ ﴾

(النور: ۵۸)

''اے ایمان والو! تمہارے غلاموں، لونڈیوں اور لڑکے لڑکیوں کو جو بلوغت کو نہ پہنچے ہوں، چاہیے کہ تم سے ان تین اوقات میں اجازت طلب کر کے گھر میں داخل ہوا کریں: نماز فجر سے پہلے، دوپہر کو جب تم کپڑے اتارتے ہو اور نماز عشا کے بعد''۔

(الرياض النضرة:1/206)

تراشے

کبھی ایسا بھی ہوتا کہ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ اپنا ہاتھ جلتی ہوئی آگ کے قریب کرتے اور کہتے: ''اے ابن خطاب کیا تو اس پر صبر کر سکتا ہے؟''۔

(مناقب أمير المؤمنين، لابن الجوزي: ص141)

سیدنا عمر فاروق کی گواہی

سیدنا علی رضی اللہ عنہ راوی ہیں کہ ایک روز سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ یہود کی طرف گئے اور اُن سے کہا: ''میں تم کو اللہ کی قسم دیتا ہوں جس نے موسیٰ (علیہ السلام) پر تورات نازل کی تھی، کیا تورات میں محمد (ﷺ) کے متعلق پیش گوئی موجود ہے؟'' یہود نے اثبات میں جواب دیا تو عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے دوسرا سوال پوچھا کہ پھر تم محمد (ﷺ) کے پیروکار کیوں نہیں بن جاتے۔ یہود نے کہا کہ بات دراصل یہ ہے، اللہ تعالیٰ نے جتنے رسول بھیجے، ایک نہ ایک فرشتہ ہر رسول کا ضامن رہا۔ محمد (ﷺ) کا ضامن فرشتہ جبریل ہے۔ وہی اُن کے پاس وحی لاتا ہے۔ جبریل فرشتوں میں ہمارا دشمن ہے۔ میکائیل سے البتہ ہماری دوستی ہے۔ وہ محمد (ﷺ) کے پاس وحی لاتا تو ہم اُن پر ضرور ایمان لے آتے۔

اس پر عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے کہا: ''میں شہادت دیتا ہوں کہ نہ تو میکائیل ایسا تھا کہ جبریل کے دوست سے دشمنی کرتا، نہ جبریل ہی ایسا تھا کہ میکائیل کے دشمن سے دوستی کرتا''۔ یہ باتیں ہو رہی تھیں کہ اللہ کے نبی ﷺ اُدھر سے گزرے۔ یہود نے آپ کو دیکھتے ہی کہا: ''ابن خطاب دیکھو! تمہارے صاحب آ گئے''۔

ابن خطاب جلدی سے اٹھے اور آپ کی طرف بڑھے۔

اسی دوران سیدنا عمر فاروق کی موافقت میں رسول اللہ ﷺ پر یہ آیات نازل ہو رہی تھیں:

﴿ قُلْ مَن كَانَ عَدُوًّا لِّجِبْرِيلَ فَإِنَّهُۥ نَزَّلَهُۥ عَلَىٰ قَلْبِكَ بِإِذْنِ ٱللَّهِ مُصَدِّقًا لِّمَا بَيْنَ يَدَيْهِ وَهُدًى وَبُشْرَىٰ لِلْمُؤْمِنِينَ ﴿٩٧﴾ مَن كَانَ عَدُوًّا لِّلَّهِ وَمَلَـٰٓئِكَتِهِۦ وَرُسُلِهِۦ وَجِبْرِيلَ وَمِيكَىٰلَ فَإِنَّ ٱللَّهَ عَدُوٌّ لِّلْكَـٰفِرِينَ ﴾ (البقرة: 97، 98)

''کہہ دیجیے جو کوئی جبریل کا دشمن ہے تو اسی نے اس قرآن کو اللہ کے حکم سے آپ کے دل پر نازل کیا ہے۔ یہ قرآن اپنے سے پہلے نازل ہونے والی کتب کی تصدیق کرتا ہے اور مومنین کے لیے ہدایت اور بشارت ہے''۔ جو کوئی اللہ کا، اس کے فرشتوں کا، اس کے رسولوں کا اور جبریل و میکائیل کا دشمن ہے تو بلاشبہ اللہ بھی کافروں کا دشمن ہے''۔

(الرياض النضرة: 1/ 205، وتاريخ الخلفاء: ص 48)

اللہ کی طرف سے ایک اور موافقت

سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ جب یہ آیت نازل ہوئی:

﴿ وَلَقَدْ خَلَقْنَا الْإِنسَانَ مِن سُلَالَةٍ مِّن طِينٍ (12) ثُمَّ جَعَلْنَاهُ نُطْفَةً فِي قَرَارٍ مَّكِينٍ (13) ثُمَّ خَلَقْنَا النُّطْفَةَ عَلَقَةً فَخَلَقْنَا الْعَلَقَةَ مُضْغَةً فَخَلَقْنَا الْمُضْغَةَ عِظَامًا فَكَسَوْنَا الْعِظَامَ لَحْمًا ثُمَّ أَنشَأْنَاهُ خَلْقًا آخَرَ ﴾

(المؤمنون: 12-14)

”بلا شبہ ہم نے انسان کو مٹی کے ایک جوہر سے پیدا کیا ہے۔ پھر ہم نے اسے ایک محفوظ قرار گاہ (رحم مادر) میں نطفہ بنا کر رکھا۔ پھر ہم نے نطفے کو خون کی پھٹکی بنایا، پھر ہم نے پھٹکی کو لوتھڑے میں ڈھالا، پھر ہم نے لوتھڑے سے ہڈیاں بنائیں، پھر ہم نے ہڈیوں پر گوشت چڑھا دیا، پھر ہم نے اسے ایک اور ہی صورت میں بنا دیا“۔

تو میں نے بے ساختہ کہا:

﴿ تَبَارَكَ اللَّهُ أَحْسَنُ الْخَالِقِينَ ﴾

”بہت بابرکت ہے اللہ، سب سے اچھا خالق“۔

قدرت الٰہی کی سیدنا عمر سے موافقت دیکھیے کہ اس آیت کے آخری الفاظ یہی تھے:

﴿ فَتَبَارَكَ اللَّهُ أَحْسَنُ الْخَالِقِينَ ﴾

(المحاسن والمساوي: 28/1)

تراشے

سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

اقْتَدُوا بِاللَّذَيْنِ مِنْ بَعْدِي أَبُو بَكْرٍ وَعُمَرُ

”میرے بعد دو اشخاص ابوبکر وعمر کی پیروی کرو“۔

(سنن الترمذي، حديث: 3662، 3808)

ہم تینوں ان واقعات کی تصدیق کرتے ہیں

ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: ایک مرتبہ رسول اللہ ﷺ نے ہمیں نماز پڑھائی پھر ہماری طرف متوجہ ہوئے اور فرمایا: ایک شخص گائے لے کر جا رہا تھا۔ وہ اُس گائے پر سوار ہوا تو گائے کہنے لگی: ہمیں سواری کے لیے نہیں بلکہ کھیتی باڑی کے لیے پیدا کیا گیا ہے۔ وہ شخص کہنے لگا: سبحان اللہ! ایک گائے انسانوں کی طرح کلام کر رہی ہے۔ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: میں اس واقعہ کی تصدیق کرتا ہوں۔ ابوبکر اور عمر بھی اس کی تصدیق کرتے ہیں۔ حالانکہ وہ دونوں اُس وقت وہاں موجود نہیں تھے۔

پھر نبی کریم ﷺ نے فرمایا: ایک شخص بکریاں چرا رہا تھا۔ ایک بھیڑیے نے حملہ کر کے ایک بکری دبوچ لی۔ چرواہے نے بھیڑیے کے پیچھے پڑ کر بکری چھڑا لی۔ بھیڑیا اُس شخص سے مخاطب ہو کر کہنے لگا: آج تو تم نے بکری کو مجھ سے بچا لیا ہے۔ اُس دن اسے کون بچائے گا جب میرے علاوہ ان کا کوئی چرواہا نہیں ہو گا۔ وہ شخص کہنے لگا: سبحان اللہ! ایک بھیڑیا انسانوں کی طرح کلام کرتا ہے۔ نبی ﷺ نے فرمایا: میں اس واقعہ کی تصدیق کرتا ہوں۔ ابوبکر وعمر بھی اس واقعہ کی تصدیق کرتے ہیں حالانکہ وہ دونوں اس وقت موجود نہیں تھے۔ مطلب یہ کہ رسول اللہ ﷺ کو ابوبکر وعمر پر اتنا اعتماد ہے کہ جس چیز کی تصدیق اللہ کے رسول فرمائیں صدیق وفاروق بھی دیکھے بنا ہی اس کی تصدیق کر دیتے ہیں۔

(صحيح البخاري، حديث: 3471)

امت کی رہنمائی

ایک مرتبہ کعب احبار جو پہلے یہودی عالم تھے اور بعد میں مسلمان ہو گئے تھے، سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ سے پوچھنے لگے کیا آپ نے خواب میں کچھ دیکھا ہے؟ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ ہنس پڑے اور اس سوال کا سبب دریافت کیا۔ کعب احبار کہنے لگے: ہماری کتابوں میں ذکر ہے کہ اس اُمت میں ایک شخص ہو گا کہ جسے خوابوں میں بھی اُمت کے معاملات میں رہنمائی فراہم کی جائے گی۔

(الزهد لابن المبارك: 1054)

بابرکت تجویز

ابوہریرہ ؓ بیان کرتے ہیں: غزوہ تبوک میں لوگوں کو خوراک کی کمی کا سامنا کرنا پڑا۔ لوگ کہنے لگے، اے اللہ کے رسول! اگر آپ اجازت دیں تو ہم کچھ سواری کے جانور ذبح کرلیں۔ ہم اُن کا گوشت کھائیں گے اور ذخیرہ بھی کرلیں گے۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: کچھ جانور ذبح کرلو۔ سیدنا عمر ؓ نبی کریم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور کہا اگر آپ نے لوگوں کو جانور ذبح کرنے کی اجازت دی تو سواریاں کم ہوجائیں گی۔ آپ لوگوں سے کہیں کہ اُن کے پاس جو بھی زادراہ بچا ہے اُسے ایک جگہ جمع کر دیں۔ پھر آپ اللہ عزوجل سے اس میں برکت کی دعا کریں۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''ٹھیک ہے'' آپ ﷺ نے ایک دسترخوان بچھانے کا حکم دیا۔ پھر لوگوں سے کہا اپنا بچا ہوا زادراہ لے آئیں۔ کوئی مٹھی بھر گندم لے آیا۔ کوئی چند کھجوریں لے آیا۔ کوئی روٹی کا ٹکڑا لے آیا۔ دسترخوان پر تھوڑا سا زادراہ جمع ہو گیا۔ رسول اللہ ﷺ نے برکت کی دعا کی، پھر فرمایا: اب اپنے برتن بھرلو۔ لوگوں نے اپنے برتن بھرنے شروع کردیئے یہاں تک کہ لشکر میں ایک بھی برتن ایسا نہ بچا جو اس کھانے سے خالی ہو۔ پھر سب نے سیر ہو کر کھایا، کھانا پھر بھی بچ گیا۔ یہ کیفیت دیکھ کر رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

أَشْهَدُ أَنْ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ وَأَشْهَدُ أَنِّي رَسُولُ اللَّهِ

لَا يَلْقَى اللَّهَ بِهِمَا عَبْدٌ غَيْرَ شَاكٍّ فَيُحْجَبَ عَنِ الْجَنَّةِ

''میں اس بات کی گواہی دیتا ہوں کہ اللہ کے سوا کوئی معبود برحق نہیں اور میں اس بات کی بھی گواہی دیتا ہوں کہ میں اللہ کا رسول ہوں۔ جو شخص بھی اللہ کو اس حال میں ملے کہ اُس کا ان دو شہادتوں پر غیر متزلزل ایمان ہو۔ اُس کے اور جنت کے درمیان کوئی رکاوٹ نہیں''۔

(صحيح مسلم: 27)

الہامی شخصیت

ابوہریرہ ؓ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

إِنَّهُ كَانَ فِيمَنْ مَضَى قَبْلَكُمْ مِنَ الْأُمَمِ مُحَدَّثُونَ،

وَإِنَّهُ إِنْ كَانَ فِي أُمَّتِي هَذِهِ مِنْهُمْ أَحَدٌ فَإِنَّهُ عُمَرُ بْنُ الْخَطَّابِ

''تم سے پہلی اُمتوں میں ایسے افراد تھے جن کی الہام کے ذریعے رہنمائی کی جاتی تھی۔ اگر میری اُمت میں کوئی ایسا شخص ہے تو وہ عمر بن خطاب ہے''۔ (صحيح البخاري، حديث: 3469)

ابوعبید کی بیوی کا سچا خواب

دومہ ابوعبید ثقفی کی بیوی تھی۔ اس نے خواب دیکھا کہ ایک آدمی آسمان سے اترا۔ اس کے ہاتھ میں ایک برتن تھا۔ اس میں پانی تھا۔ ابوعبید، اس کے بیٹے اور چند دوسرے اہلِ خاندان نے اس برتن سے پانی پیا۔ دومہ نے ابوعبید کو اس خواب سے آگاہ کیا۔ ابوعبید نے فرمایا: یہ ہماری شہادت کی خبر ہے۔ ابوعبید نے لوگوں کو بتایا: اگر میں شہید ہوجاؤں تو اسلامی افواج کا فلاں آدمی قائد ہوگا، پھر بنوثقیف کے ان سات افراد کے ترتیب وار نام لیے جن کا ان کی بیوی نے تذکرہ کیا تھا۔ انہوں نے وصیت فرمائی کہ اگر میرے بعد یہ سب شہید ہوجائیں تو مثنیٰ بن حارثہ ؓ مجاہدین اسلام کی قیادت کریں گے۔ (تاريخ الطبري: 4/277)

تراشے

عروہ بیان کرتے ہیں: سیدنا عمر بن خطاب ؓ پہلے شخص ہیں جنھوں نے مسجد نبوی میں کنکر بچھا کر اس کے فرش کو پختہ کیا۔ سیدنا عمر ؓ نے فرمایا کہ وادی عقیق سے کنکر لا کر یہاں ڈالے جائیں۔ (سنن البيهقي: 2/441)

مجھے بھی اپنی دعا میں شامل کرلیں

جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ ایک مرتبہ ہم رات کے وقت سیدنا عمر بن خطاب کے ساتھ مدینہ کی گلیوں میں پہرہ دے رہے تھے۔ چلتے چلتے ہم ایک خیمے کے پاس پہنچے جس میں ایک چراغ ٹمٹمارہا تھا، کبھی جلتا، کبھی بجھتا۔ اُس خیمے کے اندر ایک بڑھیا نہایت غمناک لہجے میں یہ اشعار پڑھ رہی تھی:

عَلَى مُحَمَّدٍ صَلاةُ الْأَبْرَارِ ۔۔۔ صَلَّى عَلَيْهِ الْمُصْطَفَوْنَ الْأَخْيَارُ

قَدْ كُنْتُ قَوَّامًا بَكِيَّ الْأَسْحَارِ ۔۔۔ فَلَيْتَ شِعْرِي وَالْمَنَايَا أَطْوَارُ

هَلْ تَجْمَعُنِي وَحَبِيبِي الدَّارُ

”محمد ﷺ پر نیک لوگوں کا درود پہنچے۔ آپ پر بہترین اور منتخب لوگ درود بھیجتے ہیں۔

میں راتوں کو قیام کرنے والی سحری کے وقت رونے والی ہوں۔

کاش میں جان سکتی کیا میں اور میرے محبوب (رسول اللہ ﷺ) ایک جگہ پر جمع ہوسکیں گے؟

یہ اشعار سن کر سیدنا عمر رضی اللہ عنہ آبدیدہ ہوگئے۔ پھر آپ خیمے کے پاس آئے اور السلام علیکم کہا جواب نہ ملنے پر دوسری مرتبہ السلام علیکم کہا، پھر بھی جواب نہ آیا تو تیسری مرتبہ السلام علیکم کہا تو بڑھیا نے پوچھا: کون؟

فیصلے سے پہلے اللہ سے دعا

عروہ بیان کرتے ہیں کہ سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے پاس جب بھی دو فریق کسی مقدمے کا فیصلہ کروانے کے لیے آتے تو آپ دوزانو ہو کر بیٹھ جاتے اور یہ دعا کرتے:

اللَّهُمَّ أَعِنِّي عَلَيْهِمَا فَإِنَّ كُلَّ وَاحِدٍ مِنْهُمَا يَرُدُّنِي عَنْ دِينِي

”اے اللہ! فریقین کے خلاف میری مدد فرما، کیونکہ ان میں سے ہر ایک (اپنی چرب زبانی کے ذریعے) مجھے حق سے ہٹانا چاہے گا“۔

(مناقب أمير المؤمنين، لابن الجوزي: ص 94)

وہ اپنی سست روی کو ملامت کرے

سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے جابیہ نامی جگہ پر خطبہ دیتے ہوئے فرمایا: جس شخص نے قرآنی علوم کے بارے میں کوئی سوال کرنا ہو وہ ابی بن کعب سے رابطہ کرے۔ جس شخص نے وراثت کے مسائل کے بارے میں معلومات حاصل کرنی ہوں وہ زید بن ثابت سے رابطہ کرے۔ جس شخص نے فقہی امور کے بارے میں پوچھنا ہو وہ معاذ بن جبل سے رابطہ کرے اور جسے مال چاہیے وہ مجھ سے رابطہ کرے۔ اللہ تعالی نے مجھے خازن اور تقسیم کنندہ بنایا ہے۔ میں مال تقسیم کرنے کی ابتدا امہات المؤمنین سے کروں گا سب سے پہلے انہیں دوں گا پھر سابقین اولین مہاجرین کو، جو مکہ میں اپنے گھر، جائدادیں اور مال چھوڑ کر آئے۔ پھر انصار کو دوں گا جو ایمان اور مہاجرین کے لیے چشم براہ تھے اور ان کے مددگار بنے۔

جس شخص نے ہجرت میں سبقت حاصل کی اسے عطیات میں بھی سبقت حاصل ہے اور جس نے ہجرت میں تاخیر کی وہ عطیات میں بھی پیچھے رہ گیا۔ وہ کسی اور کو نہیں اپنی سست روی کو ملامت کرے۔

(المستدرك للحاكم: 6 / 9 4 3، و السنن الكبرى للبيهقي: 210/6)

سیدنا عمر نے اپنی روندھی ہوئی آواز سے کہا: اماں جی میں عمر ہوں۔ اس نے کہا عمر کو مجھ سے کیا کام؟ فرمایا: اللہ کی بندی ہمیں داخلے کی اجازت دیجیے اللہ آپ کا بھلا کرے۔ چنانچہ آپ کو اندر جانے کی اجازت مل گئی۔ خیمے کے اندر جا کر سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے بڑھیا سے دوبارہ اشعار پڑھنے کی درخواست کی۔ بڑھیا نے دوبارہ بڑے پرسوز انداز میں اشعار پڑھنا شروع کر دیے۔ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ پر پھر رقت طاری ہو گئی۔ پھر آپ نے کہا: اماں جان! اپنے ان عمدہ اشعار میں کہیں میرا ذکر بھی کر دیجیے تا کہ میں بھی آپ کی دعا میں شامل ہو جاؤں۔ بڑھیا نے آخری مصرعے کے ساتھ ایک اور مصرعہ ملاتے ہوئے شعر بھی مکمل کر دیا اور سیدنا عمر فاروق کی فرمائش بھی پوری کر دی۔ اللہ کی اس نیک بندی نے کہا:

وَعُمَرُ فَاغْفِرْ لَهُ يَا غَفَّارُ

”اے اللہ! عمر کو معاف فرما۔ بلاشبہ تو انتہائی بخشنے والا ہے“۔

(الزهد، لابن المبارك: ص 1024)

فتنوں کے متلاشیوں کا علاج

سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کو بتایا گیا کہ ایک شخص متشابہات کے پیچھے لگا رہتا ہے اور غلط فہمیاں پیدا کرنے کے لیے طرح طرح کے سوالات کرتا ہے۔ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ فرمانے لگے: اگر وہ میرے ہاتھ آ گیا تو میں اس کا ایسا علاج کروں گا کہ زندگی بھر یاد رکھے گا۔ حسن اتفاق سے وہ ایک مرتبہ سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے پاس پہنچ گیا اور پوچھنے لگا: امیر المؤمنین! ﴿وَالذّٰرِيٰتِ ذَرْوًا ۝ فَالْحٰمِلٰتِ وِقْرًا﴾ کا کیا مطلب ہے؟ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کو پتا چل گیا کہ یہ وہی شخص ہے جو محض کٹ حجتی کے لیے سوالات کرتا ہے۔ آپ نے آستینیں چڑھا کر اس کی ٹھکائی شروع کر دی۔ اُس کے سر سے پگڑی گر گئی۔ اس کے سر پر بال تھے۔ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: اگر تم نے سر منڈوا رکھا ہوتا تو میں تمہارا سر قلم کرنے کا حکم دے دیتا (کیونکہ نبی کریم ﷺ نے جن خطرناک گمراہ فرقوں کے بارے میں خبردار کیا تھا جو قرآن مجید کی من مانی تفسیر کریں گے ان کی بنیادی نشانی سر منڈوانا بھی ہے) سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے اہل بصرہ سے کہا: ''نہ اس کے ساتھ بیٹھو، نہ کاروبار کرو یعنی اس کا مکمل بائیکاٹ کر دو۔ اس بائیکاٹ کی وجہ سے اسے شدید مشکلات کا سامنا کرنا پڑا۔ ایک دن وہ مسجد کے ایک ستون کے پاس کھڑا ہو کر فریاد کرنے لگا: سیدنا عمر رضی اللہ عنہ سے رجوع کیا گیا۔ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے پھر بھی اس کے ساتھ گھلنے ملنے کی اجازت نہ دی تاکہ لوگوں کے عقائد میں فساد پیدا نہ ہو۔ اپنی موت تک وہ اسی کیفیت سے دوچار رہا۔

(مناقب أمير المؤمنين، لا بن الحوزي: ص 120، 121)

حاجت مند کا حق

حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ بیان کرتے ہیں: ایک شخص جو پیاس سے نڈھال تھا ایسے لوگوں کے پاس آیا جن کے پاس پانی موجود تھا۔ اس نے ان سے پانی مانگا لیکن انہوں نے نہ دیا۔ وہ شخص پیاس برداشت نہ کر سکا اور جاں بحق ہو گیا۔ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کے پاس معاملہ آیا۔ آپ نے یہ فیصلہ صادر کیا کہ وہ متوفی کے ورثاء کو سو اونٹ دیت ادا کریں۔

(مناقب أمير المؤمنين، لابن الجوزي: ص 96)

سلمہ ہذلی سے حلف لیا جائے

سلمہ بن محبق ہُذلی بیان کرتے ہیں: میں اُبلّہ شہر کی فتح میں شامل تھا۔ یہ شہر دجلہ کے کنارے واقع ہے۔ اس جنگ میں ہمارے امیر قطبہ بن قتادہ سدوسی تھے۔ انہوں نے مال غنیمت تقسیم کیا۔ میرے حصے میں تانبے کا ایک برتن آیا۔ جب وہ برتن میرے پاس آیا تو میں نے دیکھا کہ وہ تانبے کا نہیں بلکہ سونے کا ہے۔ ہم نے یہ معاملہ امیر کے سامنے پیش کیا۔ امیر نے رہنمائی کے لیے سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کو خط لکھا۔ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: سلمہ ہذلی سے حلف لو، اگر انہیں تقسیم کے بعد پتا چلا کہ یہ سونے کا ہے تو پھر انہی کے پاس رہنے دو۔ اگر انہیں تقسیم سے پہلے پتا تھا پھر واپس لے کر سارے لشکر میں تقسیم کر دو۔ سلمہ ہذلی نے حلفًا بتایا کہ انہیں پہلے پتا نہیں تھا۔ اس لیے یہ برتن انہی کے پاس رہنے دیا گیا۔ اس سے چالیس مثقال سونا نکلا۔ یہ مال اُن میں آج تک وراثت میں تقسیم ہوتا چلا آ رہا ہے۔

(حلية الأولياء: 1/50)

میں ان کی راہ سے نہ ہٹوں گا

ابواُمامہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: ہم ایک مرتبہ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کے ساتھ مدینہ کی گلیوں میں چکر لگا رہے تھے۔ ہمارے ساتھ اشعث بن قیس بھی تھے۔ ہم ایک جگہ تھک کر بیٹھ گئے۔ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کے پاس ہنڈیا میں کچھ گوشت لایا گیا۔ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے ہنڈیا میں سے ایک ہڈی پکڑی اور اس سے گوشت اتارنے کی کوشش کی۔ گوشت ذرا سخت تھا۔ اس کی چھینٹیں اشعث بن قیس پر بھی پڑیں۔ اشعث کہنے لگے: امیر المؤمنین! اگر آپ اس میں گھی ڈال کر اسے مزید پکنے کا موقع دیں تو یہ نرم ہو جائے گا۔ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ طیش میں آ کر بولے: ایک سالن میں دو سالن، ہرگز نہیں۔ میں نے اپنے دو ساتھیوں رسول اللہ ﷺ اور ابوبکر رضی اللہ عنہ کے ساتھ جیسا وقت گزارا ہے، ویسا ہی اب بھی گزارنا چاہتا ہوں۔ مجھے خدشہ ہے اگر میں ان کے طریقے پر نہ چلا تو ان کے ساتھ اکٹھا نہیں ہو سکوں گا۔

(الزهد، لابن المبارك: ص 618)

تین خوش نصیب مسافر

سالم بن عبداللہ بیان کرتے ہیں: جب سیدنا عمر ؓ خلیفہ بنے تو جو سیدنا ابوبکر ؓ کو اخراجات کے لیے بیت المال سے وظیفہ ملتا تھا سیدنا عمر کو بھی ملنے لگا۔ یہ صرف بقدر ضرورت تھا۔ صحابہ کرام میں یہ احساس پایا جاتا تھا کہ یہ وظیفہ انتہائی کم ہے۔ ایک مرتبہ عثمان، علی، طلحہ اور زبیر ؓ کہنے لگے کہ ہمیں سیدنا عمر ؓ سے بات کرنی چاہیے کہ اس میں اضافہ کیا جائے۔ عثمان ؓ کہنے لگے کہ ہمیں سیدنا عمر ؓ سے براہ راست بات نہیں کرنی چاہیے کہیں وہ برا نہ مان جائیں۔ ہمیں پہلے سیدہ حفصہ ؓ سے بات کرنی چاہیے۔ یہ لوگ سیدہ حفصہ ؓ کے پاس حاضر ہوئے، اُنہیں کہا کہ آپ سیدنا عمر ؓ سے اس بارے میں بات کریں۔ پہلے ہمارے نام ظاہر نہ کریں۔ اگر وہ اس بات سے اتفاق کرلیں تو پھر آپ ہمارے نام بتا سکتی ہیں۔

ام المؤمنین حفصہ ؓ سیدنا عمر ؓ سے ملیں، اُن سے بات کی اور محسوس کیا کہ یہ بات سنتے ہی سیدنا عمر ؓ کے چہرے پر غصے کے آثار نمایاں ہوگئے ہیں۔ عمر ؓ نے پوچھا: آپ سے یہ بات کن لوگوں نے کہی ہے۔ سیدہ حفصہ کہنے لگیں: جب تک آپ اپنی رائے نہ بتائیں میں اُن کے نام ظاہر نہیں کروں گی۔

آپ خاص مہمان ہیں

حذیفہ ؓ بیان کرتے ہیں: ایک مرتبہ میں سیدنا عمر ؓ کے پاس آیا۔ وہاں لوگوں کے سامنے پیالے رکھے تھے اور وہ کھانا کھانے میں مشغول تھے۔ سیدنا عمر ؓ نے مجھے بھی اپنے پاس بلا لیا۔ سیدنا عمر نے زیتون اور روٹی منگوائی۔ خود بھی کھانے لگے اور مجھے بھی کھانے کی دعوت دی۔ میں نے کہا: آپ نے مجھے گوشت اور روٹی فراہم نہیں کی جو دوسرے لوگ کھا رہے ہیں۔ سیدنا عمر ؓ نے فرمایا: وہ عام مسلمانوں کا کھانا ہے۔ آپ میرے خاص مہمان ہیں اس لیے میں نے آپ کو اپنے کھانے پر دعوت دی ہے۔

(الزهد، للإمام أحمد: ص 150)

سیدنا عمر ؓ کہنے لگے کہ اگر مجھے ان لوگوں کا پتا چل جائے تو ان کی سخت سرزنش کروں۔ پھر آپ نے کہا، میں تمہیں اللہ کا واسطہ دے کر پوچھتا ہوں، رسول اللہ ﷺ کے پاس سب سے عمدہ لباس کونسا تھا۔ حفصہ ؓ نے کہا: دو رنگے ہوئے کپڑے جنہیں آپ وفود سے ملاقات کرنے اور خطبات دینے کے لیے پہنا کرتے تھے۔ پھر آپ نے پوچھا: آپ لوگوں کو بہتر سے بہتر کیا کھانا میسر تھا۔ حفصہ ؓ نے بتایا کہ ہم روٹی پر کچھ گھی ڈال لیا کرتے تھے۔ اس طرح روٹی خستہ اور میٹھی ہو جاتی۔ خود بھی کھاتے اور دوسروں کو بھی کھلاتے۔ پھر سیدنا عمر ؓ نے پوچھا آپ لوگوں کو کونسا اچھے سے اچھا بستر میسر آیا۔ حفصہ ؓ نے بتایا: ہمارے پاس ایک موٹی چادر تھی۔ گرمیوں میں ہم اسے دُہری کر کے بچھا لیتے اور سردیوں میں آدھی اوپر اوڑھ لیتے، آدھی نیچے بچھا لیتے۔

سیدنا عمر ؓ کہنے لگے: حفصہ! ان لوگوں تک یہ بات پہنچا دو۔ رسول اللہ ﷺ نے جو معیار قائم کیا ہے میں اس سے سرمو انحراف کرنے والا نہیں ہوں۔ پھر آپ نے کہا میری اور میرے ساتھیوں کی مثال تین مسافروں کی سی ہے۔ ایک مسافر چلا، اس نے اپنے ساتھ کچھ زادراہ لیا اور اپنی منزل پر پہنچ گیا۔ پھر دوسرا بھی اس کے نقش قدم پر چلتا ہوا اپنی منزل تک پہنچ گیا۔ اگر تیسرا مسافر بھی اسی راستے پر چلے گا، اسی طرح کے زادراہ پر راضی ہوگا تو منزل پر پہنچ جائے گا۔ اگر وہ کسی اور راستے پر چلا تو کبھی بھی منزل تک نہیں پہنچ پائے گا۔

(تاريخ الطبري: 4/164)

مٹھاس چلی جائے گی کڑواہٹ باقی رہے گی

ثابت بیان کرتے ہیں کہ ایک مرتبہ سیدنا عمر ؓ کے دل میں کوئی اچھا مشروب پینے کی خواہش ہوئی۔ آپ کے پاس شہد لایا گیا۔ آپ اسے کچھ دیر اپنے ہاتھ میں گھماتے رہے۔ پھر کہنے لگے: میں اسے پی لوں گا، اس کی حلاوت اور مٹھاس تو چلی جائے گی مگر احساس کی کڑواہٹ باقی رہ جائے گی۔ پھر آپ نے اسے خود پینے کی بجائے کسی اور کو دے دیا۔

(حلية الأولياء: 1/49)

قحط کی مشکلات تک گھی سے پرہیز

یحییٰ بن سعید بیان کرتے ہیں: سیدنا عمر بن خطاب ؓ کی بیوی نے ساٹھ درہم کا گھی کا ایک مٹکا خریدا۔ سیدنا عمر ؓ پوچھنے لگے کہ یہ کیا ہے؟ اُن کی بیوی نے کہا، میں نے یہ اپنے مال سے خریدا ہے۔ آپ نے گھریلو اخراجات کے لیے جو پیسے دیے ہیں اُن سے نہیں لیا۔ سیدنا عمر ؓ نے کہا جب تک سارے لوگ قحط کی مشکلات سے باہر نہیں آتے، میں گھی کو چکھوں گا بھی نہیں۔

(الطبقات الكبرى، لابن سعد: 3/236)

مشرکین کی نقل سے اجتناب

ابوعثمان بیان کرتے ہیں کہ ہم آذربائیجان میں تھے، ہمارے پاس سیدنا عمر فاروق ؓ کا خط آیا جس میں آپ نے یہ ہدایات دی تھیں، اے عتبہ بن فرقد! عیش وعشرت کی زندگی گزارنے سے اجتناب کرنا۔ مشرکین کی نقل نہ کرنا اور ریشم پہننے سے بچنا۔ رسول اللہ ﷺ نے ہمیں ریشم کا لباس پہننے سے منع کیا ہے صرف خارش یا کسی اور بیماری کی وجہ سے معمولی مقدار میں ریشم کا کپڑا استعمال کرنے کی اجازت دی ہے۔

(صحيح مسلم، حديث: 2069)

ابن خطاب! اللہ سے ڈرتے رہو

انس بن مالک ؓ بیان کرتے ہیں: ایک مرتبہ میں سیدنا عمر بن خطاب ؓ کے ساتھ چل رہا تھا۔ سیدنا عمر بن خطاب ؓ ایک باغ میں داخل ہوئے۔ میرے اور اُن کے درمیان ایک دیوار حائل ہوگئی۔ مجھے ان کی آواز آرہی تھی۔ وہ کہہ رہے تھے: عمر امیر المؤمنین ہے! واہ واہ کیا کہنے۔ ابن خطاب اللہ سے ڈرتے رہو۔ تقویٰ کا دامن کبھی ہاتھ سے نہ چھوڑنا، ورنہ عذاب کا سامنا کرنے کے لیے تیار رہو۔

(الزهد، للإمام أحمد: ص 144)

بے قراری اور غم کی شکایت صرف اللہ سے

علقمہ بن وقاص بیان کرتے ہیں: سیدنا عمر ؓ عشاء کی نماز میں اکثر وبیشتر سورۃ یوسف پڑھا کرتے تھے۔ میں پچھلی صفوں میں ہوتا۔ جب سیدنا یوسف علیہ السلام کا ذکر آتا تو آپ کا رونا پچھلی صفوں میں سنائی دیتا۔ عبداللہ بن شداد بن الهاد کہتے ہیں: میں نے صبح کی نماز میں سیدنا عمر ؓ کو سورۃ یوسف پڑھتے ہوئے سنا۔ آپ کے رونے کی آواز پچھلی صفوں تک آرہی تھی۔ آپ یہ آیت کریمہ پڑھ رہے تھے:

﴿إِنَّمَآ أَشۡكُواْ بَثِّي وَحُزۡنِيٓ إِلَى ٱللَّهِ﴾ (يوسف: 86)

''میں اپنی بے قراری اور غم کی شکایت صرف اللہ سے کرتا ہوں''۔

(مصنف عبدالرزاق: 3/21)

اللہ تعالیٰ کے حساب لینے سے پہلے اپنا محاسبہ

سیدنا عمر ؓ کہا کرتے تھے: اللہ تعالیٰ کے حساب لینے سے پہلے اپنا محاسبہ کرتے رہو۔ نامہ اعمال میزان میں رکھے جانے سے پہلے خود اپنے اعمال کا جائزہ لیتے رہو۔ اگر تم آج اپنا محاسبہ کرتے رہو گے تو کل قیامت کے دن حساب دینا آسان ہوگا اس بڑی پیشگی کے لیے خود کو تیار کرلو جس کے متعلق اللہ عزوجل نے فرمایا ہے:

﴿يَوۡمَئِذٖ تُعۡرَضُونَ لَا تَخۡفَىٰ مِنكُمۡ خَافِيَةٞ ١٨﴾ (الحاقة: 18)

''جس دن تم بارگاہ الٰہی میں پیش کیے جاؤ گے، تمہارا کوئی راز اس دن چھپا نہیں رہ سکے گا''۔

(الزهد، لابن المبارك: ص 306)

جو چاہے مٹا دے جو چاہے ثابت کر دے

ابوعثمان نھدی بیان کرتے ہیں کہ عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ بیت اللہ کا طواف کرتے ہوئے رو رو کر یہ دعا کر رہے تھے:

اللَّهُمَّ إِنْ كُنْتَ كَتَبْتَنَا عِنْدَكَ فِي شَقْوَةٍ وَذَنْبٍ فَإِنَّكَ تَمْحُو مَا تَشَاءُ وَتُثْبِتُ وَعِنْدَكَ أُمُّ الْكِتَابِ، فَاجْعَلْهَا سَعَادَةً وَمَغْفِرَةً

''اے اللہ! اگر تو نے ہمیں اپنے ہاں شقی اور گنہگار لکھ رکھا ہے، تو جو چاہے مٹا دے، جو چاہے ثابت رکھے۔ لوح محفوظ تیرے قبضے میں ہے۔ ہماری اس شقاوت کو سعادت اور مغفرت سے بدل دے''۔

(مناقب أمير المؤمنين، لابن الجوزي: ص 159)

خیر کا کلمہ

سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کہا کرتے تھے میرا پسندیدہ شخص وہ ہے جو مجھے میرے عیوب سے آگاہ کرے۔

(الطبقات الكبرى لابن سعد:3/222)

حسن رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں: سیدنا عمر بن خطاب اور کسی شخص میں کسی مسئلے پر تکرار ہوئی۔ وہ بندہ کہنے لگا، امیر المؤمنین! اللہ سے ڈریئے۔ ایک اور آدمی اسے کہنے لگا: تم کیسے آدمی ہو؟ امیر المؤمنین سے کہتے ہو: اللہ سے ڈریئے، ان سے بڑھ کر اللہ سے ڈرنے والا اور کون ہو سکتا ہے؟ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے منع کرنے والے سے کہا: اسے مت روکو، ایسا کہنے دو۔ پھر فرمایا:

لَا خَيْرَ فِيكُمْ إِذَا لَمْ تَقُولُوهَا وَلَا خَيْرَ فِينَا إِذَا لَمْ نَقْبَلْهَا مِنْكُمْ

''جب تم ہم سے یہ خیر کا کلمہ نہیں کہو گے تو تم میں کوئی بھلائی نہیں ہوگی اور جب ہم اسے قبول نہیں کریں گے تو ہم میں کوئی بھلائی نہیں ہوگی۔

(السنن الكبرى، للبيهقي:6/350)

گھر والوں کو نماز کی تاکید

سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کے خادم اسلم بیان کرتے ہیں کہ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ رات کے آخری حصے میں نماز پڑھتے اور اپنے گھر والوں کو یہ کہتے ہوئے نصیحت کرتے: الصلاۃ، الصلاۃ پھر آپ یہ آیت تلاوت کرتے:

﴿ وَأْمُرْ أَهْلَكَ بِالصَّلَوٰةِ وَاصْطَبِرْ عَلَيْهَا ﴾ (طه: 132)

''اپنے گھر والوں کو نماز کا حکم دیجیے اور اس پر ثابت قدم رہیے''۔

(مصنف عبدالرزاق:3/49)

سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کی نصیحت

ودیعہ انصاری بیان کرتے ہیں: میں نے سنا، سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ ایک آدمی کو نصیحت کر رہے تھے: بے مقصد کلام چھوڑ دو، اپنے دشمن سے دور رہو، اپنے دوستوں سے بھی محتاط رہو۔ اگر دوست امانت دار ہو تو اس سے احتیاط کی ضرورت نہیں۔ امانت دار وہ ہے جس کے دل میں خشیت الٰہی ہے۔ فاجر کے ساتھ نہ چلو، وہ تمہیں بھی فسق و فجور میں مبتلا کر دے گا۔ اپنی کسی پوشیدہ بات کے بارے میں اسے نہ بتاؤ۔ مشورہ صرف ایسے لوگوں سے کرو جن کے دلوں میں اللہ کا ڈر ہو۔

(مصنف ابن أبي شيبة:8/146)

بچوں سے مشورہ

سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما فرمایا کرتے تھے: اپنے آپ کو کم سن ہونے کی وجہ سے حقیر نہ سمجھو۔ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کے سامنے جب کوئی معاملہ آتا تو وہ بچوں کو بلا کر ان سے بھی مشورہ طلب کیا کرتے تھے۔ وہ ان کی حاضر دماغی سے بھی فائدہ اٹھا لیا کرتے تھے۔

(جامع بيان العلم وفضله، لابن عبدالبر: ص251)

جب جانیں ملائی جائیں گی

نعمان بن بشیر کہتے ہیں کہ میں نے سنا: سیدنا عمر بن خطاب نے ایک مرتبہ اس آیت کریمہ کی تلاوت کی:

﴿ وَإِذَا النُّفُوسُ زُوِّجَتْ ﴾ (التكوير: 7)

''جب نفوس کو اکٹھا کیا جائے گا''۔

پھر اس کی تفسیر کرتے ہوئے فرمایا:

الْفَاجِرُ مَعَ الْفَاجِرِ وَالصَّالِحُ مَعَ الصَّالِحِ

''فاجر کو فاجر کے ساتھ اور صالح کو صالح کے ساتھ اکٹھا کیا جائے گا''۔

(تفسير الطبري: تفسير سورة التكوير، الآية: 7)

حسب ونسب یاد رکھو

سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

تَعَلَّمُوا أَنْسَابَكُمْ لِتَصِلُوا أَرْحَامَكُمْ

''اپنے نسب یاد رکھو تاکہ تم اپنے عزیز واقارب کے ساتھ صلہ رحمی کرسکو''۔

(الأدب المفرد، للإمام البخاري: ص 72)

تراشے

احنف بن قیس بیان کرتے ہیں کہ سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

تَفَقَّهُوا قَبْلَ أَنْ تَسَوَّدُوا

''سرداری حاصل کرنے سے پہلے خاطر خواہ دینی علم حاصل کرو''۔

(سنن الدارمي، حديث: 250)

تب تک وہ بھلائی پر رہیں گے

مسیّب رحمۃ اللہ علیہ بیان کرتے ہیں: میں سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کے پاس بیٹھا ہوا تھا۔ اہل شام کی طرف سے ایک قاصد آیا۔ آپ اُس سے شام کے حالات معلوم کرتے رہے۔ پھر آپ نے پوچھا: کیا اہل شام روزہ جلدی افطار کرتے ہیں؟ قاصد نے کہا: ''جی ہاں''۔ آپ نے فرمایا: جب تک وہ روزہ جلدی افطار کرتے رہیں گے بھلائی پر رہیں گے۔ وہ اہل عراق کی طرح ستاروں کے طلوع ہونے کا انتظار نہیں کریں گے۔

(مناقب أمير المؤمنين، لابن الجوزي: ص 193)

سچی توبہ

التوبۃ النصوح: سچی توبہ کے متعلق سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: بندہ اپنے برے اعمال سے ڈرے، سچے دل سے توبہ کرے اور آئندہ سے انہیں نہ کرنے کا عہد کرے۔

(تفسير الطبري، تفسير سورة التحريم الآية: 8)

برے دوست سے تنہائی اچھی

سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

الْعُزْلَةُ رَاحَةٌ لِلْمُؤْمِنِ مِنَ الْخُلَّاطِ السُّوءِ

''ایک مؤمن بندے کے لیے تنہائی برے ساتھیوں کے مقابلے میں راحت کا باعث ہے''۔

(صحيح البخاري، كتاب الرقاق، وفتح الباري: 14/114)

حرص اور لالچ محتاجی ہے

سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: حرص اور لالچ محتاجی ہے، مایوسی تونگری ہے۔ بندہ جب کسی چیز سے مایوس ہوتا ہے تو اس سے بے نیاز ہو جاتا ہے۔

(الزهد، لابن المبارك: ص 132)

سیدنا عمر فاروقؓ کی زندگی کے سنہرے واقعات

سیدنا فاروق اعظم کی مبارک زندگی اسلامی تاریخ کا وہ روشن باب ہے جس نے ہر تاریخ کو پیچھے چھوڑ دیا۔ آپ نے حکومت کے انتظام وانصرام، بے مثال عدل وانصاف، عمال حکومت کی سخت نگرانی، رعایا کے حقوق کی پاسداری، اخلاص نیت وعمل، جہاد فی سبیل اللہ، زہد وعبادت، تقوی اور خوف وخشیت الٰہی اور دعوت کے میدانوں میں ایسے ایسے کارہائے نمایاں انجام دیے کہ انسانی تاریخ ان کی مثال پیش کرنے سے قاصر ہے۔

انسانی رویوں کی گہری پہچان، رعایا کے ہر فرد کے احوال سے بروقت آگاہی اور حق وانصاف کی راہ میں کوئی رکاوٹ برداشت نہ کرنے کے اوصاف میں کوئی حکمران فاروق اعظم کا ثانی نہیں۔ آپ اپنے بے پناہ رعب وجلال اور دبدبہ کے باوصف نہایت درجہ سادگی، فروتنی اور تواضع کا پیکر تھے۔ آپ کا قول ہے کہ ہماری عزت اسلام کے باعث ہے دنیا کی چکا چوند کے باعث نہیں۔

سیدنا عمر فاروق کے بعد آنے والے حکمرانوں میں سے جس نے بھی کامیاب حکمران بننے کی خواہش کی، اسے فاروق اعظم کے قائم کردہ ان زریں اصولوں کو مشعل راہ بنانا پڑا جنھوں نے اس عہد کے مسلمانوں کی تقدیر بدل کر رکھ دی تھی۔

دار السلام
کتاب وسنت کی اشاعت کا عالمی ادارہ

9786035001458

دار السلام
DARUSSALAM